

علم قرآن



حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ العالی

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے والوں اور شوق رکھنے والوں کیلئے

لاجواب کتاب

علم القرآن

لِتَرْجَمَتِ الْفِرْقَانِ

مُصَنَّف

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعمانی

قادی پبلشرز

منظور منزل ۴۲۰ اردو بازار لاہور

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

علم القرآن	••---••	نام کتاب
حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	••---••	مصنف
غلام عبدالقادر خان	••---••	باہتمام
قادری پبلشرز	••---••	ناشر
	••---••	صفحات
1100	••---••	تعداد
words maker Lhr.	••---••	کمپوزنگ
تیاق اے مشاق پرنٹرز لاہور	••	مطبعہ
روپے	••---••	قیمت

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

40 اردو بازار لاہور فون 7246006

فہرست علم القرآن

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۷۷	عبادت کی قسمیں -		ویباچہ - موجودہ مسلمانوں کا ترجمہ قرآن کا شوق
۸۰	اصطلاح نمبر ۱۱: من دون اللہ	۵	اور بغیر سمجھے ترجمہ پڑھنے کے برے نتائج
۸۴	اصطلاح نمبر ۱۲: نذر و نیاز		ترجمہ قرآن میں دشواریاں - کفار کی آیتیں
۹۰	اصطلاح نمبر ۱۳: خاتم النبیین	۱۰	مسلمانوں پر چسپاں کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے
۹۵	دوسرا باب قوا: آئیہ		عقدہ: آیات قرآنیہ کی قسمیں تفسیر قرآن
۹۵	قاعدہ نمبر ۱: ولی کے معنی اور انکی پہچان	۱۳	کے درجے اور ان کے حکم
۹۶	قاعدہ نمبر ۲: عمد کے معنی اور انکی پہچان	۲۳	پہلا باب: اصطلاحات قرآنیہ
۹۷	قاعدہ نمبر ۳: رب کے معنی اور ان کی پہچان	۲۳	اصطلاح نمبر ۱: ایمان
۹۸	قاعدہ نمبر ۴: ضلال کے معنی اور ان کی پہچان -	۲۷	اصطلاح نمبر ۲: اسلام
۹۹	قاعدہ نمبر ۵: مکر یا خداع کے معنی اور ان کی پہچان	۲۹	اصطلاح نمبر ۳: تقویٰ
۱۰۰	قاعدہ نمبر ۶: تقویٰ کے معنی اور ان کی پہچان -	۲۳	اصطلاح نمبر ۴: کفر
۱۰۱	قاعدہ نمبر ۷: من دون اللہ کے معنی اور انکی پہچان	۳۸	اصطلاح نمبر ۵: شرک
۱۰۲	قاعدہ نمبر ۸: ولی کے معانی اور ان کی پہچان -	۴۰	شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام
۱۰۳	قاعدہ نمبر ۹: دعا کے معانی اور ان کی پہچان -		مخلوق پر مشکل کشا - فریادرس و دفع البلاء
۱۰۴	قاعدہ نمبر ۱۰: شرک کے معانی اور ان کی پہچان	۴۹	جان: شک نہیں
۱۰۵	قاعدہ نمبر ۱۱: صلوة کے معانی اور ان کی پہچان	۵۱	اصطلاح نمبر ۶: بدعت
	قاعدہ نمبر ۱۲: مردوں کا سننا اور ہیئت کے معانی	۵۲	اصطلاح نمبر ۷: الہ
۱۰۷	اور ان کی پہچان -	۵۵	لفظ الہ کی تحقیق
	قاعدہ نمبر ۱۳: ایمان و تقویٰ کے معانی اور	۶۲	اصطلاح نمبر ۸: ولی
۱۰۸	ان کی پہچان -	۶۵	ولی اللہ ولی من دون اللہ
۱۰۹	قاعدہ نمبر ۱۴: خلاق کے معانی اور ان کی پہچان	۶۶	اصطلاح نمبر ۹: دعا
	قاعدہ نمبر ۱۵: حکم - گواہی - ملکیت و کالت کے	۷۱	مردوں کو پکارنا قرآن سے ثابت ہے
۱۱۰	معانی اور ان کی پہچان	۷۴	اصطلاح نمبر ۱۰: عبادت

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ط

دیباچہ

یہ زمانہ جس پر خطر دور سے گذر رہا ہے وہ سب پر ظاہر ہے کہیں الحاد و بے دینی کی ہوائیں چل رہی ہیں کہیں دیوبندیت، مرزائیت کی آندھیاں اٹھ رہی ہیں۔ ہر روز نئے نئے فرقے جنم لے رہے ہیں اور ہر فرقہ بغل میں قرآن دبا کر ہی دام فریب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے جس کو دیکھو قرآن سنا سنا کر اپنی سچائی کا اعلان کر رہا ہے۔ جاہل سے جاہل بھی اپنے کو علامہ زمان سمجھ کر اکابرین اسلام بلکہ صحابہ کرام کی ذات بابرکات پر بھی زبان طعن دراز کرنے سے نہیں چوکتا اور اپنے مقصد کے لئے قرآن کریم ہی کو پیش کر کے بھولے بھالے عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوشاں ہے اور ترجمہ قرآن کی آڑ میں بے دینی پھیلا رہا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے اس وقت زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس زمانے میں دین سلامت لے گیا (حدیث) مسلمانو! دین اسلام بہت بڑی دولت ہے۔ اس کی حفاظت بہت ہی ضروری ہے۔ مفسر قرآن حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب قبلہ نے مسلمانوں کو ترجمہ قرآن پڑھنے کے لئے اور فتنے سے بچانے کے لئے یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ تاکہ اس کو پڑھ کر مسلمان صحیح قرآن کی فہم حاصل کر سکیں۔ اس کتاب میں قرآن کی اصطلاحیں قرآن کے قواعد اور قرآنی مسائل اس عمدہ طریقے سے بیان کیے گئے ہیں کہ جن سے ترجمہ قرآن بہت آسان ہو جاتا ہے۔

صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خاں

(گجرات)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنْ
كَانَ نَبِيًّا وَآدَمَ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ
الطَّيِّبِينَ وَأَصْحَابِهِ الطَّاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ.

آج سے پچاس سال پہلے مسلمانوں کا یہ طریقہ تھا۔ کہ عام مسلمان قرآن کریم کی تلاوت
محض ثواب کی غرض سے کرتے تھے اور روزانہ کے ضروری مسائل پاکی پلیدی روزہ نماز کے
احکام میں بہت محنت اور کوشش کرتے تھے۔ عام مسلمان قرآن شریف کا ترجمہ کرتے ہوئے
ڈرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ دریا ناپیدا کنار ہے۔ اس میں غوطہ وہی لگائے جو اس کا شناور ہو۔
بے جانے بوجھے درمیان میں کودنا جان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اور بے علم و فہم کے قرآن شریف
کے ترجمہ کو ہاتھ لگانا اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔ نیز ہر مسلمان کا خیال تھا کہ قرآن شریف کے
ترجمہ کا سوال ہم سے نہ قبر میں ہوگا نہ حشر میں۔ ہم سے سوال عبادت معاملات کا ہوگا۔ اسے
کوشش سے حاصل کرو۔ یہ تو عوام کی روش تھی۔ رہے علمائے کرام اور فضلاء عظام۔ ان کا
طریقہ یہ تھا کہ قرآن کریم کے ترجمہ کے لئے قریباً اکیس علوم میں محنت کرتے تھے۔ مثلاً نحو
معانی بیان بدیع ادب لغت منطق فلسفہ حساب جیومیٹری فقہ تفسیر حدیث کلام جغرافیہ
تواریخ اور تصوف اصول وغیرہ وغیرہ ان علوم میں اپنی عمر کا کافی حصہ صرف کرتے تھے۔ جب
نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے ان علوم میں پوری مہارت حاصل کر لیتے تب قرآن
شریف کے ترجمہ کی طرف توجہ کرتے پھر بھی اتنی احتیاط سے کہ آیات متشابہات کو ہاتھ نہ لگاتے
تھے۔ کیونکہ اس قسم کی آستیں رب تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز و نیاز
ہیں۔ اغیار کو یار کے معاملہ میں دخل دینا روا نہیں۔

میان طالب و مطلوب رمزیت کرانا کا تبین را ہم خبر نیست!

رہیں آیات محکمات ان کے ترجمہ میں کوشش تو کرتے مگر گذشتہ سارے علوم کا لحاظ رکھتے
ہوئے مفسرین محدثین فقہاء کے فرمان پر نظر کرتے ہوئے پھر بھی پوری کوشش کرنے کے
باوجود قرآن کریم کے سامنے اپنے کو طفل مکتب جانتے تھے۔

اس طریقہ کار کا فائدہ یہ تھا کہ مسلمان بد مذہبی لادینی کا شکار نہ ہوتے تھے وہ جانتے بھی
نہ تھے کہ قادیانی کس بلا کا نام ہے اور دیوبندی کہاں کا بھوت ہے۔ غیر مقلدیت نیچریت کس

آفت کو کہتے ہیں۔ چکڑالوی کس جانور کا نام ہے۔ علماء کے وعظ خوف خدا، عظمت و ہیبت حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، مسائل دینیہ اور علمی معلومات سے بھرے ہوتے تھے۔ وعظ سننے والے وعظ سن کر مسائل ایسے یاد کرتے تھے جیسے آج طالب علم سبق پڑھ کر تکرار کرتے ہیں۔ کہ آج مولوی صاحب نے فلاں فلاں مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ غرضیکہ عجیب نوری زمانہ تھا اور عجیب نورانی لوگ تھے۔

اچانک زمانہ کارنگ بدلا۔ ہوا کے رخ میں تبدیلی ہوئی۔ بعض نادان دوستوں اور دوست نما دشمنوں نے عام مسلمانوں میں ترجمہ قرآن کرنے اور سیکھنے کا جذبہ پیدا کیا اور عوام کو سمجھایا کہ قرآن عوام ہی کی ہدایت کے لیے آیا ہے۔ اس کا سمجھنا بہت سہل ہے۔ ہر شخص اپنی عقل و سمجھ سے ترجمہ کرے اور احکام نکالے اس کے لئے کسی علم کی ضروری نہیں ہے۔ عوام میں یہ خیال یہاں تک پھیلا یا کہ لوگوں نے قرآن کو معمولی کتاب اور قرآن والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو معمولی بشر سمجھ کر قرآن کے ترجمے بے دھڑک شروع کر دیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا انکار بلکہ اس ذات کریم سے برابری کا دعویٰ شروع کر دیا۔

اب عوام جہلا یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ خواندہ، ناخواندہ، انگریزی تعلیم یافتہ لکھتے کی تھوڑی باتیں یاد کر کے بڑے دعوے سے قرآن کا ترجمہ کر رہا ہے اور جو کچھ اس کی ناقص سمجھ میں آتا ہے اسے وحی الہی سمجھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں روزانہ نئے نئے فرقے پیدا ہو رہے ہیں۔ جو ایک دوسرے کو کافر، مشرک، مرتد اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

لطیفہ: - ایک اردو سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے دوران تقریر کہا کہ جس کو قرآن کا ترجمہ نہ آتا ہو وہ نماز ہی نہ پڑھے۔ کہ جب عرضی دینے والے کو یہ خبر ہی نہیں کہ درخواست میں کیا لکھا ہے تو درخواست ہی بیکار ہے۔ میں نے کہا کہ پھر عربی زبان میں نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے موجودہ انجیلوں کی طرح قرآن کے اردو ترجمے اور خلاصے بنا لو۔ اس میں نماز پڑھ لیا کرو۔ رب تعالیٰ اردو جانتا ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

آج ہر بد مذہب ہر شخص کو قرآن کی طرف بلا رہا ہے کہ آؤ میرا دین قرآن سے ثابت ہے۔ اسی پر فتن زمانہ کی خبر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ اور ایسے دجالوں کا ذکر سرکار نے فرمایا تھا۔ يَدْغُونَ اِلَى كِتَابِ اللّٰهِ۔ وہ گمراہ گروہ ہر ایک کو قرآن کی طرف بلائے

گا۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا۔ (سورہ فرقان: ۷۳)

مسلمان اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر گونگے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔

کانپور میں ایک بد مذہب پیدا ہوا۔ مسیٰ عزیز احمد حسرت شاہ جس نے ماہوار رسالہ شمس شریعت جاری کیا۔ اس میں بالالتزام لکھتا تھا کہ سارے نبی پہلے مشرک تھے۔ گنہگار تھے۔ معاذ اللہ بد کردار تھے۔ پھر توبہ کر کے اچھے بنے۔ اور حسب ذیل آیات سے دلیل پکڑتا تھا کہ رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ فَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ۔ (سورہ طہ: ۱۲۱) آدم علیہ السلام نے رب کی نافرمانی کی لہذا گمراہ ہو گئے۔ حضور علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ۔ (سورہ صبحی: ۷) یعنی رب نے تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند ستارے سورج کو اپنا رب کہا یہ شرک ہے۔ فَلَمَّا رَأَى السَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي۔ (سورہ انعام: ۷۸) حضرت آدم وحواء کے بارے میں فرمایا۔ جَعَلَالَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا۔ (سورہ الاعراف: آیت ۱۹۰) ان دونوں نے اپنے بچے میں رب کا شریک ٹھہرایا یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنَّ رَأَىٰ بَرَاهَانَ رَبِّهِ۔ (سورہ یوسف: ۲۳) یقیناً زلیخا نے یوسف اور یوسف نے زلیخا کا قصد کر لیا۔ اگر رب کی برہان نہ دیکھتے تو زنا کر بیٹھتے۔ پھر لکھا۔ کہ غیر عورت کو نظر بد سے دیکھنا اور برا ارادہ کرنا کتنا برا کام ہے جو یوسف علیہ السلام سے سرزد ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے اوریا کی بیوی پر نظر کی اوریا کو قتل کر دیا۔ یہاں تک بکو اس کی کہ آدم علیہ السلام اور ابلیس دونوں سے گناہ بھی ایک ہی طرح کا ہوا۔ اور سزا بھی یکساں ملی کہ ابلیس سے کہا گیا۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ۔ (سورہ حجر: ۳۳) تو جنت سے نکل جا تو مردود ہے آدم علیہ السلام سے کہا گیا۔ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا۔ (سورہ بقرہ: ۳۸) ہم نے کہا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ غرضیکہ دونوں کو دلیس نکالنے کی سزا دی۔ ہاں پھر آدم علیہ السلام نے توبہ کر لی اور ابلیس نے توبہ نہ کی۔ میں نے اس مرتد کو بہت سے جوابات دیے۔ مگر وہ یہ ہی کہتا رہا کہ میں قرآن پیش کر رہا ہوں۔ کسی بزرگ عالم صوفی کا قول یا حدیث ماننے کو تیار نہیں۔

آخر کار میں نے اسے کہا کہ بتا۔ رب تعالیٰ بھی بے عیب ہے کہ نہیں۔ بولا ہاں! وہ بالکل

بے عیب ہے میں نے کہا کہ قرآن میں ہے کہ خدا میں عیب بھی ہیں۔ اور خدا چند ہیں۔ خدا کے دادا بھی ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَمَكْرُؤًا وَمَكْرًا اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ (سورہ آل عمران: ۵۳) کفار نے فریب کیا اور خدا نے فریب کیا۔ خدا اچھا فریب کرنے والا ہے۔ معاذ اللہ! دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ يُخْلِدُ عُنَى اللَّهِ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔ (سورہ النساء: ۱۲۲) یہ خدا کو دھوکہ دیتے ہیں اور خدا انہیں دھوکا دیتا ہے دیکھو! دھوکا فریب وہی نمبر ۱۰ کے عیب ہیں۔ مگر قرآن میں خدا کے لئے ثابت ہیں اور فرماتا ہے۔ تَعَالَى جَدُّ رَبِّنَا۔ (سورہ جن: ۳) ہمارے رب کا دادا بڑا خاندانی ہے۔ خدا کا دادا ثابت ہوا اور فرماتا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ (سورہ مومنون: ۱۴) اللہ برکت والا ہے۔ جو تمام خالقوں سے اچھا ہے معلوم ہوا کہ خالق بہت سے ہیں۔ جب ترجمہ لفظی پر ہی معاملہ ہے تو اب رب کے لئے کیا کہے گا۔ تب وہ..... خاموش ہوا۔ ہم نے اس سے جو گفتگو کی وہ اپنی کتاب 'قہر کبریا یا منکرین عصمت انبیاء میں لکھ دی ہے۔ جو جاء الحق کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہو چکی ہے دیکھا آپ نے ان اندھا دھند ترجموں کا یہ نتیجہ ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا اور اپنی نبوت کے ثبوت میں قرآن ہی کو پیش کیا کہا کہ قرآن کہتا ہے۔ اللَّهُ يُضْطَفِي مِنَ الْمَلٰئِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ۔ (سورہ حج: ۷۵) اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول پیغمبر چننا رہے گا۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر رسول آتے ہی رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ اندھا دھند ترجمے بے ایمانی کی جڑ ہیں۔ آنکھوں پر پٹی باندھ لو جو چاہو بکواس کرو۔ اور قرآن سے ثابت کر دو۔ ابھی حال ہی میں ایک کتاب میری نظر سے گذری ہے "جواہر القرآن" جو کسی ملحد غلام اللہ خاں (اللہ کے غلام) نے لکھی ہے اس میں بھی اندھا دھند ترجمہ کیا گیا ہے۔ بتوں کی آیات پیغمبروں پر کفار کی آیتیں مسلمانوں پر بے دھڑک چسپاں کر کے مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا بھر کے علماء صوفیاء مومنین اور صالحین مشرک تھے اور مسلمان موحّد صرف میں ہی ہوں۔ یا میری ذریت بخاری شریف جلد دوم میں باب باندھا ہے۔ بَابُ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِينَ۔ خارجیوں اور بے دینوں کا باب وہاں ترجمہ باب میں فرمایا: وَكَانَ ابْنُ عَمْرٍو يَرَاهُمْ شَرَارَ خَلْقِ اللَّهِ وَقَالَ إِنَّهُمْ انْطَلَقُوا إِلَيَّ آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُواهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ. عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان خارجی

ملحدوں کو اللہ کی مخلوق میں بدتر سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان بے دینوں نے ان آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کیا۔ یہ ہی طریقہ اس ملحد نے اختیار کیا ہے۔ غرضیکہ ترجمہ قرآن بے دھڑک کر نا ہی ایسی بڑی بیماری ہے جس کا انجام ایمان کا صفایا ہے۔

ترجمہ قرآن میں دشواریاں

قرآن شریف عربی زبان میں اترا عربی نہایت گہری زبان ہے اولاً تو عربی زبان میں ایک لفظ کے کئی معنی آتے ہیں۔ جیسے لفظ ”ولی“ کہ اس کے معنی ہیں دوست، قریب، مددگار، معبود، ہادی، وارث، والی اور یہ لفظ ہر معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اب اگر ایک مقام کے معنی دوسرے مقام پر جڑ دیے جائیں تو بہت جگہ کفر لازم آ جائے گا۔ پھر ایک ہی لفظ ایک معنی میں مختلف لفظوں کے ساتھ مل کر مختلف مضامین پیدا کرتا ہے۔ مثلاً شہادت بمعنی گواہی، اگر علی کے ساتھ آئے تو خلاف گواہی بتاتا ہے۔ اور اگر لام کے ساتھ آئے تو موافق گواہی کے معنی دیتا ہے۔ لفظ قال بمعنی کہا۔ اگر لام کے ساتھ آئے تو معنی ہوں گے اس سے کہا۔ اگر فی کے ساتھ آئے۔ تو معنی ہوں گے اس کے بارے میں کہا۔ اگر من کے ساتھ آئے تو معنی ہوں گے اس کی طرف سے کہا۔

ایسے ہی دعا کہ قرآن میں اس کے معنی پکارنا، بلانا، مانگنا اور پوجنا ہیں۔ جب مانگنے اور دعا کرنے کے معنی میں ہو تو اگر لام کے ساتھ آئے گا تو اس کے معنی ہوں گے۔ اسے دعا دی اور جب علی کے ساتھ آئے تو معنی ہوں گے۔ اسے بدعا دی۔

اسی طرح عربی لام، من، عن، ب، سب کے معنی ہیں سے۔ لیکن ان کے موقع استعمال علیحدہ ہیں۔ اگر اس کا فرق نہ کیا جائے تو معنی فاسد ہو جاتے ہیں پھر محاورہ عرب فصاحت و بلاغت وغیرہ سب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ علم کامل کے بغیر یہ نہیں ہو سکتا اور جب عوام کے ہاتھ یہ کام پہنچ جائے تو جو کچھ ترجمہ کا حشر ہو گا وہ ظاہر ہے۔ اس لیے آج اس ترجمہ کی برکت سے مسلمانوں میں بہت سے فرقے بن گئے ہیں۔ یہ مترجم حضرات اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ جو ان کے کئے ہوئے ترجمہ کو نہ مانے اسے مشرک مرتد کافر کہہ دیتے ہیں۔ تمام علماء و علماء کافر سمجھ کر اسلام کو صرف اپنے میں محدود سمجھنے لگے ہیں۔ چنانچہ مولوی غلام اللہ خاں صاحب نے اپنی کتاب ”جواہر القرآن“ کے صفحہ ۱۴۱، ۱۴۳ پر لکھا۔ کہ جو کوئی نبی، ولی، پیر، فقیر کو

مصیبتوں میں پکارے وہ کافر مشرک ہے۔ اس کا کوئی نکاح نہیں اور صفحہ ۱۵۲ پر تحریر فرمایا ہے۔ کہ اس قسم کی نذر نیاز شرک ہے اس کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے۔ اس فتویٰ سے سارے مسلمان بلکہ خود دیوبندیوں کے اکابر مشرک ہو گئے بلکہ خود مصنف صاحب کی بھی خبر نہیں۔ وہ بھی اس کی زد سے نہیں بچے۔ چنانچہ یہاں گجرات سے ایک صاحب نے تحریری استفتاء مولوی غلام اللہ خاں صاحب کی خدمت میں بذریعہ جوابی ڈاک بھیجا جس میں سوال کیا کہ آپ نے اپنی کتاب ”جوہر القرآن“ کے صفحات مذکورہ پر لکھا ہے کہ پیروں کے پکارنے والے کا نکاح کوئی نہیں اور نذر و نیاز کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے۔ آپ کے محترم دوست اور دیوبندیوں کے مقتدا عالم عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے والد مولوی جلال شاہ صاحب ساکن دولت نگر ضلع گجرات اور سنا گیا ہے کہ آپ کے والدین بھی گیارہویں کھاتے تھے اور کھلاتے تھے۔ ختم غوثیہ پڑھتے تھے جس میں یہ شعر موجود ہے۔

امداد کن امداد کن از بحر غم آزاد کن!

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادر

جلال شاہ کے عینی گواہ ایک نہیں دو نہیں بہت زیادہ موجود ہیں۔ فرمایا جائے کہ ان کا نکاح ٹوٹا تھا یا نہیں اور اگر نکاح ٹوٹ گیا تھا۔ تو آپ کے کیسے ہوئے۔ کیونکہ آپ اس ٹوٹے ہوئے نکاح کی اولاد ہیں۔ نیز گیارہویں کا کھانا جب خنزیر کی طرح حرام ہوا تو جو کوئی اسے حلال جانے وہ مرتد ہوا۔ اور مرتد کا نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے تو آپ دونوں بزرگوں کے والد صاحبان اسے حلال جان کر کھاتے کھلاتے تھے اب آپ کے ہونے کی کیا صورت ہے۔ بصورت دیگر آپ دونوں بزرگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ابھی تک نہیں ملا اور امید بھی نہیں کہ ملے۔ کیونکہ عربی کا مقولہ ہے۔ مَنْ حَضَرَ لَا خِيَابَ وَقَعَ فِيهِ. جو دوسرے کے گرنے کو گڑھا کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے دوسرے مسلمانوں کے نکاح تو بعد میں ٹوٹیں گے پہلے اپنے والدین کے نکاح کی خبر لیں۔ کوئی صاحب ان بزرگوں سے اس معرہ کو حل کرا دیں۔ اور اس کا جواب دلوادیں۔ ہم مشکور ہوں گے۔

غرضیکہ بے دھڑک تر جتے بڑی خرابیوں کی جڑ ہیں۔ اس سے قادیانی، نیچری، چکڑاوی، غیر مقلد، وہابی، دیوبندی، مودودی، بابی، بہائی وغیرہ فرقے بنے۔ ان سب فرقوں کی جڑ خود ساختہ

ترجمے ہیں۔ اس بدتر حالت کو دیکھتے ہوئے میرے محترم دوست حضرت سید الحاج محمد معصوم شاہ صاحب قبلہ قادری جیلانی نے بارہا فرمائش کی کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جو موجودہ قرآن پڑھنے والوں کے لئے رہبر کا کام دے۔ جس میں ایسے قواعد و اصطلاحات اور مسائل بیان کر دیے جائیں جن کے مطالعہ سے ترجمہ پڑھنے والا دھوکا نہ کھائے چونکہ یہ کام بڑا تھا اور میں کثرت مشاغل کی وجہ سے بالکل فارغ نہ تھا اس لئے اس کام میں دیر لگتی رہی۔ اتفاقاً اس ماہ رمضان المبارک میں میرے محترم دوست قبلہ قاری الحاج احمد حسن صاحب خطیب غید گاہ گجرات میرے پاس جو اہر القرآن لائے اور فرمایا کہ آپ لوگ آرام کر رہے ہیں اور ملحدین اس طرح مسلمانوں کو ترجمے دکھا کر گمراہ کر رہے ہیں۔ تب میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹکڑے کھائے ہیں انہی کے نام پر پلا ہوں۔ ان کے دروازے کا ادنیٰ چوکیدار ہوں۔ اگر چوکیدار چور کو آتے دیکھ کر غفلت سے کام لے تو مجرم ہے اس وقت میرا خاموش رہنا واقعی جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت پر بھروسہ کر کے اس طرف توجہ کی۔

اس کتاب کے تین باب ہوں گے۔ پہلے باب میں قرآن کریم کی اصطلاحات بیان ہوں گی جس میں بتایا جائے گا کہ قرآن کریم میں کون کون سا لفظ کس کس جگہ کس معنی میں آیا ہے دوسرے باب میں قواعد قرآنیہ بیان ہوں گے جس میں ترجمہ قرآن کرنے کے قاعدے عرض کئے جائیں گے جس سے ترجمہ میں غلطی نہ ہو۔ تیسرے باب میں کل مسائل قرآنیہ اس باب میں وہ مسائل بھی بیان ہوں گے جو آج کل مختلف فیہ ہیں۔ جن مسائل کی وجہ سے دیوبندی و ہابی عام مسلمین کو مشرک و کافر کہتے ہیں انہیں صریح آیات سے ثابت کیا جائے گا۔ تا کہ پتہ لگے کہ یہ مسائل قرآن میں صراحۃً موجود ہیں اور مخالفین غلط ترجمہ سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام علم القرآن لترجمۃ الفرقان رکھتا ہوں اپنے رب کریم سے امید قبولیت ہے جو کوئی اس کتاب سے فائدہ اٹھائے وہ مجھ گنہگار کے لئے دعا کرے کہ رب تعالیٰ اسے میرے گناہوں کا کفارہ اور توشہ آخرت بنائے۔

وَمَا تَدْرِي قَبِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ دو شنبہ مبارک

مقدمہ

ترجمہ قرآن سے پہلے اس قاعدے کو یاد رکھنا ضروری ہے۔

آیات قرآنیہ تین طرح کی ہیں بعض وہ جن کا مطلب عقل و فہم سے ورا ہے۔ جس تک دماغوں کی رسائی نہیں۔ انہیں متشابہات کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن کے معنی ہی سمجھ میں نہیں آتے۔ جیسے آلم - حَم - السرا - وغیرہ انہیں منقطعاً کہا جاتا ہے بعض وہ آیات ہیں جن کے معنی تو سمجھ میں آتے ہیں۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ کیونکہ ظاہری معنی بنتے نہیں۔ جیسے:-

فَإِنَّمَا تُولَّوْا فَتَمَّ وَجْهُ اللَّهِ - يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ - ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ .

ترجمہ: تم جدھر منہ کرو ادھر اللہ کا وجہ (منہ) ہے۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر رب نے عرش پر استوا فرمایا۔

وجہ کے معنی چہرہ۔ یہ کے معنی ہاتھ استوا کے معنی برابر ہوتا ہے۔ مگر یہ چیزیں رب کی شان کے لائق نہیں لہذا متشابہات میں سے ہیں۔ اس قسم کی آیتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مطلب بیان کرنا درست نہیں اور دوسری قسم کی آیات کو آیات صفات کہتے ہیں۔ بعض آیات وہ ہیں جو اس درجہ کی مخفی نہیں۔ انہیں قرآنی اصطلاح میں محکمات کہتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ (سورہ آل عمران: ۷)

(ترجمہ) رب وہ ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری اس کی کچھ آیات صفات معنی

آرائی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن سے معنی میں اشتباہ ہے وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں۔ گمراہی چاہنے اور اس کے معنی ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔

ان محکمت میں بعض آیات وہ ہیں جن کے معنی بالکل صاف و صریح ہیں جن کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ جیسے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ لَخ۔ (سورہ اخلاص) فرمادو وہ اللہ ایک ہے۔ انہیں نصوص قطعیہ کہا جاتا ہے اور بعض آیات وہ ہیں جن میں نہ تو مشابہات کی سی پوشیدگی ہے کہ ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکے نہ نصوص قطعیہ کی طرح ظہور ہے کہ تامل کرنا ہی نہ پڑے اس قسم کی آیتوں میں تفسیر کی ضرورت ہے بغیر تفسیر کے صرف ترجمہ کبھی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔

اس تفسیر کی چار صورتیں ہیں۔ تفسیر قرآن بالقرآن کیونکہ خود قرآن بھی اپنی تفسیر کرتا ہے۔ پھر تفسیر قرآن بالحدیث۔ کیونکہ قرآن کو جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا دوسرا انہیں سمجھ سکتا۔ پھر تفسیر قرآن بالاجماع یعنی علماء کا جس مطلب پر اتفاق ہوا۔ وہی درست ہے پھر تفسیر قرآن باقوال مجتہدین ان تمام تفسیروں میں پہلی قسم کی تفسیر بہت مقدم ہے کیونکہ جب خود کلام فرمانے والا رب تعالیٰ ہی اپنے کلام کی تفسیر فرمادے تو اور طرف جانا ہرگز درست نہیں اگر پچاس آیتوں میں ایک مضمون کچھ اجمال کے ساتھ بیان ہوا ہو۔ اور ایک آیت میں اس کی تفصیل کر دی گئی ہو تو یہ آیت ان پچاس آیتوں کی تفسیر ہوگی۔ اور ان پچاس کا وہی مطلب ہوگا جو اس آیت نے بیان کیا۔ مثال سمجھو رب تعالیٰ نے بہت جگہ اہل کتاب کو مخاطب فرمایا ہے۔ یا ان کا ذکر کیا ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ مَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أُنْ لَا نَعْبُدُ إِلَّا

اللَّهُ۔ (سورہ آل عمران: ۶۴)

(ترجمہ) فرمادو کہ اے کتاب والو آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے

درمیان برابر ہے کہ ہم ان کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔

اہل کتاب کا ذکر بہت بار ہے۔ مگر پتہ یہ نہ لگتا تھا کہ کتاب سے کون سی مرتبہ مراد ہے

اور اہل کتاب کون لوگ ہیں۔ کیونکہ قرآن کو بھی کتاب کہا گیا ہے اور باقی تمام انسانی اور رحمانی

کتابوں کو بھی کتاب کہتے ہیں۔ ہم نے قرآن سے اس کی تفسیر پوچھی۔ تو خود قرآن نے فرمایا۔

مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ (سورہ مائدہ: ۵)

(ترجمہ) اور وہ لوگ جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے۔

اس آیت نے ان تمام آیتوں کی تفسیر فرمادی اور بتا دیا کہ اہل کتاب نہ ہندو سمجھے ہیں کہ ان کے پاس آسمانی کتاب ہی نہیں۔ نہ مسلمان مراد ہیں۔ کیونکہ اس کتاب سے پہلی آسمانی کتابیں مراد ہیں صرف عیسائی، یہودی، یعنی انجیل و توریت کے ماننے والے مراد ہیں۔

اسی طرح قرآن شریف سنے جگہ جگہ صراط مستقیم یعنی سیدھے راستے اختیار کرنے کا حکم دیا

ہے۔

وَهَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ۔ (سورہ انعام: ۱۵۳)

(ترجمہ) یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔ دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔

مگر ان آیات میں نہ بتایا۔ کہ سیدھا راستہ کونسا ہے، ہم نے قرآن سے پوچھا۔ تو اس نے

اس کی تفسیر کی۔

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔

(سورہ فاتحہ: ۵-۶)

(ترجمہ) ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے

انعام کیا۔

اس آیت نے بتایا۔ کہ قرآن میں جہاں کہیں سیدھا راستہ بولا گیا ہے۔ اس سے وہ دین

روہ مذہب مراد ہے۔ جو اولیاء اللہ عنائے دین صالحین کا مذہب ہو یعنی مذہب اہل سنت۔

نئے دین و مذہب ٹیڑھا راستہ ہیں۔ اگرچہ اس مذہب کے بانی سارا قرآن ہی پڑھ کر ثابت

ریں کہ یہ مذہب سچا ہے جیسے قادیانی، دیوبندی، شیعہ وغیرہ۔ اسی طرح قرآن شریف نے جگہ

بلکہ غیر اللہ کو پکارنے سے منع فرمایا۔ اور پکارنے والے پر کفر و شرک کا فتویٰ دیا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ

فَأِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ۔ (سورہ یونس: ۱۰۶)

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ (سورہ الاحقاف: ۵)

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ - (سورہ حم السجدہ: ۲۸)
وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ -

(سورہ فاطر: ۱۳)

(ترجمہ) اور خدا کے سوا کسی ایسے کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان۔ پھر اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو گے۔ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے۔ جو غیر خدا کو پکارتے ہیں اور غائب ہو گئے ان سے وہ جنہیں پہلے یہ پکارتے تھے۔ تم خدا کے سوا جسے پکارتے ہو وہ چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

اس قسم کی بیسیوں آیات ہیں۔ جن میں غیر خدا کو پکارنے سے منع فرمایا گیا۔ بلکہ پکارنے والوں کو مشرک کہا گیا۔ اگر ان آیتوں کو مطلق رکھا جائے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ حاضر غائب زندہ مردہ کسی کو نہ پکارو۔ لیکن یہ معنی خود قرآن کی دوسری آیات کے بھی خلاف ہیں۔ اور عقل کے بھی خود قرآن کریم نے فرمایا۔

۱- اذْعُوهُمْ لِآبَاءِ هُمْ - (سورہ الاحزاب: ۵)

ترجمہ: انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو۔

۲- وَالرَّسُولُ يَدْعُواكُمْ فِيْ اٰخِرِكُمْ - (سورہ آل عمران: ۱۵۳)

ثُمَّ اذْعُهُنَّ يٰٓاٰتِيْنِكَ سَعِيًّا - (سورہ بقرہ: ۲۶۰)

۳- يٰٓاٰتِيْنِكَ سَعِيًّا -

ترجمہ: اور رسول تم کو پچھلی جماعت میں پکارتے تھے اے ابراہیم پھر ان ذبح کئے ہوئے مردہ جانوروں کو پکارو۔ وہ تم تک دوڑتے آئیں گے۔

اس قسم کی بیسیوں آیتیں ہیں۔ جن میں زندوں اور مردوں کے پکارنے کا ذکر ہے نیز ہم دن رات ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ نماز میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر سلام عرض کرتے ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ.

ترجمہ: اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔

لہذا ضرورت پڑی کہ ہم قرآن شریف سے ہی پوچھیں۔ کہ ممانعت کی آیتوں میں

پکارنے سے کیا مراد ہے تو قرآن شریف نے اس کی تفسیر یوں فرمائی۔

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ -
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ أَحَدًا - (سورہ مومنون: ۱۱۷)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

ان آیتوں نے بتایا کہ جن آیتوں میں غیر خدا کو پکارنے سے روکا گیا ہے وہاں اسے خدا سمجھ کر پکارنا یا اللہ کے ساتھ ملا کر پکارنا مراد ہے۔ یعنی پوجنا۔ لہذا ان آیتوں کی تفسیر سے تمام ممانعت کی آیتوں کا یہ مطلب ہوگا۔ اس تفسیر سے مطلب ایسا صاف ہو گیا کہ کسی قسم کا کوئی اعتراض پڑ سکتا ہی نہیں نیز فرماتا ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً
وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ - (سورہ احقاف: ۵-۶)

ترجمہ: اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا انہیں پکارے جو اس کی قیامت تک نہ سنے اور انہیں اس کی پکار (پوجا) کی خبر تک نہیں اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے۔

اس آیت میں صاف طور پر پکارنے کو عبادت فرمایا کہ قیامت میں یہ بت ان مشرکوں کی عبادت یعنی اس پکارنے کے منکر ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ پکارنے سے وہ ہی پکارنا مراد ہے جو عبادت ہے یعنی اللہ سمجھ کر پکارنا۔ اس لئے عام مفسرین ممانعت کی آیات میں دعا کے معنی پوجا کرتے ہیں۔ جن وہابیوں نے ممانعت کی آیتوں میں دعا کے معنی پکار کئے اور پھر بات بنانے کے لئے اپنے گھر سے قیدیں لگائیں۔ کہ پکارنے سے مراد ہے دور سے پکارنا۔ مافوق الاسباب پکار سننے کے عقیدے سے پکارنا۔ یا مردوں کو پکارنا بالکل غلط ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ یہ قیدیں قرآن نے کہیں نہیں لگائیں دوسرے اس لئے کہ یہ تفسیر خود قرآنی تفسیر کے خلاف ہے۔ تیسرے اس لئے کہ انبیاء کرام صحابہ عظام نے مردہ کو بھی پکارا ہے اور دور سے سینکڑوں میل پکارا

ہے۔ اور وہ پکار سنی گئی ہے جیسا کہ باب مسائل قرآنیہ میں بیان ہوگا۔ لہذا یہ تفسیر باطل ہے۔
تفسیر قرآن بالقرآن کی اور مثال سمجھو۔ کہ رب تعالیٰ نے جگہ جگہ خدا کے سوا کوئی ولی
ماننے سے منع فرمایا بلکہ فرمایا کہ جو کوئی غیر خدا کو ولی بنائے وہ گمراہ ہے۔ کافر ہے مشرک ہے۔
فرماتا ہے۔

مَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ. (سورہ شوریٰ: ۳۱)
مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا
وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ. (سورہ عنکبوت: ۱۳-۱۶)

ترجمہ: تمہارا خدا کے سوا نہ کوئی ولی ہے اور نہ مددگار۔ ان کی مثال جنہوں نے اللہ
کے سوا اور ولی بنائے۔ مکڑی کی سی ہے جس نے جالا بنا اور بے شک سب گھروں
سے کمزور گھر مکڑی کا ہے پھر فرماتا ہے۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا
جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا. (سورہ کہف: آیت ۱۰۲)

ترجمہ: تو کیا سمجھ رکھا ہے ان کافروں نے جنہوں نے میرے بندوں کو میرے سوا
ولی بنایا۔ ہم نے کافروں کے لئے آگ تیار کی ہوئی ہے۔

اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں۔ ولی کے معنی دوست بھی ہیں اور مددگار بھی مالک بھی
وغیرہ۔ اگر ان آیات میں ولی کے معنی مددگار کئے جائیں اور کہا جائے کہ جو خدا کے سوا کسی کو
مددگار سمجھے وہ مشرک اور کافر ہے۔ تو نقل و عقل دونوں کے خلاف ہے نقل کے تو اس لئے کہ خود
قرآن میں اللہ کے بندوں کے مددگار ہونے کا ذکر ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا

(سورہ نساء: ۷۵)

ترجمہ: خداوند ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی ولی اور مددگار مقرر فرمادے۔
فرماتا ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ
ظَهِيرٌ. (سورہ تحریم: ۴)

ترجمہ: پس اپنے نبی کا مددگار اللہ اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔ فرماتا ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ رِيءُتُونَ
الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ. (سورہ مائدہ: ۵۵)

ترجمہ: تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ مومن بندے ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ. (سورہ توبہ: ۱۷)

ترجمہ: مومن مرد اور مومن عورتیں ان کے بعض بعض کے ولی ہیں۔

اس قسم کی بہت سی آیات ملیں گی۔ عقل کے خلاف اس لئے ہے کہ دنیا و دین کا قیام ایک دوسرے کی مدد پر ہی ہے۔ اگر امداد باہمی بند ہو جائے تو نہ دنیا آباد نہ دین پھر ایسی ضروری چیز کو رب شرک کیسے فرما سکتا ہے۔ آداب اس ممانعت کی تفسیر قرآن کریم سے پوچھیں۔ جب قرآن کریم کی تحقیق کی تو پتہ لگا کہ کسی کو ولی ماننا چار طرح کا ہے جن میں سے تین قسم کا ولی ماننا تو کفر و شرک ہے اور چوتھی قسم کا ولی ماننا عین ایمان ہے۔

(۱) رب تعالیٰ کو کمزور جان کر کسی اور کو مددگار ماننا یعنی رب ہماری مدد نہیں کر سکتا ہے۔ لہذا فلاں مددگار ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَّلِيٌّ مِّنَ الدُّنْيَا وَكَبِيرَةٌ تَكْبِيرًا. (سورہ بنی اسرائیل: ۱۱۱)

ترجمہ: اور نہیں ہے اللہ کا کوئی ولی کمزوری کی بناء پر اور اس کی بڑائی بولو۔

(۲) خدا کے مقابل کسی کو مددگار جاننا یعنی رب تعالیٰ عذاب دینا چاہے اور وہ ولی بچائے فرماتا ہے۔

أُولَئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ
أَوْلِيَاءَ. (سورہ ہود: ۲۰)

ترجمہ: یہ کفار خدا کو عاجز نہیں کر سکتے زمین میں اور نہ کوئی خدا کے مقابل ان کا ولی مددگار ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ۔ (سورہ شوریٰ: ۲۵)

ترجمہ: خبردار! کفار ہمیشہ کے لئے عذاب میں ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ (سورہ شوریٰ: ۲۶)

ترجمہ: اور ان کا کوئی ولی نہ ہوگا۔ جو اللہ کے مقابل ان کی مدد کرے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ أَرَدَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا

يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا۔ (سورہ احزاب: ۱۷)

ترجمہ: فرمادو کہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے۔ اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر

مہر فرمانا چاہے۔ اور وہ اللہ کے مقابل کوئی ولی نہ پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهَ فَلَئِنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا۔ (سورہ نساء: ۵۲)

ترجمہ: اور جس پر خدا لعنت کر دے اس کا مددگار کوئی نہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ۔ (سورہ شوریٰ: ۲۴)

ترجمہ: جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے بعد اس کا ولی کوئی نہیں۔

ان آیات میں خدا کے مقابل ولی مددگار کا انکار کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی

ایسی ہی آیات ہیں جن میں ولی کے یہ معنی ہیں۔

(۳) کسی کو مددگار سمجھ کر پوجنا۔ یعنی ولی بمعنی معبود۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ

زُلْفَىٰ۔ (سورہ زمر: ۳)

ترجمہ: اور جنہوں نے رب کے سوا اور ولی بنائے کہتے ہیں ہم تو انہیں نہیں پوجتے

مگر اس لئے کہ ہمیں وہ اللہ سے قریب کر دیں۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ - (سورہ فرقان: ۶۸)

ترجمہ: اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔

اس آیت میں ولی بمعنی معبود ہے اس لئے اس کے ساتھ عبادت کا ذکر ہے۔ یہ تین طرح کا ولی ماننا کفر و شرک ہے اور ایسا ولی ماننے والا مشرک و مرتد ہے۔ چوتھی قسم کا ولی وہ کہ کسی کو اللہ کا بندہ سمجھ کر اللہ کے حکم سے اسے مددگار مانا جائے۔ اور اس کی مدد کو رب تعالیٰ کی مدد کا مظہر سمجھا جائے۔ یہ بالکل حق ہے جس کی آیات ابھی ابھی گذر چکیں۔

ان آیات نے تفسیر کر دی۔ کہ ممانعت کی آیات میں پہلی تین قسم کے ولی مراد ہیں اور ثبوت اولیاء کی آیات میں چوتھی قسم کے ولی مراد ہیں سبحان اللہ! اس قرآنی تفسیر سے کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ لیکن وہابی جب اس تفسیر سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو اب ولی میں قید لگاتے ہیں کہ مافوق الاسباب کسی کو مددگار ماننا شرک ہے یہ تفسیر نہایت غلط ہے اولاً تو اس لئے کہ مافوق الاسباب کی قید ان کے گھر سے لگی ہے قرآن میں نہیں ہے دوسرے اس لئے کہ یہ تفسیر قرآن کے خلاف ہے جو ہم نے عرض کی۔ تیسرے یہ کہ اللہ کے بندے مافوق الاسباب مدد کرتے ہیں جس کی آیات باب مسائل قرآنیہ میں عرض ہوگی غرضیکہ یہ تفسیر باطل ہے اور قرآنی تفسیر بالکل صحیح ہے۔

یہ تفسیر قرآن بالقرآن کی چند مثالیں عرض کیں۔

تفسیر قرآن بالحدیث کی بہت سی مثالیں ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے:

أَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ - (سورہ بقرہ: ۴۳)

ترجمہ: نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن

قَبْلِكُمْ - (سورہ بقرہ: ۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض

کئے گئے تھے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔

(سورہ آل عمران: ۹۷)

ترجمہ: لوگوں پر اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج ہے۔ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اس کے علاوہ تمام احکام کی آیتیں تفصیل اور تفسیر چاہتی ہیں مگر قرآن کریم نے ان کی نہ مکمل تفسیر فرمائی۔ نہ تفصیل نماز کے اوقات، رکعات کی تعداد، زکوٰۃ کے نصاب اور خود زکوٰۃ کی تعداد اور شرائط، روزے کے فرائض و ممنوعات حج کے شرائط و ارکان تفصیلاً نہ بتائے، ان آیات میں ہم حدیث کے محتاج ہوئے اور تمام تفصیلات وہاں سے معلوم کیں غرضیکہ تفصیل طلب آیات میں بغیر تفسیر کے ترجمہ بے فائدہ بلکہ خطرناک ہے اور تفسیر محض اپنی رائے سے نہیں ہو سکتی، ہم اپنی اس کتاب میں ترجمہ کرنے کے قواعد، بعض ضروری قرآنی مسائل اور قرآن کریم کی کچھ ضروری اصطلاحیں بیان کریں گے مگر ہر چیز کی تفسیر خود قرآن شریف سے پیش کریں گے اگر تائید میں کوئی حدیث بھی پیش کی جائے تو اسے بھی قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے گا۔ کیونکہ آج کل اس طرف استدلال کو مسلمان بہت پسند کرتے ہیں اور ان سے زیادہ مانوس ہیں ضرورت زمانہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اس پر قلم اٹھایا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پہلا باب

اصطلاحات قرآنیہ

قرآن شریف میں بعض الفاظ کسی خاص معنی میں استعمال فرمائے گئے ہیں۔ کہ اگر اس کے علاوہ ان کے دوسرے معنی کئے جائیں تو قرآن کا مقصد بدل جاتا ہے یا فوت ہو جاتا ہے ان اصطلاحوں کو بہت یاد رکھنا چاہیے۔ تاکہ ترجمہ میں دھوکہ نہ ہو۔

ایمان

ایمان امن سے بنا ہے۔ جس کے لغوی معنی امن دینا ہے اصطلاح شریعت میں ایمان عقائد کا نام ہے۔ جن کے اختیار کرنے سے انسان دائمی عذاب سے بچ جائے۔ جیسے توحید رسالت، حشر، نشر، فرشتے، جنت، دوزخ اور تقدیر کو ماننا وغیرہ وغیرہ جس کا کچھ ذکر اس آیت میں ہے۔

كُلٌّ آمِنٌ بِاللَّهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكِتٰبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ۔

(سورہ بقرہ: ۲۸۵)

ترجمہ: سب مومن اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے۔

لیکن اصطلاح قرآن میں ایمان کی اصل جس پر تمام عقیدوں کا دارومدار ہے یہ ہے کہ بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے اپنا حاکم مطلق مانے۔ اپنے کو ان کا غلام تسلیم کرے کہ مومن کے جان، مال، اولاد سب حضور کی ملک ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب مخلوق سے زیادہ ادب و احترام کرے اگر اس کو مان لیا تو توحید اور کتب، فرشتے وغیرہ تمام ایمانیات کو مان لیا۔ اور اگر اس کو نہ مانا تو اگرچہ توحید، فرشتے، حشر و نشر، جنت و دوزخ سب کو مانے مگر قرآن کے فتویٰ سے وہ مومن نہیں بلکہ کافر و مشرک ہے۔ ابلیس پکا موحد نمازی، ساجد تھا فرشتے، قیامت، جنت، دوزخ سب کو ماننا تھا مگر رب تعالیٰ نے فرمایا۔ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ شیطان کافروں میں سے ہے کیوں؟ صرف اس لئے کہ نبی کی عظمت کا قائل نہ تھا غرض ایمان کا مدار قرآن کے نزدیک

عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ ان آیات میں یہی اصطلاح استعمال ہوئی۔
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ
لَا يَجِدُوا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا۔

(سورہ نساء: ۶۵)

ترجمہ: اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! یہ سارے توحید والے اور دیگر لوگ اس
وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک کہ تم کو اپنا حاکم نہ مانیں۔ اپنے سارے
اختلاف و جھگڑوں میں پھر تمہارے فیصلے سے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں اور رضا
و تسلیم اختیار کریں۔

پتہ چلا کہ صرف توحید کا ماننا ایمان نہیں اور تمام چیزوں کا ماننا ایمان نہیں نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ کو حاکم ماننا ایمان ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَّ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔

(سورہ بقرہ: ۸)

ترجمہ: لوگوں میں بعض وہ (منافق) بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت پر
ایمان لائے مگر وہ مومن نہیں۔

دیکھو! اکثر منافق یہودی تھے۔ جو خدا کی ذات و صفات اور قیامت وغیرہ کو مانتے تھے۔
مگر انہیں رب نے کافر قرار دیا۔ کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے تھے اس لئے انہوں
نے اللہ کا اور قیامت کا نام تو لیا۔ مگر حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لیا۔ رب نے انہیں
مومن نہیں مانا فرماتا ہے۔

اِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ

لَرَسُوْلُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔ (سورہ منافقون: ۱)

ترجمہ: جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں
کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ
گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط زبانی طور پر معمولی طریقے سے مان لینے کا دعویٰ کر

دینا مومن ہونے کے لئے کافی نہیں۔ انہیں دل سے ماننے کا نام ایمان ہے۔ سبحان اللہ! قول سچا مگر قائل جھوٹا کیونکہ یہاں دل کی گہرائیوں سے دیکھا جاتا ہے۔

ما دروں را بنگریم و حال را

ما بروں را ننگریم و قال را

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ
الْخَيْرَةُ مِنْ أَمْرِهُمْ۔ (سورہ احزاب: ۳۶)

ترجمہ: اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو حق ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے۔

اس آیت نے بتایا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے مومن کو اپنی جان کے معاملات کا بھی اختیار نہیں۔ یہ آیت زینب بنت جحش کے نکاح کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ وہ حضرت زید کے ساتھ نکاح کرنے کو تیار نہ تھیں۔ مگر حضور علیہ السلام کے حکم سے نکاح ہو گیا۔

ہر مومن حضور علیہ السلام کا غلام اور ہر مومنہ ان سرکار کی لونڈی ہے یہ ہے حقیقت ایمان!

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ۔ (سورہ احزاب: ۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ان کی جان سے بھی زیادہ مالک ہیں اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جان سے بھی زیادہ ہمارے مالک ہوئے تو ہماری اولاد

و مال کے بدرجہ اولیٰ مالک ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا

لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ

لَا تَشْعُرُونَ۔ (سورہ حجرات: ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں ان نبی کی آواز سے بلند نہ کرو نہ ان کی پارگاہ

میں ایسے چیخ کر بولو۔ جیسے بعض بعض کے لئے خطرہ ہے کہ تمہارے اعمال برباد

ہو جائیں۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

پتہ چلا کہ ان کی تھوڑی سی بے ادبی کرنے سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور اعمال کی

بربادی کفر و ارتداد سے ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کی ادنی گستاخی کفر ہے۔

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَدِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اٰیْمَانِکُمْ۔ (سورہ توبہ: ۶۵-۶۶)

ترجمہ: فرمادو کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔
بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

جن منافقین کا اس آیت میں ذکر ہے انہوں نے ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا مذاق اڑایا تھا کہ بھلا حضور کب روم پر غالب آسکتے ہیں اس گستاخی کو رب کی آیتوں کی گستاخی قرار دے کر ان کے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا کس نے؟ کسی مولوی نے؟ نہیں! بلکہ خود اللہ جل شانہ نے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا اَنْظُرْنَا وَاَسْمَعُوْا وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (سورہ بقرہ: ۱۰۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! میرے پیغمبر سے راعنا نہ کہا کرو انظرنا کہا کرو خوب سن لو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس سے پتہ لگا کہ جو کوئی توہین کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسا لفظ بولے جس میں گستاخی کا شائبہ بھی نکلتا ہو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے (جیسے راعنا) خلاصہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن میں ہر جگہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر پکارا موحّد یا نمازی یا مولوی یا فاضل دیوبند کہہ کر نہ پکارا۔ تاکہ پتہ لگے کہ رب تعالیٰ کی تمام نعمتیں ایمان سے ملتی ہیں۔ اور ایمان کی حقیقت وہ ہے جو ان آیتوں میں بیان ہوئی۔ یعنی غلامی سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو حید نوٹ کا کاغذ ہے اور نبوت اس کی مہر۔ جیسے نوٹ کی قیمت سرکاری مہر سے ہے اس کے بغیر وہ قیمتی نہیں اسی طرح ایمان کے نوٹ کی قیمت بازار قیمت میں جب ہی ہوگی جب اس پر حضور کے نام کی مہر لگی ہو۔ ان سے منہ موڑ کر توحید کی قیمت کوئی نہیں۔ اسی لئے کلمہ میں حضور علیہ السلام کا نام ہے اور قبر میں توحید کا اقرار کرانے کے بعد حضور کی پہچان ہے خیال رہے کہ حدیث و قرآن میں بھی مسلمانوں کو موحّد نہ کہا گیا بلکہ مؤمن ہی سے خطاب فرمایا۔

اسلام

اسلام سلم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں صلح، جنگ کا مقابل، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔ (سورہ الانفال: ۶۱)

ترجمہ: اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس طرف جھک جاؤ۔

لہذا اسلام کے معنی ہوئے صلح کرنا مگر عرف میں اسلام کے معنی اطاعت و فرمانبرداری ہے

قرآن شریف میں یہ لفظ کبھی تو ایمان کے معنی میں آتا ہے اور کبھی اطاعت و فرمانبرداری کرنے

کے لئے۔ ان آیات میں اسلام بمعنی ایمان ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ۔ (سورہ ال عمران: ۱۹)

ترجمہ: پسندیدہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ۔ (سورہ حج: ۷۸)

ترجمہ: اس رب نے تمہارا نام مسلم رکھا۔

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمَ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا۔

(سورہ آل عمران: ۶۷)

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی لیکن وہ حنیف ایمان والے تھے۔

قُلْ لَا تَمُنُّوْا عَلٰی اِسْلَامِكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هٰذَا كُمْ بِاِيْمَانٍ اِنْ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (سورہ حجرات: ۱۷)

ترجمہ: فرمادو کہ تم مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ۔ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا

ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو۔

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّالْحَقِيْبِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔ (سورہ یوسف: ۱۰۱)

ترجمہ: مجھے مومن اٹھا اور صالحوں سے ملا۔

وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا

وَرُشِدًا۔ (سورہ جن: ۱۴)

ترجمہ: اور ہم میں سے کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم جو اسلام لائے۔ انہوں نے بھلائی تلاش کر لی۔

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات میں اسلام ایمان کے معنی میں ہے لہذا جیسے ایمان کا دار و مدار امت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی پر ہے ایسے ہی اسلام کا مدار بھی اس سرکار کی غلامی پر ہے لہذا حضور کی عظمت کا منکر نہ مومن ہے نہ مسلمان جیسے شیطان نہ مومن ہے نہ مسلم بلکہ کافر و مشرک ہے۔

بعض آیات میں اسلام بمعنی اطاعت آیا ہے۔ جیسے۔

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ لَّهُ قَانِتُونَ۔ (سورہ روم: ۲۶)

ترجمہ: اس اللہ کے فرمانبردار ہیں تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگ ہر ایک اس کا مطیع ہے یعنی تکوینی احکام میں۔

یہاں قانتین نے اِئْمَانَ کی تفسیر کر دی کیونکہ ساری چیزیں رب تعالیٰ کی تکوینی امور میں مطیع تو ہیں مگر سب مومن نہیں۔ بعض کافر بھی ہیں۔ مِنْكُمْ مُؤْمِنٌ وَمِنْكُمْ كَافِرٌ
قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ۔ (سورہ حجرات: ۱۳)

ترجمہ: اے منافقو! یہ نہ کہو کہ تم ایمان لے آئے۔ بلکہ یوں کہو کہ ہم نے اطاعت قبول کر لی اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ منافق مسلم بمعنی مطیع تو تھے مومن نہ تھے۔

فَلَمَّا أَسْلَمْنَا وَتَلَّهَ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنَهُ أَنْ يَا اِبْرَاهِيمُ۔ (سورہ صفت: ۱۰۳-۱۰۴)

ترجمہ: تو جب دونوں ابراہیم و اسماعیل نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا (ذبح کے لئے) اور ہم نے انہما کی اے ابراہیم۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْتَ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (سورہ بقرہ: ۱۳۱)

ترجمہ: جب فرمایا ابراہیم سے ان کے رب نے مطیع ہو جاؤ عرض کیا کہ میں اللہ رب العالمین کا فرمانبردار ہوا۔

ان دونوں آخری آیات میں اسلام کے معنی ایمان نہیں بن سکتے کیونکہ انبیاء پیدائشی

مومن ہوتے ہیں ان کے ایمان لانے کے کیا معنی؟

ان آیات میں اسلام بمعنی اطاعت ہے۔ پہلی آیت میں تکوینی امور کی اطاعت مراد ہے جیسے بیماری، تندرستی، موت، زندگی وغیرہ آخری دوسری دو آیات میں تشریحی احکام کی اطاعت مراد ہے لہذا منافق مومن نہ تھے مسلم تھے۔ یعنی مجبوراً اسلامی قوانین کے مطیع ہو گئے تھے۔

تَقْوَى

- قرآن کریم میں یہ لفظ بہت استعمال ہوا ہے بلکہ ایمان کے ساتھ تقویٰ کا اکثر حکم آتا ہے۔ تقویٰ کے معنی ڈرنا بھی ہیں اور بچنا بھی۔ اگر اس کا تعلق اللہ تعالیٰ یا قیامت کے دن سے ہو تو اس سے ڈرنا مراد ہوتا ہے کیونکہ رب سے اور قیامت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ جیسے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ - (سورہ آل عمران: ۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو!

وَ اتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا - (سورہ بقرہ: ۲۸)

اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی نفس کسی نفس کی طرف سے نہ بدلا دے گا۔

اور اگر تقویٰ کے ساتھ آگ یا گناہ کا ذکر ہو تو وہاں تقویٰ سے بچنا مراد ہوگا۔ جیسے۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ - (سورہ بقرہ: ۲۴)

ترجمہ: اور اس آگ سے بچو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔

اگر تقویٰ کے بعد کسی چیز کا ذکر نہ ہو رب تعالیٰ کا نہ دوزخ کا تو وہاں دونوں معنی یعنی ڈرنا

اور بچنا درست ہیں جیسے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ - (سورہ بقرہ: ۲-۳)

فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ - (سورہ صود: ۴۹)

ترجمہ: ہدایت ہے ان پر ہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

پس صبر کرو بیشک انجام پر ہیزگاروں کے لئے ہے۔

قرآن کی اصطلاح میں تقویٰ کی دو قسمیں ہیں تقویٰ بدن اور تقویٰ دل۔ تقویٰ بدن کا

مدار اطاعت خدا اور رسول پر ہے۔ فرماتا ہے۔

فَمَنْ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

(سورہ اعراف: ۳۵)

ترجمہ: تو جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ان پر نہ خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ (سورہ یونس: ۶۳)

إِنَّ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا۔ (سورہ انفال: ۲۹)

ترجمہ: ولی اللہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے اگر اللہ کی اطاعت کرو گے تو تمہارے لئے فرق بنا دے گا۔

دلی تقویٰ کا دار و مدار اس پر ہے کہ اللہ کے پیاروں بلکہ جس چیز کو ان سے نسبت ہو جائے اس کی تعظیم و ادب دل سے کرے۔ تبرکات کا بے ادب دلی پرہیزگاری نہیں ہو سکتا۔ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُعْظِمُ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ۔ (سورہ حج: ۳۲)

ترجمہ: جو کوئی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کی پرہیزگاری سے ہے۔

وَمَنْ يُعْظِمِ حُرْمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ۔ (سورہ حج: ۳۰)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو اس کے لئے اس کے رب کے

ہاں بہتری ہے۔

یہ بھی قرآن کریم ہی سے پوچھو کہ شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیاں کیا چیز ہیں۔ فرماتا ہے:-

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ عَتَمَرَهُ فَلَا جُنَاحَ

عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا۔ (سورہ بقرہ: ۱۲۵)

ترجمہ: صفا اور مروہ پہاڑ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو کوئی بیت اللہ کا حج

کرے یا عمرہ اس پر گناہ نہیں کہ ان پہاڑوں کا طواف کر لے۔

صفا اور مروہ وہ پہاڑ ہیں جن پر حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں سات بار چڑھیں اور

اتریں۔ اس اللہ والی کے قدم پڑ جانے کی برکت سے یہ دونوں پہاڑ شعائر اللہ بن گئے اور تا

قیامت حاجیوں پر اس پاک بی بی کی نقل اتارنے میں ان پر چڑھنا اور اترنا سات بار لازم ہو

گیا۔ بزرگوں کے قدم لگ جانے سے وہ چیز شعائر اللہ بن جاتی ہے فرماتا ہے۔

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى۔ (سورہ بقرہ: ۱۲۵)

ترجمہ: تم لوگ مقام ابراہیم کو جاء نماز بناؤ۔

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر کی۔ وہ بھی حضرت خلیل کی برکت سے شعائر اللہ بن گیا اور اس کی تعظیم ایسی لازم ہو گئی کہ طواف کے نفل اس کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہو گئے کہ سجدہ میں سر اس پتھر کے سامنے جھکے۔

جب بزرگوں کے قدم پڑ جانے سے صفامر وہ اور مقام ابراہیم شعائر اللہ بن گئے اور قابل تعظیم ہو گئے تو قبور انبیاء و اولیاء جس میں یہ حضرات ذاتی قیام فرما ہیں یقیناً شعائر اللہ ہیں اور ان کی تعظیم لازم ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُيُوتًا رِئُوسًا رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ. قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا. (سورہ کہف: ۲۱)

ترجمہ: پس لوگ بولے کہ ان اصحاب کہف پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔ اور وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔

اصحاب کہف کے غار پر جو ان کی آرام گاہ ہے گذشتہ مسلمانوں نے مسجد بنائی۔ اور رب نے ان کے کام پر ناراضگی کا اظہار نہ کیا۔ پتہ لگا کہ وہ جگہ شعائر اللہ بن گئی جس کی تعظیم ضروری ہو گئی۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ. (سورہ حج: ۳۶)

ترجمہ: اور قربانی کے جانور (بدن) ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے بنائے تمہارے لئے ان میں خیر ہے۔

جو جانور قربانی کے لئے یا کعبہ معظمہ کے لئے نامزد ہو جائے وہ شعائر اللہ ہے اس کا احترام چاہئے۔ جیسے قرآن کا جزوان اور کعبہ کا غلاف اور زمزم کا پانی مکہ شریف کی زمین کیوں؟ اس لئے کہ ان کو رب یارب کے پیاروں سے نسبت ہے اس سب کی تعظیم ضروری ہے۔ فرماتا ہے۔

فَلَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ. (سورہ بلد: ۱-۲)

وَالْيَمِينِ وَالزُّيْتُونَ وَطُورِ مِئِينِ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ. (سورہ التین: ۱-۳)

أَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةً نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ۔

(سورہ بقرہ: ۵۸)

ترجمہ: میں اس شہر مکہ معظمہ کی قسم فرماتا ہوں حالانکہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

ترجمہ: قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا پہاڑ کی اور اس امانت والے شہر مکہ شریف کی۔

ترجمہ: بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے گھسو اور کہو معافی دے ہم بخش دیں گے۔

طور سینا پہاڑ اور مکہ معظمہ اس لئے عظمت والے بن گئے کہ طور کو کلیم اللہ سے اور مکہ معظمہ کو حبیب اللہ صلوٰۃ علیہما وسلامہ سے نسبت ہو گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے پیاروں کی چیزیں شعائر اللہ ہیں جیسے قرآن شریف خانہ کعبہ صفا مروہ پہاڑ مکہ معظمہ بیت المقدس طور سینا مقابر اولیاء اللہ وانبیاء کرام آب زمزم وغیرہ اور شعائر اللہ کی تعظیم و توقیر قرآنی فتویٰ سے دلی تقویٰ ہے جو کوئی نمازی روزہ دار تو ہو مگر اس کے دل میں تبرکات کی تعظیم نہ ہو وہ دلی پرہیزگار نہیں۔

ان آیات قرآنی سے معلوم ہوا کہ جہاں کہیں قرآن کریم میں تقویٰ کا ذکر ہے وہاں یہ تقویٰ دلی یعنی تبرک چیزوں کی تعظیم ضرور مراد ہے یہ آیات کریمہ تقویٰ کی تمام آیات کی تفسیر ہیں جہاں تقویٰ کا ذکر ہو وہاں یہ قید ضروری ہے۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ۔ (سورہ حجرات: ۳)

ترجمہ: بیشک جو لوگ اپنی آوازیں رسول اللہ کے نزدیک پست کرتے ہیں یہ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

معلوم ہوا کہ مجلس میں حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام تقویٰ ہے کیونکہ یہ بھی شعائر اللہ ہے اور شعائر اللہ کی حرمت دلی تقویٰ ہے ایمان جڑ ہے اور تقویٰ اس کی شاخیں۔ پھل وہی

کھا سکتا ہے جو ان دونوں کی حفاظت کرے اسی طرح بخشش کے پھل اسی کو نصیب ہوں گے جو ایمان اور تقویٰ دونوں کا حامل ہو۔

کفر

کفر کے معنی چھپانا اور مٹانا ہے۔ اسی لئے جرم کی شرعی سزا کو کفارہ کہتے ہیں کہ وہ گناہ کو مٹا دیتا ہے ایک دوا کا نام کا فور ہے کہ وہ اپنی تیز خوشبو سے دوسری خوشبوؤں کو چھپا لیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
مُدْخَلًا كَرِيمًا۔ (سورہ نساء: ۳۱)

ترجمہ: اگر تم بڑے گناہوں سے بچو گے تو ہم تمہارے چھوڑے گناہ مٹا دیں گے اور تم کو اچھی جگہ میں داخل کریں گے۔

قرآن شریف میں یہ لفظ چند معنوں میں استعمال ہوا ہے ناشکری انکار اسلام سے نکل جانا رب تعالیٰ فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔

(سورہ ابراہیم: ۷)

ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دیں گے اور اگر تم ناشکری کرو گے تو ہمارا عذاب سخت ہے۔

وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ۔ (سورہ بقرہ: ۱۵۲)

ترجمہ: میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو۔

وَفَعَلْتَ فَعَلْتِكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ (سورہ شعراء: ۱۹)

ترجمہ: فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم نے اپنا وہ کام کیا جو کیا اور تم ناشکرے

تھے۔ ان آیات میں کفر بمعنی ناشکری ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

لَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ۔

(سورہ بقرہ: ۲۵۶)

ترجمہ: پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے۔ اس نے مضبوط

گرہ پکڑ لی۔

يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔ (سورہ عنکبوت: ۲۵)

ترجمہ: اس دن تمہارے بعض بعض کا انکار کریں گے۔ اور بعض بعض پر لعنت کریں گے۔

وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ۔ (سورہ احقاف: ۶)

ترجمہ: یہ معبودان باطلہ ان کی عبادت کے انکاری ہو جائیں گے۔

ان تمام آیات میں کفر بمعنی انکار ہے نہ کہ اسلام سے پھر جانا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ۔ (سورہ کافرون: ۱-۲)

ترجمہ: فرمادو! کافرو میں تمہارے معبودوں کو نہیں پوجتا۔

فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ۔ (سورہ بقرہ: ۲۵۸)

ترجمہ: پس وہ کافر (نمرود) حیران رہ گیا۔

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ (سورہ بقرہ: ۲۵۳)

ترجمہ: اور کافر لوگ ظالم ہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ (سورہ مائدہ: ۱۷)

ترجمہ: وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا۔ اللہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔

لَا تَعْتَدِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ (سورہ توبہ: ۶۶)

ترجمہ: یہاں نہ بناؤ۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے۔

فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ۔ (سورہ بقرہ: ۲۵۳)

ترجمہ: ان میں سے بعض ایمان لے آئے بعض کافر رہے۔

ان جیسی اور بہت سی آیات میں کفر ایمان کا مقابل ہے جس کے معنی ہیں بے ایمان ہو

جانا۔ اسلام سے نکل جانا اس کفر میں ایمان کے مقابل تمام چیزیں معتبر ہوں گی۔ یعنی جن

چیزوں کا ماننا ایمان تھا ان میں سے کسی کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔ لہذا کفر کی صدہا قسمیں ہوں

گی۔ خدا کا انکار کفر۔ اس کی توحید کا انکار یعنی شرک یہ بھی کفر اسی طرح فرشتے، دوزخ و جنت،

حشر نشتر، نماز روزہ، قرآن کی آیتیں، غرضیکہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے اسی

لئے قرآن شریف میں مختلف قسم کے کافروں کی تردید فرمائی گئی ہے جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ

شرک کی بحث میں آئے گا۔

حقیقت کفر:۔ جیسے کہ صدہا چیزوں کے ماننے کا نام ایمان تھا لیکن ان سب کا مدار صرف ایک چیز پر تھا۔ یعنی پیغمبر کو ماننا کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کما حقہ مان لیا۔ اس نے سب کچھ مان لیا۔ اسی طرح کفر کا مدار صرف ایک چیز پر ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ان کی عظمت کا انکار ان کی شان اعلیٰ کا انکار اصل کفر تو یہ ہے باقی تمام اس کی شاخیں ہیں۔ مثلاً جو رب کی ذات یا صفات کا انکار کرتا ہے وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے کہ حضور نے فرمایا اللہ ایک ہے۔ یہ کہتا ہے کہ دو ہیں۔ اسی طرح نماز روزہ وغیرہ کسی ایک کا انکار درحقیقت حضور کا انکار ہے کہ وہ سرکار فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں فرض ہیں وہ کہتا ہے کہ نہیں اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین ان کی کسی شے کی توہین قرآنی فتویٰ سے کفر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَقُولُونَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ

سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ حَقًّا۔ (سورہ نساء: ۱۵۰-۱۵۱)

وَلِلْكَٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (سورہ بقرہ: ۱۰۳)

ترجمہ: اور وہ کفار کہتے ہیں کہ ہم بعض پیغمبروں پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کریں گے۔ اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکالیں یہی لوگ یقیناً کافر ہیں۔ کافروں ہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (سورہ توبہ: ۶۱)

ترجمہ: اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان ہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یعنی صرف کافر کو دردناک عذاب ہے اور صرف اسے دردناک عذاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دے۔ لہذا پتہ لگا کہ صرف وہ ہی کافر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دے اور جو حضور کی عظمت و احترام خدمت اطاعت کرے وہ سچا مومن ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَھٰجَرُوْا وَجٰہَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا لِنَصْرُوْا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّھُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

(سورہ انفال: ۷۴)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ سچے مسلمان ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔
رب تعالیٰ فرماتا ہے:

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا
ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝ (سورہ توبہ: ۶۳)

ترجمہ: کیا انہیں خبر نہیں کہ جو مخالفت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔
بلکہ جس اچھے کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا لحاظ نہ ہو بلکہ ان کی مخالفت ہو وہ کفر بن جاتا ہے اور جس برے کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو وہ ایمان بن جاتا ہے مسجد بنانا اچھا کام ہے لیکن منافقین نے جب مسجد ضرار حضور کی مخالفت کرنے کی نیت سے بنائی تو قرآن نے اسے کفر قرار دیا۔ فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
وَارْضَاءًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ (الآیة) (سورہ توبہ: ۱۰۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کے لئے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور رسول کا مخالف ہے۔

نماز توڑ دینا گناہ ہے لیکن حضور کے بلانے پر نماز توڑنا گناہ نہیں ہے بلکہ عبادت ہے۔
رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

(سورہ انفال: ۲۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ رسول کا بلاوا قبول کرو جب وہ تمہیں بلائیں اس لئے کہ وہ تمہیں زندگی بخشتے ہیں۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اونچی آواز کرنے اور حضور علیہ السلام کی ادنیٰ

گستاخی کرنے کو قرآن نے کفر قرار دیا ہے جس کی آیات ایمان کی بحث میں گزر چکیں۔ شیطان کے پاس عبادات کافی تھیں مگر جب اس نے آدم علیہ السلام کے متعلق کہا کہ:-

أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ۔ (سورہ ص: ۷۶-۷۷)

ترجمہ: میں ان سے اچھا ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے اور انہیں مٹی سے پیدا کیا اور رب نے فرمایا یہاں سے نکل جا تو مردود ہو گیا۔

تو فوراً کافر ہو گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے جادو گروں نے موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا کہ جادو کرنے سے پہلے عرض کیا۔

قَالُوا يَا مُوسَى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ۝

(سورہ اعراف: ۶۵)

ترجمہ: عرض کیا کہ اے موسیٰ یا پہلے آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہوں۔

اس اجازت لینے کے ادب کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں ایک دن میں ایمان، کلیم اللہ کی صحابیت تقویٰ، صبر، شہادت نصیب ہوئی رب نے فرمایا۔

فَالْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ۔ (سورہ شعرا: ۳۶)

ترجمہ: جادو گر سجدے میں گرادیے گئے۔

یعنی خود سجدے میں نہیں گرے۔ بلکہ رب کی طرف سے ڈال دیے گئے کافر کے دل میں حضور کا ادب آ جائے تو ان شاء اللہ مومن ہو جائے گا اگر مومن کو بے ادبی کی بیماری ہو جائے تو اس کے ایمان چھوٹ جانے کا خطرہ ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی قصور مند تھے مگر بے ادب نہ تھے آخر بخش دیے گئے۔ قابیل یعنی آدم علیہ السلام کا بیٹا جرم کے ساتھ نبی کا گستاخ بھی تھا لہذا خاتمہ خراب ہوا۔

شُرک

شُرک کے لغوی معنی ہیں حصہ یا ساجھا۔ لہذا شُرک کے معنی ہیں حصہ دار یا ساجھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - (سورہ قاطر: ۴۰)

ترجمہ: کیا ان بتوں کا ان آسمانوں اور زمین میں حصہ ہے۔

هَلْ لَكُمْ مِنْ مَلَكُوتٍ أَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ لِيَمَّا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ - (سورہ روم: ۲۸)

ترجمہ: کیا تمہارے مملوک، غلاموں میں سے کوئی شُرک ہے اس میں جو ہم نے تمہیں دیا ہے کہ تم اس میں برابر ہو ان غلاموں سے تم ایسا ڈرو جیسا اپنے نفسوں سے ڈرتے ہو۔

رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ -

(سورہ الزمر: ۲۹)

ترجمہ: ایک وہ غلام جس میں برابر کے چند شُرک ہوں اور ایک وہ غلام جو ایک ہی آدمی کا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں۔

ان آیتوں میں شُرک اور شُرک لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی حصہ ساجھا اور حصہ

دارو ساجھی لہذا شُرک کے لغوی معنی ہیں کسی کو خدا کے برابر جاننا۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے شُرک بمعنی کفران آیات میں آیا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ -

(سورہ نساء: ۱۱۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس جرم کو نہ بخشنے گا کہ اس کے ساتھ شُرک کیا جائے اس کے سوا جس کو چاہے بخش دے گا۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا - (سورہ بقرہ: ۲۲۱)

ترجمہ: نکاح نہ کرو مشرکوں سے یہاں تک کہ ایمان لے آئیں۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ - (سورہ بقرہ: ۲۲۱)

ترجمہ: مومن غلام مشرک سے اچھا ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ
بِالْكَفْرِ۔ (سورہ توبہ: ۱۷)

ترجمہ: مشرکوں کو یہ حق نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں اپنے پرکفر کی گواہی دیتے ہوئے۔

ان آیات میں شرک سے مراد ہر کفر ہے۔ کیونکہ کوئی بھی کفر بخشش کے لائق نہیں۔ اور کسی کافر مرد سے مومنہ عورت کا نکاح جائز نہیں اور ہر مومن ہر کافر سے بہتر ہے خواہ مشرک ہو جیسے ہندو یا کوئی اور جیسے یہودی، پارسی، مجوسی۔

دوسرے معنی کا شرک یعنی کسی کو خدا کے برابر جاننا کفر سے خاص ہے کفر اس سے عام یعنی ہر شرک کفر ہے مگر ہر کفر شرک نہیں۔ جیسے ہر کوا کالا ہے مگر ہر کالا کوا نہیں۔ ہر سونا پیلا ہے مگر ہر پیلا سونا نہیں لہذا ہر یہ کافر ہے مشرک نہیں اور ہندو مشرک بھی ہے کافر بھی۔ قرآن شریف میں شرک اکثر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے:-

جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا اتَّهَمَا۔ (سورہ اعراف: ۱۹۰)

ترجمہ: ان دونوں نے خدا کے برابر کر دیا اس نعمت میں جو رب تعالیٰ نے انہیں دی۔

خَنِيْفًا وَمَا آتَانَا مِنَ الْمُنْشَرِكِيْنَ۔ (سورہ انعام: ۱۲۸)

ترجمہ: میں تمام برے دینوں سے بیزار ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔ (سورہ لقمان: ۱۳)

ترجمہ: بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ (سورہ یوسف: ۱۰۶)

ترجمہ: ان میں سے بہت سے لوگ اللہ پر ایمان نہیں لائے مگر وہ مشرک ہوتے ہیں۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں شرک اسی معنی میں استعمال ہوا ہے بمعنی کسی کو خدا کے مساوی

جاننا۔

شرک کی حقیقت: - شرک کی حقیقت رب تعالیٰ سے مساوات پر ہے یعنی جب تک کسی کو رب کے برابر نہ جانا جائے۔ تب تک شرک نہ ہوگا اسی لئے قیامت میں کفار اپنے بتوں سے کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ - اِذْ نُسُوِيْكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

(سورہ شعراء: ۹۷-۹۸)

ترجمہ: خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ تم کو رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ اس برابر جاننے کی چند صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کو خدا کا ہم جنس مانا جائے جیسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے چونکہ اولاد باپ کی ملک نہیں ہوتی بلکہ باپ کی ہم جنس اور مساوی ہوتی ہے لہذا یہ ماننے والا شرک ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝

(سورہ انبیاء: ۲۶)

ترجمہ: یہ لوگ بولے کہ اللہ نے بچے اختیار فرمائے۔ پاکی ہے اس کے لئے بلکہ یہ اللہ کے عزت والے بندے ہیں۔

قَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ۙ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۝

(سورہ توبہ: ۳۰)

ترجمہ: یہودی بولے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی بولے کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

وَجَعَلُوْا لَہٗ مِنْ عِبَادِہٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ - (سورہ زخرف: ۱۵)

ترجمہ: بنا دیا ان لوگوں نے اللہ کے لئے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا بے شک آدمی کھلانا شکر ہے۔

وَجَعَلُوْا الْمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشْهَدُوْا خَلْقَہُمْ -

(سورہ زخرف: ۱۹)

ترجمہ: انہوں نے فرشتوں کو جو رحمن کے بندے ہیں۔ عورتیں ٹھہرایا۔ کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے۔

أَمْ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بِنَاتٍ وَأَصْفَاكُمْ بِالْبَنِينَ ۝ (سورہ زخرف: ۱۶)
ترجمہ: کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں بنا لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ
خاص کیا۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ -
(سورہ انعام: ۱۰۰)

ترجمہ: اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو حالانکہ اس نے ان کو بنایا اور اس کے لئے
بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں جہالت سے۔

لَيْسُمُونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَى - (سورہ نجم: ۲۷)

ترجمہ: یہ کفار فرشتوں کا نام عورتوں کا سار کھتے تھے۔

ان جیسی بہت سی آیتوں میں اسی قسم کا شرک مراد ہے۔ یعنی کسی کو رب کی اولاد
ماننا۔ دوسرے یہ کہ کسی کو رب تعالیٰ کی طرح خالق مانا جائے جیسے کہ بعض کفار عرب کا عقیدہ تھا
کہ خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق دوسرا رب اب بھی پاری ہی مانتے ہیں خالق خیر کو یزدان
اور خالق شر کو اہرمن کہتے ہیں۔ یہ وہی پرانا مشرکانہ عقیدہ ہے یا بعض کفار کہتے تھے کہ ہم اپنے
برے اعمال کے خود خالق ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بری چیزوں کا پیدا کرنا برا ہے لہذا اس کا
خالق کوئی اور چاہئے اس قسم کے مشرکوں کی تردید کے لئے یہ آیات آئیں خیال رہے کہ بعض
عیسائی تین خالقوں کے قائل تھے۔ جن میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان تمام کی تردید میں
حسب ذیل آیات ہیں۔

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ - (سورہ صفت: ۹۶)

ترجمہ: اللہ نے تم کو اور تمہارے سارے اعمال کو پیدا کیا۔

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝ (سورہ زمر: ۶۳)

ترجمہ: اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ - (سورہ ملا: ۲)

ترجمہ: اللہ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا۔

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (سورہ مائدہ: ۱۲۰)

ترجمہ: اللہ نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا فرمایا اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ - (سورہ مائدہ: ۷۲)

ترجمہ: بے شک کافر ہو گئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثَةٌ - (سورہ مائدہ: ۷۳)

ترجمہ: بیشک کافر ہو گئے وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں تیسرا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا - (سورہ انبیاء: ۲۲)

ترجمہ: اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ دونوں بگڑ جاتے۔

هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ - (سورہ لقمان: ۱۱)

ترجمہ: یہ اللہ کی مخلوق ہے پس مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا تم نے کیا پیدا کیا۔

ان جیسی تمام آیتوں میں اسی قسم کے شرک کا ذکر ہے اور اسی کی تردید ہے۔ اگر یہ مشرک

غیر خدا کو خالق نہ مانتے ہوتے تو ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ ان معبودوں کی مخلوق دکھاؤ درست نہ ہوتا۔

تیسرے یہ کہ خود زمانہ کو موثر مانا جائے اور خدا کی ہستی کا انکار کیا جائے جیسا کہ بعض

مشرکین عرب کا عقیدہ تھا موجودہ دہریہ انہی کی یادگار ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ

وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ - (سورہ جاثیہ: ۲۴)

ترجمہ: وہ بولے وہ تو نہیں مگر یہ ہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں

اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں۔

اس قسم کے دہریوں کی تردید کے لئے تمام وہ آیات ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے۔ کہ عالم

کی عجائبات میں غور کرو کہ ایسی حکمت والی چیزیں بغیر خالق کے نہیں ہو سکتیں۔

أَوَلَمْ يَخْشَى اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُتَفَكَّرُونَ -

ترجمہ: ڈھکتا ہے رات سے دن کو اس میں نشانیاں ہیں فکر والوں کے لئے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي

الْأَلْبَابِ - (سورہ آل عمران: ۹۰)

ترجمہ: بیشک آسمان وزمین کی پیدائش اور دن رات کے گھٹنے بڑھنے میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ -

*(سورہ ذریت: ۲۰-۲۱)

ترجمہ: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے اور خود تمہاری ذاتوں میں ہیں تو تم دیکھتے کیوں نہیں۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ -

(سورہ غاشیہ: ۱۷-۲۰)

ترجمہ: کیا یہ نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کہ کیسے پیدا کیا گیا اور آسمان کی طرف کہ کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑا گیا اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی۔

اس قسم کی بیسیوں آیات میں ان دہریوں کی تردید ہے۔

چوتھے یہ عقیدہ کہ خالق ہر چیز کا تورب ہی ہے مگر وہ ایک بار پیدا کر کے تھک گیا اب کسی کام کا نہیں رہا۔ اب اس کی خدائی کو چلانے والے یہ ہمارے معبودین باطلہ ہیں۔ اس قسم کے مشرکین عجیب بکواس کرتے تھے کہتے تھے کہ چھ دن میں آسمان زمین پیدا ہوئے اور ساتواں دن اللہ نے آرام کا رکھا تھکن دور کرنے کو۔ اب بھی وہ آرام ہی کر رہا ہے چونکہ فرقہ تعطیلیہ اسی قسم کے مشرکوں کی یادگار ہے ان کی تردید ان آیات میں ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ - (سورہ ق: ۳۸)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور ہم کو تھکن نہ آئی۔

أَلَمْ يَسْئَلْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (سورہ ق: ۱۵)

ترجمہ: تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شہ میں ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْنَى بِخَلْقِهِنَّ
بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ۔ (سورہ احقاف: ۳۳)

ترجمہ: اور کیا ان لوگوں نے غور کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور
انہیں پیدا کر کے نہ تھکا وہ قادر اس پر بھی ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ (سورہ یاسین: ۸۲)

ترجمہ: اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو
جاتا وہ ہو جاتی ہے۔

اس قسم کے مشرکوں کی تردید کے لئے اس جیسی کئی آیات ہیں جن میں فرمایا گیا کہ ہم کو
عالم کے بنانے میں کسی قسم کی کوئی تھکاوٹ نہیں پہنچتی۔ اس قسم کے مشرک قیامت کے منکر اس
لئے بھی تھے کہ وہ سمجھتے تھے ایک دفعہ دنیا پیدا فرما کر حق تعالیٰ کافی تھک چکا ہے۔ اب دوبارہ
کیسے بنا سکتا ہے معاذ اللہ! اس لئے فرمایا گیا کہ ہم تو صرف کن سے ہر چیز پیدا فرماتے ہیں حکم
کیسی؟ ہم دوبارہ پیدا کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں کہ اعادہ سے ایجاد مشکل ہے۔

شُرک کی پانچویں قسم: یہ عقیدہ ہے کہ ہر ذرہ کا خالق و مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اتنے
بڑے عالم کو اکیلا سنبھالنے پر قادر نہیں اس لئے اس نے مجبوراً اپنے بندوں میں سے بعض
بندے عالم کے انتظام کے لئے چن لئے ہیں جیسے دنیاوی بادشاہ اور ان کے محکمے۔ اب یہ
بندے جنہیں عالم کے انتظام میں دخل بنایا گیا ہے وہ بندے ہونے کے باوجود رب تعالیٰ پر
دھونس رکھتے ہیں کہ اگر ہماری شفاعت کریں تو رب کو مرعوب ہو کر ماننی پڑے۔ اگر چاہیں تو
ہماری بگڑی بنا دیں ہماری مشکل کشائی کر دیں جو وہ کہیں۔ رب تعالیٰ کو ان کی ماننی پڑے ورنہ
اس کا عالم بگڑ جائے جیسے اسمبلی کے ممبر کہ اگرچہ وہ سب بادشاہ کی رعایا تو ہیں مگر ملکی انتظام میں
ان کو ایسا دخل ہے کہ ملک ان سب کی تدبیر سے چل رہا ہے یہ وہ شرک ہے جس میں عرب کے
بہت سے مشرکین گرفتار تھے اور اپنے بت و ذبیحہ، لات، منات، عزی وغیرہ کو رب کا بندہ مان
کر اور سارے عالم کا رب تعالیٰ کو خالق مان کر مشرک تھے۔ اس عقیدے سے کسی کو پکارنا شرک،
اسے حاجت روا، مشکل کشا ماننا شرک، اس کے سامنے جھکتا شرک، اس کی تعظیم کرنا شرک، غرضیکہ

یہ برابری کا عقیدہ رکھ کر اس کے ساتھ جو تعظیم و توقیر کا معاملہ کیا جائے، وہ شرک ہے ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ (سورہ یوسف: ۱۰۶)
ترجمہ: ان مشرکین میں سے بہت سے وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے، مگر شرک کرتے ہوئے۔

کہ خدا کو خالق، رزاق مانتے ہوئے پھر شرک ہیں انہی پانچویں قسم کے مشرکین کے بارے میں فرمایا گیا۔

وَلَيْسَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفِكُونَ۔ (سورہ عنکبوت: ۶۱)

ترجمہ: اگر آپ ان مشرکوں سے پوچھیں۔ کہ کس نے آسمان و زمین پیدا کئے تو وہ کہیں گے اللہ نے تو فرماؤ کہ کیوں بھولے جاتے ہیں۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُونَ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ ۝ (سورہ مومنون: ۸۸)

ترجمہ: فرمادو کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے قبضے میں ہے جو پناہ دیتا ہے اور پناہ نہیں دیا جاتا، تاؤ اگر تم جانتے ہو تو کہیں گے اللہ ہی کی ہے کہو پھر کہاں تم پر جادو پڑا جاتا ہے۔

وَلَيْسَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ
الْعَلِيمُ ۝ (سورہ زخرف: ۹)

ترجمہ: اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کئے تو کہیں گے کہ انہیں غالب جاننے والے اللہ نے پیدا کیا ہے۔

قُلْ لِمَنْ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (سورہ مومنون: ۸۵)

ترجمہ: فرماؤ کس کی ہے زمین اور اس کی چیزیں اگر تم جانتے ہو۔

سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ۔ (سورہ مومنون: ۸۵)

ترجمہ: تو کہیں گے اللہ کی فرماؤ کہ تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے۔

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ (سورہ مومنون: ۸۶)

فرماؤ کہ سات آسمان اور بڑے عرش کا رب کون ہے؟

سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ - (سورہ مومنون: ۸۷)

ترجمہ: تو کہیں گے اللہ کا ہے۔ فرماؤ کہ تم ڈرتے کیوں نہیں۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَمْ مَنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ

الْاَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ لِلّٰهِ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ - (سورہ یونس: ۳۱)

ترجمہ: فرماؤ تمہیں آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے یا کان آنکھ کا کون مالک

ہے اور کون زندے کو مردے سے اور مردے کو زندے سے نکالتا ہے اور کاموں کی

تدبیر کون کرتا ہے تو کہیں گے اللہ فرماؤ تو تم ڈرتے کیوں نہیں؟

وَلَيْسَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

لَيَقُولَنَّ اللّٰهُ فَاَنى يُؤْفِكُونَ - (سورہ عنكبوت: ۶۱)

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

کس نے سورج و چاند تابعدار کیا تو کہیں گے اللہ نے تو فرماؤ تم کدھر پھرے

جاتے ہو۔

وَلَيْسَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا

لَيَقُولَنَّ اللّٰهُ - (سورہ عنكبوت: ۶۳)

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا بس زمین کو

اس کی موت کے بعد زندہ کیا تو کہیں گے اللہ نے۔

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہوا کہ یہ پانچویں قسم کے مشرک اللہ تعالیٰ کو سب کا

خالق مالک زندہ کرنے والا مارنے والا پناہ دینے والا عالم کا مدبر مانتے تھے مگر پھر مشرک تھے

یعنی ذات صفات کا اقرار کرنے کے باوجود مشرک رہے کیوں؟ یہ بھی قرآن سے پوچھئے۔

قرآن فرماتا ہے کہ ان عقائد کے باوجود وہ دو سبب سے مشرک تھے ایک یہ کہ وہ صرف خدا کو

عالم کا مالک نہیں مانتے تھے۔ بلکہ اللہ کو بھی اور دوسرے اپنے معبودوں کو بھی۔ یہاں اللہ میں لام

ملکیت کا ہے۔ یعنی وہ اللہ کی ملکیت مانتے تھے مگر اکیلے کی نہیں بلکہ ساتھ ہی دوسرے معبودوں کی بھی اسی لئے وہ یہ نہ کہتے تھے کہ ملکیت و قبضہ صرف اللہ کا ہے اور وہ نہیں بلکہ وہ کہتے تھے اللہ کا بھی ہے اور دوسروں کا بھی دوسرے اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ اکیلا یہ کام نہیں کرتا۔ بلکہ ہمارے بتوں کی مدد سے کرتا ہے خود مجبور ہے اسی لئے ان دونوں عقیدوں کی تردید کے لئے حسب ذیل آیات آئیں۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ
وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وِليٌّ مِنَ الذَّلِيلِ وَكَبِّرُهُ تَكْبِيرًا۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۱۱۱)

ترجمہ: اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے اولاد نہ بنائی اور نہ اس کے ملک میں کوئی شریک ہے اور نہ کوئی کمزوری کی وجہ سے اس کا ولی مددگار ہے تو اس کی بڑائی بولو۔

اگر یہ مشرکین ملک اور قبضہ میں خدا کے سوا کسی کو شریک نہیں مانتے تھے تو یہ تردید کس کی ہو رہی ہے اور کس سے یہ کلام ہو رہا ہے۔ فرماتا ہے۔

تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ اذْ نُسَوِّبُكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔

(سورہ شعراء: آیت ۹۷-۹۸)

ترجمہ: دوزخ میں مشرکین اپنے بتوں سے کہیں گے اللہ کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کیونکہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے۔

اگر یہ مشرک مسلمانوں کی طرف اللہ تعالیٰ کو ہر شے کا خالق مالک بلا شرکت غیرے مانتے تھے تو برابری کرنے کے کیا معنی ہیں فرماتا ہے۔

أَمْ لَهُمْ إِلَهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُونِنَا لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُمْ
مِنَّا يُصْحَبُونَ۔ (سورہ انبیاء: ۲۳)

ترجمہ: کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہم سے بچاتے ہیں وہ اپنی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی کوئی یاری ہو۔

اس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید کی ہے کہ ہمارے معبود ہمیں خدا سے مقابلہ کر کے بچا سکتے ہیں۔

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلُوبِهِمْ أَمْ كَانُوا لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَحْكُمُونَ ۚ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ -

(سورہ زمر: ۲۳-۲۴)

ترجمہ: بلکہ انہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں فرمادو کہ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں۔ فرمادو ساری شفاعتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

اس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے۔ کہ ہمارے معبود بغیر اذن الہی دھونس کی شفاعت کر کے ہمیں اس کے غضب سے بچا سکتے ہیں اسی لئے اس جگہ بتوں کے مالک نہ ہونے اور رب کی ملکیت کا ذکر ہے یعنی ملک میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کے ہاں کوئی شفیع نہیں ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هُوَ لَاءِ شُفَعَاءِنَا عِنْدَ اللَّهِ - (سورہ یونس: ۱۸)

ترجمہ: اور پوجتے ہیں وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو جو نہ انہیں نقصان دیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے شفیع ہیں اللہ کے نزدیک۔

اس آیت میں بھی مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے۔ کہ ہمارے بت دھونس کی شفاعت کریں گے کیونکہ وہ رب تعالیٰ کے ساتھ اس کی ملک میں اور عالم کا کام چلانے میں شریک ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عرب کا شرک ایک ہی طرح کا نہ تھا بلکہ اس کی پانچ صورتیں تھیں۔

خالق کا انکار اور زمانہ کو موثر ماننا چند مستقل خالق ماننا۔ اللہ کو ایک مان کر اس کی اولاد ماننا۔ اللہ کو ایک مان کر اسے تھکن کی وجہ سے معطل ماننا اللہ کو خالق و مالک مان کر اسے دوسرے کا محتاج ماننا جیسے اسمبلی کے ممبر شاہان موجودہ کے لئے اور انہیں ملکیت اور خدائی میں دخیل ماننا۔ ان پانچ کے سوا اور چھٹی قسم کا شرک ثلاثہ نہیں۔

ان پانچ قسم کے مشرکین کے لئے پانچ ہی قسم کی تردیدیں قرآن میں آئی ہیں جن پانچوں

کا ذکر سورہ اخلاص میں اس طرح ہے کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ مِثْلُ دَهْرِيُونَ کارد کہ اللہ عالم کا خالق ہے۔
 أَحَدٌ میں ان مشرکوں کا رد جو عالم کے دو خالق مستقل مانتے تھے تاکہ عالم کا کام چلے لَمْ يَلِدْ
 وَلَمْ يُولَدْ میں ان مشرکین کا رد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت عزیر علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا
 بیٹا یا فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے تھے۔ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ میں ان لوگوں کا رد
 جو خالق کو تھکا ہوا مان کر مدبر عالم اوروں کو مانتے تھے۔

اعتراض: مشرکین عرب بھی اپنے بتوں کو خدا کے ہاں سفارشی اور خداری کا وسیلہ مانتے تھے اور
 مسلمان بھی نبیوں و لیوں کو شفیع اور وسیلہ مانتے ہیں تو وہ کیوں مشرک ہو گئے اور یہ کیوں مومن
 رہے؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔

جواب: دو طرح رق ہے کہ مشرکین خدا کے دشمنوں یعنی بتوں وغیرہ کو سفارشی اور وسیلہ سمجھتے
 تھے جو کہ واقعہ میں ایسے نہ تھے اور مومنین اللہ کے محبوبوں کو شفیع اور وسیلہ سمجھتے ہیں لہذا وہ کافر
 ہوئے اور یہ مومن رہے جیسے گنگا کے پانی اور بت کے پتھر کی تعظیم ہولی دیوالی بنارس کاشی کی
 تعظیم شرک ہے مگر آب زمزم مقام ابراہیم رمضان محرم مکہ معظمہ مدینہ طیبہ کی تعظیم ایمان ہے
 حالانکہ زمزم اور گنگا جل دونوں پانی ہیں مقام ابراہیم اور سنگ اسود اور بت کا پتھر دونوں پتھر ہیں
 وغیرہ وغیرہ دوسرے یہ کہ وہ اپنے معبودوں کو خدا کے مقابل دھونس کا شفیع مانتے تھے اور جبری
 وسیلہ مانتے تھے مومن انبیاء اور اولیاء کرام کو محض بندہ محض اعزازی طور پر خدا کے اذن و عطا سے
 شفیع یا وسیلہ مانتے ہیں اور مقابلہ ایمان و کفر کا معیار ہے۔

اعتراض: مشرکین عرب کا شرک صرف اس لئے تھا کہ وہ مخلوق کو فریادرس، مشکل کشا، شفیع،
 حاجت روا، دور سے پکار سننے والا عالم غیب و سپلہ مانتے تھے وہ اپنے بتوں کو خالق مالک رازق
 قابض موت و حیات بخشنے والا نہیں مانتے تھے۔ اللہ کا بندہ مان کر یہ پانچ باتیں ان میں ثابت
 کرتے تھے قرآن کے فتویٰ سے وہ مشرک ہوئے لہذا موجودہ مسلمان جو نبیوں و لیوں کے لئے
 یہ مذکورہ بالا چیزیں ثابت کرتے ہیں وہ بھی انہیں کی طرح مشرک ہیں اگرچہ انہیں خدا کا بندہ
 مان کر ہی کریں۔ چونکہ یہ کام مانوق الاسباب مخلوق کے لئے ثابت کرتے تھے مشرک ہوئے۔

جواب: یہ محض غلط اور قرآن کریم پر افتراء ہے۔ جب تک رب تعالیٰ کے ساتھ بندے کو برابر نہ
 مانا جائے شرک نہیں ہو سکتا۔ وہ بتوں کو رب تعالیٰ کے مقابل ان صفتوں سے موصوف کرتے

تھے مومن رب تعالیٰ کے اذن سے انہیں محض اللہ کا بندہ جان کر مانتا ہے۔ لہذا وہ مومن ہے ان اللہ کے بندوں کے لئے یہ صفات قرآن کریم سے ثابت ہیں قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں باذن الہی مردوں کو زندہ اندھوں کوڑھیوں کو اچھا کر سکتا ہوں۔ میں باذن الہی عیسیٰ کی شکل میں پھونک مار کر پرندہ بنا سکتا ہوں جو کچھ تم گھر میں کھاؤ یا بچاؤ بنا سکتا ہوں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میری قمیص میرے والد کی آنکھوں پر لگا دو انہیں آرام ہوگا۔ جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم سے کہا کہ میں تمہیں بیٹا دوں گا ان تمام میں فوق الاسباب مشکل کشائی حاجت روائی علم غیب سب کچھ آ گیا۔ حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے بے جان پھمڑے میں جان ڈال دی یہ مافوق الاسباب زندگی دینا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا دم میں لاشی اور دم میں زندہ سانپ بن جاتا تھا۔ آپ کے ہاتھ کی برکت سے حضرت آصف آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس یمن سے شام میں لے آئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان بیٹھے ہوئے یوسف علیہ السلام کو سات قفلوں سے بند مقفل کوٹھڑی میں برے ارادے سے بچایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے روحوں کو حج کے لئے پکارا۔ اور تاقیامت آنے والی روحوں نے سن لیا یہ تمام معجزات قرآن کریم سے ثابت ہیں جن کی آیات انشاء اللہ باب احکام قرآن میں پیش کی جائیں گی۔ یہ تو سب شرک ہو گئیں بلکہ معجزات اور کرامات تو کہتے ہی انہیں ہیں۔ جو اسباب سے ورا ہو۔ اگر مافوق الاسباب تصرف ماننا شرک ہو جائے تو ہر معجزہ و کرامت ماننا شرک ہوگا۔ ایسا شرک ہم کو مبارک رہے جو قرآن کریم سے ثابت ہو اور سارے انبیاء و اولیاء کا عقیدہ ہو۔

فرق وہی ہے کہ باذن اللہ یہ چیزیں بندوں کو ثابت ہیں اور رب کے مقابل ماننا شرک ہے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے معجزات اور کرامات تو ہیں ہی۔ ایک ملک الموت اور ان کے عملہ کے فرشتے سارے عالم کو بیک وقت دیکھتے ہیں اور ہر جگہ بہ یک وقت تصرف کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي نُكَلِّمُكُمْ - (سورہ سجدہ: ۱۱)

ترجمہ: فرمادو کہ تم سب کو موت کا فرشتہ موت دے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ نَهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ - (سورہ اعراف: ۳۷)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے قاصد آئیں گے انہیں موت دینے۔
ابلیس طعون کو یہ قوت دی گئی ہے کہ وہ گمراہ کرنے کے لئے تمام کو بیک وقت دیکھتا ہے وہ
بھی اور اس کی ذریت بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔ (سورہ اعراف: ۲۷)

ترجمہ: وہ شیطان اور اس کا قبیلہ تم سب کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں
نہیں دیکھ سکتے۔

- جو فرشتے قبر میں سوال و جواب کرتے ہیں جو فرشتہ ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے۔ وہ
سب جہان پر نظر رکھتے ہیں کیونکہ بغیر اس قوت کے وہ اتنا بڑا انتظام کر سکتے ہی نہیں۔ اور تمام
کام مافوق الاسباب ہیں جو اہر القرآن کے اس فتویٰ سے اسلامی عقائد شرک ہو گئے فرق وہ ہی
ہے جو عرض کیا گیا۔ کہ رب کے مقابل یہ قوت ماننا شرک ہے اور رب کے خدام اور بندوں میں
باذن الہی رب کی عطا سے یہ طاقتیں ماننا عین ایمان ہے۔

☆☆☆☆☆☆

بدعت

بدعت کے لغوی معنی ہیں۔ نئی چیز اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں دین میں نیا کام
جو ثواب کے لئے ایجاد کیا جائے اگر یہ کام خلاف دین ہو تو حرام ہے اور اگر اس کے خلاف نہ ہو
تو درست۔ یہ دونوں معنی قرآن شریف میں استعمال ہوئے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے:

بَدِيعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (سورہ انعام: ۱۰۲)

ترجمہ: وہ اللہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد فرمانے والا ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ۔ (سورہ احقاف: ۹)

ترجمہ: فرمادو کہ میں انوکھا رسول نہیں ہوں۔

ان دونوں آیتوں میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی انوکھا نیا رب تعالیٰ
فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا لِي قُلُوبٍ الْبَعُورَةَ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهَابِيَّةً ۖ اِهْتَدَوْهَا

مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا
 الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ۔ (سورہ حدید: ۲۷)

ترجمہ: اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کے دل میں ہم نے نرمی اور رحمت رکھی اور
 ترک دینا یہ بات جو انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر
 نہ کی تھی۔ ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی۔ پھر اسے نہ
 نباہنے۔ جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے مومنوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا
 کیا اور ان میں سے بہت سے فاسق کہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے رہبانیت اور تارک الدنیا ہونا اپنی طرف سے
 ایجاد کیا۔ رب تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم نہ دیا۔ بدعت حسنہ کے طور پر انہوں نے یہ عبادت ایجاد
 کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بدعت کا ثواب دیا۔ مگر جو اسے نباہ نہ سکے یا جو ایمان سے پھر گئے وہ
 عذاب کے مستحق ہو گئے معلوم ہوا۔ کہ دین میں نئی بدعتیں ایجاد کرنا جو دین کے خلاف نہ ہوں
 ثواب کا باعث ہیں مگر انہیں ہمیشہ کرنا چاہئے جیسے چھ کلمے نماز میں زبان سے نیت قرآن کے
 رکوع وغیرہ علم و حدیث محفل میلاد شریف اور ختم بزرگان کہ یہ دینی چیزیں اگرچہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے زمانے کے بعد ایجاد ہوئیں مگر چونکہ دین کے خلاف نہیں اور ان سے دینی فائدہ
 ہے لہذا باعث ثواب ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد
 کرے اسے بہت ثواب ہوگا۔

الہ

قرآن شریف کی اصطلاحوں میں سے ایک اصطلاح لفظ اللہ بھی ہے اس کی پہچان مسلمان
 کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ کلمہ میں اسی کا ذکر ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. اللہ کے سوا کوئی اللہ
 نہیں۔ نماز شروع کرتے ہی پڑھتے ہیں۔ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ یا اللہ تیرے سوا کوئی اللہ نہیں۔
 غرضیکہ ایمان اور نماز بلکہ سارے اعمال اسی کی پہچان پر موقوف ہیں اگر ہمیں اللہ کی خبر نہ ہو تو
 دوسروں سے نفی کس چیز کی کریں گے اور رب تعالیٰ کے لئے ثبوت کس چیز کا کریں گے۔ غرضیکہ
 اس کی معرفت بہت اہم ہے۔

الہ کے متعلق ہم تین چیزیں عرض کرتے ہیں۔

(۱) الہ کے معنی وہابیوں نے کیا سمجھے اور اس میں کیا غلطی کی۔

(۲) الہ ہونے کی پہچان شریعت اور قرآن میں کیا ہے یعنی کیسے پہچانیں کہ الہ حق کون ہے اور الہ باطل کون۔

(۳) الوہیت کا مدار کس چیز پر ہے۔ یعنی وہ کوئی صفات ہیں جن کے مان لینے سے اسے الہ ماننا پڑتا ہے ان تینوں باتوں کو بہت غور سے سوچنا چاہیے۔

(۱) وہابیوں نے الہ کا مدار دو چیزوں پر سمجھا ہے علم غیب اور مافوق الاسباب حاجات میں تصرف یعنی جس کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ وہ غیب کی بات جان لیتا ہے یا وہ بغیر ظاہری اسباب کے عالم میں تصرف یعنی عملدرآمد کرتا ہے حاجتیں پوری اور مشکلیں حل کرتا ہے۔ وہی الہ ہے دیکھو جواہر القرآن صفحہ ۱۱۲ (قانون لفظ الہ) مصنفہ مولوی غلام خاں صاحب۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ عام مسلمان انبیاء اولیاء کو عالم غیب بھی مانتے ہیں اور مافوق الاسباب متصرف بھی لہذا یہ لوگ کلمہ کے ہی منکر ہیں اور مشرک ہیں۔

لیکن یہ معنی بالکل غلط قرآن کے خلاف خود وہابیہ کے عقیدوں کے خلاف صحابہ کرام اور عام مسلمین کے عقائد کے خلاف ہیں اس لئے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرشتے باذن پروردگار عالم میں تصرف کرتے ہیں کوئی زندوں کو مردہ کرتا ہے (ملک الموت) کوئی ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے۔ کوئی بارش برساتا ہے۔ کوئی حساب قبر لیتا ہے اور یہ سارے کام مافوق اسباب ہیں تو وہابیہ کے نزدیک یہ سارے الہ ہو گئے اسی طرح انبیاء کرام مافوق اسباب حاجتیں پوری کرتے ہیں مشکلیں حل کرتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اندھوں کو ڈھوں کو اچھا اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ یوسف علیہ السلام اپنی قمیص سے باذن پروردگار نابینا آنکھ کو بینا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب الہ ٹھہرے اور ان کا ماننے والا لا الہ الا اللہ کا منکر ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھر میں کھائی بچائی چیزوں کی خبر دیتے تھے آصف برخیا تخت بلقیس آن کی آن میں شام میں لے آتے ہیں۔ یہ بھی الہ ہوئے غرضیکہ اس تعریف سے کوئی قرآن کا ماننے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ شاید جواہر القرآن والے نے یہ تعریف سوتے میں لکھی ہے یا نشہ میں۔

مذکورہ بالا امور کی آباء۔ نساء اللہ تیسرے باب میں پڑھی۔

(۲) الہ برحق کی بڑی پہچان صرف یہ ہے کہ جس کو نبی کی زبان الہ کہے وہ الہ برحق ہے اور جس کی الوہیت کا پیغمبر انکار کریں وہ الہ باطل ہے۔ تمام کافروں نے سورج چاند ستاروں پتھروں کو الہ کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار کیا سارے جھوٹے اور نبی سچے رب تعالیٰ کی الوہیت کا سارے فرعونوں نے انکار کیا۔ کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلم نے اقرار کیا سارے فرعونی جھوٹے اور موسیٰ علیہ السلام سچے۔ الہ کی پہچان اس سے اعلیٰ ناممکن ہے نبی الہ کی دلیل مطلق اور برہان ناطق ہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

فَالْقِيَسَ السَّحْرَةَ مُنْجِدِينَ ۝ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُوسَى
وَهَارُونَ۔ (سورہ شعراء: ۴۶-۴۸)

ترجمہ: پس جادوگر سجدے میں ڈال دیے گئے۔ وہ بولے کہ ہم ایمان لائے
جہانوں کے رب پر جو رب ہے حضرت موسیٰ و ہارون کا۔
رب العالمین کی پہچان یہ بتائی کہ جو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا رب ہے ورنہ
فرعون کہہ سکتا تھا کہ رب العالمین تو میں ہوں۔ یہ مجھ پر ایمان لا رہے ہیں۔ فرعون نے ڈوبتے
وقت کہا تھا۔

أَمِنْتُ بِرَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ.

ترجمہ: میں حضرت موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لایا۔
اس نے بھی رب تعالیٰ کی معرفت بذریعہ ان دو پیغمبروں کے کی۔ اگرچہ اس کا ایمان اس
لئے قبول نہ ہوا کہ عذاب دیکھ کر ایمان لایا۔ جب ایمان کا وقت گذر چکا تھا۔

إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي. قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَالآبَاءَ ك
إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا۔ (سورہ بقرہ: ۱۳۳)

ترجمہ: جب فرمایا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہ میرے بعد کے پوجو
گے؟ تو وہ بولے کہ آپ کے اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم اسماعیل اور اسحاق
علیہ السلام کے رب کی عبادت کریں گے۔

ان بزرگوں نے بھی سچے الہ کی پہچان یہی عرض کی کہ جو پیغمبروں کا بتایا ہوا الہ ہے وہی سچا
ہے جیسے دھوپ آفتاب کی بڑی دلیل ہے ایسے ہی انبیاء کرام نور الہی کی تجلی اولیٰ ہیں۔ ان کا

فرمان رب تعالیٰ کی قوی برہان ہے۔ اگر کوئی نبی کا فرمان چھوڑ کر اپنی عقل و دانش سے خدا کو پہچانے نہ وہ مومن ہے نہ موحد۔

لفظ الہ کی تحقیق

الہ الہ سے بنا جس کے لغوی معنی ہیں انتہائی بلندی یا حیرانی، الہ وہ جو انتہائی بلند و برتر ہو۔ یا جس کی ذات یا صفات میں مخلوق کی عقل حیران رہ جائے۔ قرآن کی اصطلاح میں الہ بمعنی مستحق عبادت ہے یعنی معبود۔ جہاں کہیں الہ آئے اس کے معنی معبود ہوں گے لا الہ نہیں ہے کوئی مستحق عبادت الا اللہ خدا کے سوا مستحق عبادت وہ جس میں یہ صفات ہوں۔ پیدا کرنا، رزق زندگی، موت، کا مالک ہونا، خود مخلوق کی صفات سے پاک ہونا، جیسے کھانا، پینا، مرنا، سونا، مخلوق ہونا، کسی عیب کا حامل ہونا وغیرہ۔ دانا غیب مطلق ہونا عالم کا مالک حقیقی ہونا وغیرہ فرماتا ہے۔

أَمْ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ۔ (سورہ انبیاء: ۲۱)

ترجمہ: کیا انہوں نے زمین میں سے معبود بنائے وہ کچھ پیدا کرتے ہیں۔

یعنی چونکہ ان بتوں میں پیدا کرنے کی قابلیت نہیں وہ تو خود مخلوق ہیں لہذا وہ خدا ہے خواہ

رب کے خلاف ہی ہو۔

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهًا هَوَاهُ أَلَمْ يَكُنْ عَلَيهِ وَكِيلاً۔

(سورہ فرقان: ۲۳)

ترجمہ: تو دیکھو تو جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا الہ بنا لیا تو اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہو گئے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا۔ (سورہ توبہ: ۳۱)

ترجمہ: عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا اور مسیح بیٹے مریم کو اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک خدا کو پوجیں۔

ظاہر ہے کہ عیسائیوں نے نہ تو اپنی خواہش کو نہ اپنے پادریوں کو خدا مانا مگر چونکہ رب تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کی اطاعت کی اس لئے انہیں گویا الہ بنا لیا۔

(۲) کسی کو یہ سمجھنا کہ یہ ہم کو رب تعالیٰ کے مقابلہ میں اس سے بچالے گا۔ یعنی وہ عذاب دینا

چاہے تو یہ نہ دینے دیں۔

أَمْ لَهُمُ إِلَهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُونِنَا لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ
مِنَّا يُصْحَبُونَ۔ (سورہ انبیاء: ۲۳)

ترجمہ: کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہمارے مقابل ہم سے بچالیں وہ تو اپنی
جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد کی جائے۔

(۳) کسی کو دھونس کا شفیع سمجھنا۔ کہ رب تعالیٰ کے مقابل اس کی مرضی کے خلاف ہمیں اس سے
چھوڑا لے گا۔

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلُوبًا أُولُو كُنُوفٍ لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا
يَعْقِلُونَ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا۔ (سورہ زمر: ۲۳-۲۴)

ترجمہ: کیا انہوں نے اللہ کے مقابل سفارشی بنا رکھے ہیں۔ فرمادو کہ کیا اگرچہ وہ
کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں فرمادو کہ شفاعت تو سب اللہ کے
ہاتھوں میں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔ (سورہ بقرہ: ۲۵۵)

ترجمہ: وہ کون ہے جو رب کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے۔

(۳) کسی کو شفیع سمجھ کر پوجنا۔ سے تمبیدی سجدہ کرنا۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هُوَ
شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ۔ (سورہ یونس: ۱۸)

ترجمہ: اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے نہ نفع اور
کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے نزدیک۔

(۴) کسی کو خدا کی اولاد ماننا پھر اس کی اطاعت کرنا۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ
عِلْمٍ۔ (سورہ النعام: ۱۰۰)

ترجمہ: اور بنایا ان شرکین نے جناب کو اللہ کا شریک حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا
اور بنایا ان کے لئے بیٹے اور بیٹیاں۔

غرضیکہ الہ کا مدار صرف اسی پر ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر ماننا اور برابری کی وہ ہی صورتیں ہیں جو اوپر کی آیات سے معلوم ہوئیں۔ ہم مخلوق کو سمیع، بصیر زندہ، قادر، مالک، وکیل، حاکم، شاہد اور متصرف مانتے ہیں مگر مشرک نہیں کیونکہ کسی کو ان صفات میں رب تعالیٰ کی طرح نہیں مانتے۔

اعتراض: رب تعالیٰ بتوں اور نبیوں، ولیوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ -

(سورہ قصص: ۲۸)

ترجمہ: اور ان کے لئے کوئی اختیار نہیں اللہ پاک اور برتر ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کو اختیار ماننا ہی شرک ہے تم بھی نبیوں، ولیوں کو اختیار مانتے ہو تم نے انہیں الہ بنا لیا۔

جواب: - یہاں اختیار سے مراد پیدا کرنے کا اختیار ہے اسی لئے فرمایا گیا۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ - (سورہ قصص ۲۸)

ترجمہ: آپ، کارب جو چاہے پیدا کرے۔ اور اختیار فرمائے انہیں کوئی اختیار نہیں۔

اختیار سے مراد ہے رب تعالیٰ کے عامل اختیار۔ ورنہ تم بھی بارشاہوں، حاکموں کو

بااختیار مانتے ہو۔ اسی لئے ان سے ڈرتے ہو۔

اعتراض: رب تعالیٰ نے نبیوں، ولیوں اور جنوں کے لئے فرمایا۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ - (سورہ یونس: ۱۱)

ترجمہ: وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے نہ نفع۔

معلوم ہوا کہ کسی کو نافع اور ضار ماننا سے الہ ماننا ہے ورنہ تم بھی نبیوں، ولیوں کو نافع اور ضار

مانتے ہو تم بھی مشرک ہوئے۔

جواب: ان جیسی آیات میں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں نافع ماننا مراد ہے کہ رب تعالیٰ چاہے

ہمیں نقصان پہنچانا، اور یہ ہمیں نفع پہنچا دیں۔ اس کی تفسیر یہ آیت ہے۔

إِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ - (سورہ آل عمران: ۱۶۰)

ترجمہ: اگر خدا تمہیں رسوا کرے تو اس کے بعد تمہیں مدد کون دے گا۔
ورنہ تم بھی بادشاہ حاکموں، بلکہ سانپ، بچھو، دواؤں کو نافع اور نقصان دہ مانتے ہو نیز فرماتا

ہے۔

وَإِنْ يُمْسِكْ اللَّهُ بَصِيرَ فَلَآ كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُمْسِكْ
بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (سورہ انعام: ۱۷)

ترجمہ: اگر تجھے اللہ سختی پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور جو تجھے
بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ آیت ان تمام آیتوں کی تفسیر ہے کہ نفع نقصان سے مراد رب تعالیٰ کے مقابل نفع اور
نقصان ہے۔

اعتراف: رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا۔

(سورہ مریم: ۲۳)

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے باپ تم اسے کیوں پوجتے ہو جو نہ سنے نہ
دیکھے نہ تم سے کچھ مصیبت دور کرے۔

معلوم ہوا کہ کسی کو عائبانہ پکار سننے والا عائبانہ دیکھنے والا نافع و ضار ماننا اسے الہ ماننا
ہے۔ یہ شرک ہے تم بھی نبیوں، ولیوں میں یہ صفات مانتے ہو لہذا انہیں الہ مانتے ہو۔

جواب: اس آیت میں دور سے سننے دیکھنے کا ذکر کہاں ہے۔ یہاں تو کفار کی حماقت کا ذکر ہے
کہ وہ ایسے پتھروں کو پوجتے ہیں جن میں دیکھنے سننے کی بھی طاقت نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ جو
سنے دیکھے وہ خدا ہے ورنہ پھر تو ہر زندہ انسان خدا ہونا چاہئے کہ وہ سنتا دیکھتا ہے۔

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ (سورہ دہر: ۲)

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

أَمْ لَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۗ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْتَطِشُونَ بِهَا ۗ أَمْ لَهُمْ آعْيُنٌ
يُبْصِرُونَ بِهَا ۗ (سورہ اعراف: ۱۹۵)

ترجمہ: کیا ان بتوں کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑیں۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن

سے وہ چلیں کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھیں۔

اس میں بھی ان کفار کی حماقت کا ذکر ہے کہ وہ بے آنکھ بے ہاتھ اور بے پاؤں کی مخلوق کو پوجتے ہیں۔ حالانکہ ان بتوں سے خود یہ بہتر ہیں۔ کہ ان کے ہاتھ پاؤں، آنکھ کان وغیرہ تو ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کے آنکھ کان ہوں وہ خدا ہو جائے۔

اعتراض: رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنْ تَجْهَرُ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔

(سورہ طہ: ۷-۸)

ترجمہ: اگر تم اونچی بات کہو تو وہ پوشیدہ اور چھپی باتوں کو جان لیتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ اونچی نیچی ظاہر چھپی سب باتوں کو جانے اگر کسی نبی ولی میں یہ طاقت مانی گئی تو اسے اللہ مان لیا گیا اور شرک ہو گیا۔
جواب: خدا کی یہ صفات ذاتی قدیم غیر فانی ہیں اسی طرح کسی میں یہ صفات ماننا شرک ہے اس نے اپنے بندوں کو ظاہر پوشیدہ باتیں جاننے کی قوت بخشی ہے۔ یہ قوت بہ عطاء الہی عارضی غیر میں ماننا عین ایمان ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (سورہ ق: ۱۸)

ترجمہ: بندہ کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک محافظ تیار بیٹھا ہے۔
یعنی اعمال نامہ لکھنے والا فرشتہ انسان کا ہر ظاہر اور پوشیدہ کلام لکھتا ہے اگر اس فرشتے کو ہر ظاہر باطن کا علم نہ ہوتا تو لکھتا کیسے ہے؟

وَإِنْ عَلَيْكُمْ لَهُ حَفِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ۔

(سورہ انفطار: ۱۰-۱۲)

ترجمہ: اور بیشک تم پر کچھ نگہبان ہیں معزز لکھنے والے جانتے ہیں ہر وہ جو تم کرو۔
پتہ لگا کہ اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے ہمارے چھپے اور ظاہر عمل کو جانتے ہیں ورنہ تحریر کیسے کریں۔

اعتراض: رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا۔

(سورہ جن: ۶)

ترجمہ: اور کچھ انسانوں کے مرد کچھ جنوں کے مردوں کی پناہ لیتے تھے اور اس سے ان کا اور تکبر بڑھ گیا۔

معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کسی کی پناہ لینا کفر و شرک ہے۔ فرماتا ہے۔

وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ۔ (سورہ مومنون: ۸۸)

ترجمہ: وہ رب پناہ دیتا ہے اور اس پر پناہ نہیں دی جاتی۔

جواب: ان آیات میں رب تعالیٰ کے مقابل پناہ لینا مراد ہے نہ کہ اس کے اذن سے اس کے بندوں کی پناہ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ (سورہ نساء: ۶۴)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے پاس آ جائیں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور آپ بھی ان کی مغفرت کی دعا کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اگر یہ مراد نہ ہو تو ہم سردی گرمی میں کپڑوں مکانوں سے پناہ لیتے ہیں بیماری میں حکیم سے مقدمہ میں حاکموں سے یہ سب شرک ہو جائے گا۔

اعتراض: خدا کے سوا کسی کو علم غیب ماننا شرک ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ۔ (سورہ نمل: ۶۵)

ترجمہ: فرمادو جو آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔

علم غیب دلیل الوہیت ہے۔ جسے عالم غیب مانا سے الہ مان لیا جو اہر القرآن۔

جواب: اگر علم غیب دلیل الوہیت ہے تو ہر مومن الہ ہے کیونکہ ایمان بالغیب کے بغیر کوئی مومن

نہیں ہوتا۔ منون بالغیب اور بغیر علم کے ایمان ناممکن ہے اور ملک الموت، ابلیس، فرشتہ کاتب

تقدیر بھی الہ ہو گئے کہ ان سب کو بہت علوم غیبیہ دیے گئے ہیں رب فرماتا ہے۔

أَلَمْ نَكُفِّرْكُمْ هُوَ وَقَبِيلَهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔ (سورہ عراف: ۲۷)

ترجمہ: ہم نے تم کو اور اس کے قبیلہ والے تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں، تم انہیں دیکھ

نہیں سکتے۔

غیب کے متعلق نفی کی آیات بھی ہیں اور ثبوت کی بھی۔ نفی کی آیات میں واجب قدیم کل ذاتی علم مراد ہے اور ثبوت کی آیات میں عطائی ممکن۔ بعض عارضی علم مراد ہے۔ رب فرماتا ہے۔

وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ (سورہ انعام: ۵۹)

ترجمہ: نہیں ہے کوئی خشک و تر چیز مگر وہ روشن کتاب لوح محفوظ میں ہے۔

وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ (سورہ یونس: ۳۷)

ترجمہ: قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے اس میں شک نہیں۔

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ (سورہ نحل: ۸۹)

ترجمہ: ہم نے آپ پر قرآن اتارا تمام چیزوں کا روشن بیان۔

اگر کسی کو علم غیب نہیں دینا تھا تو لکھا کیوں؟ اور جب لکھا گیا تو جو فرشتے لوح محفوظ کے

حافظ ہیں تو انہیں علم ہے یا نہیں۔ ضرور ہے تو چاہئے کہ یہ سب الہ بن جائیں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ حکم صرف اللہ کا ہے۔

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ۔ (سورہ انعام: ۵۷)

ترجمہ: نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔

أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلاً۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۲)

ترجمہ: میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔

وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا۔ (سورہ احزاب: ۳۹)

ترجمہ: اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

تو چاہئے کہ وکیل ہونا، حکم ہونا، حسیب ہونا، الوہیت کی دلیل ہو جسے وکیل مانا اسے خدا

مان لیا۔

مر ہمیں کتب و ہمیں ملا

کار طفلان تمام خواہد شدا

ولی

لفظ 'ولی' یا 'ولایت' سے بنا ہے۔ ولی کے معنی قرب اور ولایت کے معنی حمایت ہیں لہذا دل کے لغوی معنی 'قرب' والی 'حمایت' ہیں قرآن شریف میں یہ لفظ اتنے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ دوست، قریب، مددگار، والی، وارث، معبود، مالک، ہادی۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔ (سورہ مائدہ: ۵۵)

ترجمہ: تمہارا دوست یا مددگار صرف اللہ اور اس کے رسول اور وہ مومن ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔

نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔ (سورہ حم السجدہ: ۳۱)

ترجمہ: ہم ہی تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت میں۔

مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاةٌ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ
ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ۔ (سورہ تحریم: ۴)

ترجمہ: پس نبی کا مددگار اللہ ہے اور نیک مومن ہیں اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔

(سورہ نساء: ۷۵)

ترجمہ: پس بنا دے تو ہمارے لئے اپنے پاس سے والی اور بنا دے ہمارے لئے اپنے پاس سے مددگار۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ۔

(سورہ احزاب: ۶)

ترجمہ: نبی زیادہ قریب یا زیادہ مالک ہیں مسلمانوں کے بمقابلہ ان کی جانوں کے اور ان کی (نبی کی) بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

ان آیتوں میں ولی کے معنی قریب، دوست، مددگار، مالک ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

وَالَّذِينَ آؤُا وَنَصَرُوْا اَوْلِيَاكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ۔ (سورہ انفال: ۷۴)

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی ان کے بعض بعض کے وارث ہیں۔

اس آیت میں ولی بمعنی وارث ہے کیونکہ شروع اسلام میں مہاجر و انصار ایک دوسرے کے وارث بنا دیے گئے تھے۔

وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِنْ وَّلٰيَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا۔ (سورہ انفال: ۷۴)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہ کی۔ انہیں ان کی وراثت سے کچھ نہیں یہاں تک کہ ہجرت کریں۔

اس آیت میں بھی ولی سے مراد وارث ہے کیونکہ اول اسلام میں غیر مہاجر مہاجر کا وارث نہ ہوتا تھا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ۔ (سورہ انفال: ۷۴)

ترجمہ: اور کافر بعض بعض کے وارث ہیں۔

وَاَوْلٰٓءِ الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰٓىٓ بَعْضٍ۔ (سورہ انفال: ۷۵)

ترجمہ: رشتہ دار بعض بعض کے وارث ہیں۔

لَقَدْ لَبِٔىٓ مِنْ لَدُنْكَ وَّلِيًّا بَرِيًّا وَيَرْثُ مِنْ اٰلِ يٰعْقُوْبَ۔

(سورہ مریم: ۵-۶)

ترجمہ: تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث و جانشین ہو۔

ان آیات میں بھی ولی سے مراد وارث ہے۔ جیسا کہ بالکل ظاہر ہے۔

اِنَّهٗ وَّلِيُّ الْبٰٓئِسِ اٰمَنُوْا يُخْرِجُوْهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِينَ كَفَرُوْا اَوْلِيَآءُ هُمُ الظَّالِمُوْنَ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ۔

(سورہ بقرہ: ۲۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مومنوں کا حامی والی ہے کہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حامی والی شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیرے کی طرف نکالتے ہیں۔

اس آیت میں ولی بمعنی حامی والی ہے۔ بعض آیات میں ولی بمعنی معبود آیا ہے۔ ملاحظہ

ہو۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفًا۔

(سورہ زمر: ۳)

جنہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنائے اور کہتے ہیں کہ نہیں پوجتے ہم ان کو مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔

اس آیت میں ولی بمعنی معبود ہے اس لئے آگے فرمایا گیا۔ مَا نَعْبُدُهُمْ۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ ۗ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا۔ (سورہ کہف: ۱۰۲)

ترجمہ: تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو معبود بنالیں۔ بے شک ہم نے کافروں کی مہمانی کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

اس آیت میں بھی ولی بمعنی معبود ہے۔ اس لیے ان ولی بنانے والوں کو کافر کہا گیا کیونکہ

کسی کو دوست اور مددگار بنانے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا ہے معبود بنانے سے کافر ہوتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا۔

(سورہ عنکبوت: ۴۱)

ترجمہ: ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنالیا۔ مکڑی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا۔

اس آیت میں بھی ولی بمعنی معبود ہے کہ یہاں کفار کی مذمت بیان ہو رہی ہے اور کافر ہی

دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔

ولی اللہ - ولی من دون اللہ

ولی بمعنی دوست یا مددگار دو طرح کے ہیں ایک اللہ کے ولی دوسرے اللہ کے مقابل ولی۔ اللہ کے ولی وہ ہیں جو اللہ سے قرب رکھتے ہیں اس کے دوست ہوں اور اسی وجہ سے دنیا والے انہیں دوست نہیں رکھتے ہیں۔ ولی من دون اللہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خدا کے دشمنوں کو دوست بنایا جائے جیسے کافروں یا بتوں یا شیطان کو دوسرے یہ کہ اللہ کے دوستوں یعنی نبی ولی کو خدا کے مقابل مددگار سمجھا جائے۔ کہ خدا کا مقابلہ کر کے یہ ہمارے کام آئیں گے۔ ولی اللہ کو ماننا عین ایمان ہے اور ولی من دون اللہ بنانا عین کفر و شرک ہے ولی اللہ کے لئے یہ آیت ہے۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا
وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ (سورہ یونس: ۶۲-۶۳)

ترجمہ: خبردار! اللہ کے دوست نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

اس آیت میں ولی اللہ کا ذکر ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ الْمُؤْمِنِينَ۔
(سورہ آل عمران: ۲۸)

ترجمہ: مسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا۔

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ (سورہ بقرہ: ۱۰۷)

ترجمہ: اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

ان دو آیتوں میں ولی من دون اللہ کا ذکر ہے۔ پہلی آیت میں دشمنان خدا کو دوست بنانے کی ممانعت ہے۔ دوسری میں خدا کے مقابل دوست کی نفی ہے۔ یعنی رب تعالیٰ کے مقابل دنیا میں کوئی مددگار نہیں نہ ولی نہ پیر نہ نبی۔ یہ حضرات جس کی مدد کرتے ہیں اللہ کے حکم اور اللہ کے ارادے سے کرتے ہیں۔

ولی یا اولیاء کے ان معانی کا بہت لحاظ رکھنا چاہئے بے موقعہ ترجمہ بد عقیدگی کا باعث ہوتا ہے۔ مثلاً اگر نمبراً آیت اِنَّمَا وَّلِيْكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ الْاٰیة کا ترجمہ یہ کر دیا جائے کہ تمہارے معبود اللہ رسول اور مومنین ہیں تو شرک ہو گیا اور اگر مَالِكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا

نَصِيرٍ - کے یہ معنی کر دیے جائیں کہ خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں تو کفر ہو گیا۔ کیونکہ مددگاروں کا ذکر فرمایا ہے اس آیت کا انکار ہو گیا رب تعالیٰ فرماتا ہے: کافروں، ملعونوں کا کوئی مددگار نہیں۔ معلوم ہوا کہ مومنوں کے مددگار ہیں۔

وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهَ فَلَئِنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا - (سورہ نساء)

ترجمہ: اور جس پر خدا لعنت کر دے اس کے لئے مددگار کوئی نہ پاؤ گے۔

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ - (سورہ شوریٰ: ۲۴)

ترجمہ: اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے پیچھے کوئی مددگار نہیں۔

وَمَنْ يُضِلِلْهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا - (سورہ کہف: ۱۷)

ترجمہ: جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے ہادی مرشد آپ نہ پائیں گے۔

دعا

دعا دعویٰ دعوت سے بنا ہے۔ جس کے معنی بلانا یا پکارنا ہے۔ قرآن شریف میں لفظ دعا پانچ معنی میں استعمال ہوا ہے پکارنا، بلانا، مانگنا یا دعا کرنا، پوجنا یعنی معبود سمجھ کر پکارنا، تمنا آرزو کرنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

أَدْعُوهُمْ لِأَبَاءِ هُمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ - (سورہ احزاب: ۵)

ترجمہ: انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک عدل ہے۔

وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِيْ اٰخِرَتِكُمْ - (سورہ آل عمران: ۱۵۳)

ترجمہ: اور پیغمبر تم کو تمہارے پیچھے پکارتے تھے۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا - (سورہ نور: ۶۳)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو بعض کے بعض کو پکارنے کی طرح نہ بناؤ۔

ان جیسی تمام آیات میں دعا بمعنی پکارنا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ - (سورہ نحل: ۲۵)

ترجمہ: اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ - (سورہ بقرہ: ۲۴)

ترجمہ: اور بلاؤ اپنے مددگار کو اللہ کے سوا۔

وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ۔ (سورہ آل عمران: ۱۰۴)

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے۔

ان جیسی آیات میں دعا کے معنی بلانے کے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً۔ (سورہ اعراف: ۵۵)

ترجمہ: اپنے رب سے عاجزی سے خفیہ طور پر دعا مانگو۔

إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ (سورہ ابراہیم: ۳۹)

ترجمہ: بے شک میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ۔ (سورہ ابراہیم: ۴۰)

ترجمہ: اے ہمارے رب میری دعا سن لے۔

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔ (سورہ عنکبوت: ۲۵)

ترجمہ: جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خدا سے دعا مانگتے ہیں دین کو اس کے

لئے خالص کر کے۔

وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا۔ (سورہ مریم: ۴)

ترجمہ: اے میرے رب میں تجھ سے دعا مانگنے میں کبھی نادم نہ رہا۔

أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ (سورہ بقرہ: ۱۸۶)

ترجمہ: میں دعا مانگنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب مجھ سے دعا کرتا ہے۔

وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ۔ (سورہ مؤمن: ۵۰)

ترجمہ: اور نہیں ہے کافروں کی دعا مگر بربادی میں۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ۔ (سورہ آل عمران: ۳۸)

ترجمہ: وہاں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی۔

ان جیسی تمام آیات میں دعا کے معنی دعا مانگنا ہیں رب فرماتا ہے۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ۔ (سورہ حم السجده: ۳۱)

ترجمہ: اور تمہارے لئے جنت میں وہ ہوگا جو تمہارے دل چاہیں۔ اور تمہارے

لئے وہاں وہ ہوگا جس کی تم تمنا کرو۔

اس آیت میں دعا بمعنی آرزو کرنا ٹاٹا ہنا خواہش کرنا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَلُكُمْ۔ (سورہ اعراف: ۱۹۳)

ترجمہ: جنہیں خدا کے سوا پوجتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔

وَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا۔ (سورہ جن: ۱۸)

ترجمہ: بیشک مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

(سورہ احقاف: ۵)

ترجمہ: اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا ایسوں کو پوجتا ہے جو اس کی عبادت قبول نہ کرے قیامت تک۔

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا۔ (سورہ مومن: ۷۴)

ترجمہ: کافر کہیں گے کہ غائب ہو گئے ہم سے بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہ پوجتے تھے۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ

غَيْرُ أَحْيَاءٍ۔ (سورہ نحل: ۲۰-۲۱)

ترجمہ: اور وہ جن کی یہ مشرکین پوجا کرتے ہیں اللہ کے سوا وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ پیدا کئے جاتے ہیں یہ مردے ہیں زندہ نہیں۔

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَ هُمْ قَالُوا رَبُّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَاءُ نَا الَّذِينَ

كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ۔ (سورہ نحل: ۸۶)

ترجمہ: اور جب مشرکین اپنے معبودوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے رب

ہمارے یہ ہمارے وہ معبود ہیں جنہیں ہم تیرے سوا پوجا کرتے تھے۔

ان جیسی تمام وہ آیات جن میں غیر خدا کی دعا کو شرک و کفر کہا گیا یا اس پر جھڑکا گیا ان

سب میں دعا کے معنی عبادت (پوجا) اور یدعون کے معنی ہیں وہ پوجتے ہیں۔ اس کی تفسیر قرآن

کی ان آیتوں نے کی ہے جہاں دعا کے ساتھ عبادت یا اللہ کا لفظ آ گیا ہے فرماتا ہے۔

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ۝ قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ -
(سورہ مومن: ۶۵-۶۶)

ترجمہ: وہ ہی زندہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسے پوجو۔ اس کے لئے
دین کو خالص کر کے سب خوبیاں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں تم فرماؤ میں منع
کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔

اس آیت میں لا الہ الا هو اور ان اعبد نے صاف بتا دیا کہ یہاں دعا سے پوجنا مراد
ہے نہ کہ پکارنا۔

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُوا إِلَيَّ اسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي
سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذَا جَرِينٍ - (سورہ مومن: ۶۰)

ترجمہ اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا
بے شک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر دوزخ
میں جائیں گے۔

یہاں دعا سے مراد دعا مانگنا ہے اور دعا بھی عبادت ہے اس لئے ساتھ ہی عبادت کا ذکر
ہو فقط پکارنا مراد نہیں۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً
وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ - (سورہ احقاف: ۵-۶)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا اس کی پوجا کرتا ہے جو
قیامت تک اس کی نہ سنیں۔ اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو یہ ان کے دشمن ہوں
گے اور ان کی عبادت سے منکر ہو جائیں گے۔

یہاں بھی دعا سے مراد پکارنا نہیں بلکہ پوجنا یعنی معبود سمجھ کر پکارنا مراد ہے کیونکہ ساتھ ہی
ان کے اس فعل کو عبادت کہا گیا ہے ان آیات نے ان تمام آیات کی شرح کر دی جہاں غیر خدا
کی دعا کو شرک فرمایا گیا اور بتا دیا کہ وہاں دعا سے مراد پوجنا یا دعا مانگنا ہے اور دعا بھی عبادت

ہے اگر غیر خدا کو پکارنا شرک ہوتا تو جن آیتوں میں پکارنے کا حکم دیا گیا ان سے ان آیات کا تعارض ہو جاتا۔ پکارنے کی آیات ہم نے ابھی پیش کر دیں اس لئے عام مفسرین ان ممانعت کی آیتوں میں دعا کے معنی عبادت کرتے ہیں ان کی یہ تفسیر قرآن کی ان آیتوں سے حاصل ہے۔
اعتراض: دعا کے معنی کسی لغت میں عبادت نہیں دعا کے معنی بلانا خدا کرنا عام لغت میں مذکور ہیں لہذا ان تمام آیتوں میں اس کے معنی پکارنا ہی ہیں۔ (جواہر القرآن)

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ دعا کے لغوی معنی پکارنا اور اصطلاحی معنی عبادت ہیں قرآن میں یہ لفظ (دونوں معنوں میں استعمال ہوا جہاں دعا کی اجازت ہے۔ وہاں لغوی پکارنا مراد ہے اور جہاں غیر خدا کی دعا سے ممانعت ہے وہاں عرفی معنی پوجنا مراد ہیں۔ جیسے لغت میں صلوة کے معنی دعا ہیں اور عرفی معنی نماز۔ قرآن میں اَقِمْو الصَّلٰوةَ میں صلوة مراد نماز ہے اور صَلِّ عَلَيْهِمْ اور صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ میں صلوة سے مراد دعا ہے تمہارا اعتراض ایسا ہے جیسے کوئی نماز کا انکار کر دے اور کہے قرآن میں جہاں بھی صلوة آیا ہے وہاں دعا مراد ہے۔ کیونکہ یہی اس کے لغوی معنی ہیں ایسے ہی طواف کے لغوی معنی گھومنا ہیں اور اصطلاحی معنی ایک خاص عبادت ہیں قرآن میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا۔

دوسرے یہ کہ واقعی دعا کے معنی پکارنا ہیں مگر پکارنے کی بہت سی نوعیتیں ہیں جن میں سے کسی کو خدا سمجھ کر پکارنا عبادت ہے ممانعت کی آیات میں یہی مراد ہے یعنی کسی کو خدا سمجھ کر نہ پکارے۔ اس کی تصریح قرآن کی اس آیت نے فرمادی۔

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ۔

(سورہ مومنون: ۱۱۷)

ترجمہ: اور جو خدا کے ساتھ دوسرے خدا کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب رب کے پاس ہے۔

اس آیت نے خوب صاف فرمادیا کہ پکارنے سے خدا سمجھ کر پکارنا مراد ہے۔

اعتراض: ان ممانعت کی آیتوں میں پکارنا ہی مراد ہے۔ مگر کسی کو دور سے پکارنا مراد ہے یہ سمجھ کر کہ وہ سن رہا ہے یہ ہی شرک ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب: یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن کی ان آیتوں میں دور نزدیک کا ذکر نہیں یہ قید آپ نے اپنے گھر سے لگائی ہے نیز یہ قید خود قرآن کی اپنی تفسیر کے بھی خلاف ہے لہذا مردود ہے نیز اگر دور سے پکارنا شرک ہو تو سب مشرک ہو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے حضرت ساریہ کو پکارا حالانکہ وہ نہاوند میں تھے۔ حضرت ابراہیم نے کعبہ بنا کر تمام دور کے لوگوں کو پکارا اور تمام روحوں نے جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھیں انہوں نے سن لیا۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے آج نمازی حضور علیہ السلام کو پکارتا ہے السلاہ علیک ایہا النبی اے نبی آپ پر سلام ہو۔ اگر یہ شرک ہو جائے تو ہر نمازی کی نماز تو پیچھے ختم ہوا کرے ایمان پہلے ختم ہو جائے۔ آج ریڈیو کے ذریعہ دور سے لوگوں کو پکارتے ہیں اور وہ سن لیتے ہیں اگر کہا جائے کہ ریڈیو کی بجلی کی طاقت ایک سبب ہے اور سبب کے ماتحت دور سے سننا شرک نہیں۔ تو ہم بھی کہیں گے۔ کہ نبوت کے نور کی طاقت ایک سبب ہے اور سبب کے ماتحت سننا شرک نہیں۔ غرضیکہ یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض: ممانعت کی آیتوں میں مردوں کو پکارنا مراد ہے۔ یعنی مرے ہوئے کو پکارنا یہ سمجھ کر وہ سن رہا ہے۔ شرک ہے (جو اہل القرآن)

جواب: یہ بھی غلط ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ یہ قید تمہارے گھر کی ہے۔ قرآن میں نہیں آئی۔ رب تعالیٰ نے مردہ زندہ غائب حاضر دور نزدیک کی قید لگا کر ممانعت نہ فرمائی۔ لہذا یہ قید باطل ہے دوسرے یہ کہ یہ تفسیر خود قرآن کی تفسیر کے خلاف ہے۔ اس نے فرمایا کہ دعا سے مراد عبادت ہے تیسرے یہ کہ اگر مردوں کو پکارنا شرک ہو۔ تو ہر نمازی نماز میں حضور کو پکارتا ہے۔ السلاہ علیک ایہا النبی اے نبی آپ پر سلام ہو۔ حالانکہ حضور وفات پا چکے ہیں ہم کو حکم ہے کہ قبرستان جا کر یوں سلام کریں۔ السلاہ علیکم دار قوم من المسلمین اے مسلمانوں کے گھر والو تم پر سلام ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کی ہوئی چڑیوں کو پکارا اور انہوں نے سن لیا۔ ب تعالیٰ نے فرمایا۔

ثُمَّ اِذْعُنَّ يَاتِيَنَّكَ سَعْيًا۔ (سورہ بقرہ: ۲۶)

ترجمہ: پھر ان مرے ہوئے پرندوں کو بلاؤ پکارو وہ دوڑتے ہوئے تم تک آ جائیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ان کی ہلاکت کے بعد

پکارا۔ صالح علیہ السلام کا قصہ سورہ اعراف میں اس طرح بیان ہوا۔

فَاخَذَتْهُمْ الرِّجْفَةُ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جِثِيمِينَ ۝ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ
يَقَوْمِ لَقَدْ ابْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُجِبُونَ
النَّاصِحِينَ۔ (سورہ اعراف: ۷۸-۷۹)

ترجمہ: تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا۔ تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا۔ اے میری قوم بے شک میں نے تم تک اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

شعیب علیہ السلام کا واقعہ اسی سورہ اعراف میں کچھ آگے یوں بیان فرمایا۔

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَقَوْمِ لَقَدْ ابْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ
فَكَيْفَ اسَى عَلَى قَوْمٍ كَافِرِينَ۔ (سورہ اعراف: ۹۳)

ترجمہ: شعیب نے بدلت کفار کے بعد ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم! میں نے تجھے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے اور تمہاری خیر خواہی کی تو میں کافر قوم پر کیسے غم کروں۔

ان دونوں آیتوں میں فتویٰ کی ف سے معلوم ہوا۔ کہ ان دونوں پیغمبروں علیہم الصلوٰت والسلام کا یہ خطاب قوم کی بدلت کے بعد تھا۔ خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن مرے ہوئے ابو جہل، ابولہب، امیہ ابن خلف وغیرہ کفار سے پکار کر فرمایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر فرمایا۔ کہ تم ان مردوں سے زیادہ نہیں سنتے۔

کہئے! اگر قرآن کے فتویٰ سے مردوں کو پکارنا شرک ہے۔ تو انبیاء کرام کے اس پکارنے کا کیا جواب ہے۔ غرضیکہ یہ اعتراض محض باطل ہے۔

اعتراض: کسی کو دور سے حاجت روائی کے لئے پکارنا شرک ہے اور ممانعت کی آیتوں میں یہی مراد ہے۔ لہذا اگر کسی نبی ولی کو دور سے یہ سمجھ کر پکارا گیا کہ وہ ہمارے حاجت روا ہیں تو شرک ہو گیا۔ (جوہر القرآن)

جواب: یہ اعتراض بھی غلط ہے اولاً تو اس طئے کہ قرآن کی ممانعت والی آیتوں میں یہ قید نہیں۔ تم نے اپنے گھر سے لگائی ہے لہذا معتبر نہیں۔ دوسرے اس لئے کہ یہ تفسیر خود قرآن کی اپنی تفسیر

کے خلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔ تیسرے اس لئے کہ ہم نے بتا دیا۔ کہ اللہ کے بندے دور سے سنتے ہیں۔ خواہ نور نبوت سے یا نور ولایت سے دوسرے باب میں ہم عرض کریں گے۔ کہ قرآن کہہ رہا ہے۔ کہ اللہ کے بندے حاجت روا، مشکل کشا بھی ہیں۔ جب یہ دونوں باتیں علیحدہ علیحدہ صحیح ہیں تو ان کا مجموعہ شرک کیونکر ہو سکتا ہے۔ قرآن فرما رہا ہے کہ اللہ کے بندے وفات کے بعد سن بھی لیتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں جو خاص خاص کو محسوس ہوتا ہے رب فرماتا ہے۔

وَسئَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهَةً يُعْبَدُونَ۔ (سورہ زخرف: ۲۵)

ترجمہ: اے حبیب ان رسولوں سے پوچھو جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے۔ کیا ہم نے خدا کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔

غور کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انبیاء سابقین وفات پا چکے تھے۔ مگر رب تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے محبوب! ان وفات یافتہ رسولوں سے پوچھ لو کہ کیا کوئی خدا کے سوا اور معبود ہے اور پوچھا اس سے جاتا ہے۔ جو سن بھی لے اور جواب بھی دے۔ پتہ لگا کر اللہ کے بندے بعد وفات سنتے اور بولتے ہیں معراج کی رات سارے وفات یافتہ رسولوں نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر وفات یافتہ رسولوں نے حج میں شرکت کی اور حج ادا کیا اس بارے میں بہت سی صریح احادیث موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دعا قرآن کریم میں بہت سے معنوں میں استعمال ہوا ہے ہر جگہ اس کے وہ معنی کرنا چاہئیں جو وہاں کے مناسب ہیں جن وہابیوں نے ہر جگہ اس کے معنی پکارنا کئے ہیں۔ وہ ایسے نقش غلط ہیں جس سے قرآنی مقصد فوت ہی نہیں بلکہ بدل جاتا ہے۔ اسی لئے وہابیوں کو اس پکارنے میں بہت سی قیدیں لگانی پڑتی ہیں کبھی کہتے ہیں غائب کو پکارنا، کبھی کہتے ہیں مردہ کو پکارنا، کبھی کہتے ہیں دور سے سنانے کے لئے پکارنا، کبھی کہتے ہیں مافوق الاسباب سنانے کے لئے دور سے پکارنا شرک ہے۔ مگر پھر بھی نہیں مانتے پھر تعجب ہے کہ جب کسی کو پکارنا عبادت ہو تو عبادت کسی کی بھی کی جائے شرک ہے زندہ کی یا مردہ کی، قریب کی یا دور کی، پھر یہ قیدیں بے کار ہیں۔ غرضیکہ یہ معنی نہایت ہی غلط ہیں ان جگہوں میں دعا سے مراد پوجنا ہے۔

اس معنی پر نہ کسی قید کی ضرورت ہے نہ کوئی دشواری پیش آ سکتی ہے۔
ضروری نوٹ: اللہ کے پیارے وفات کے بعد زندوں کی مدد کرتے ہیں قرآن شریف سے
 ثابت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ
 رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ۔ (سورہ آل عمران: ۸۴)
 ترجمہ: یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو میں تمہیں کتاب و حکمت
 دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے
 تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت سے پتہ لگا۔ کہ ميثاق کے دن رب تعالیٰ نے انبیاء کرام سے دو وعدے کئے
 ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا اور رب تعالیٰ
 جانتا تھا۔ کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی کی زندگی میں نہ تشریف لائیں
 گے۔ پھر بھی انہیں ایمان لانے اور مدد کرنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ روحانی ایمان اور روحانی مدد
 مراد ہے اور انبیاء کرام نے دونوں وعدوں کو پورا کیا کہ معراج کی رات سب نے حضور کے پیچھے
 نماز پڑھی۔ یہ ایمان کا ثبوت ہے بہت سے پیغمبروں نے حج الوداع میں شرکت کی۔ حضرت
 موسیٰ علیہ السلام نے شب معراج دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح مدد کی کہ پچاس
 نمازوں کی پانچ کرادیں۔ اب بھی وہ حضرات انبیاء مسلمانوں کی اور حضور کے دین کی روحانی
 مدد فرما رہے ہیں۔ اگر یہ مدد نہ ہوا کرتی تو یہ عہد لغو ہوتا۔ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں اس عہد کو
 ظاہری طور پر بھی پورا فرمانے کے لئے تشریف لائیں گے۔

عبادت

قرآن شریف کی اصطلاحوں میں عبادت بھی بہت اہم اور نازک اصطلاح ہے۔ کیونکہ یہ
 لفظ قرآن شریف میں بہت کثرت سے آیا ہے اور اس کے معنی میں نہایت باریکی ہے اطاعت
 تعظیم عبادت ان تینوں میں نہایت لطیف فرق ہے بعض لوگ اس نازک فرق کا اعتبار نہیں
 کرتے۔ ہر تعظیم کو بلکہ ہر عبادت کو عبادت کہہ کر سارے مسلمانوں بلکہ اپنے بزرگوں کو بھی

مشرک و کافر کہہ دیتے ہیں اس لئے اس کا مفہوم اس کا مقصود بہت غور سے سنئے۔

عبادت عبد سے بنا ہے۔ عبادت کے لغوی معنی ہیں بندہ بننا یا اپنی بندگی کا اظہار کرنا جس سے لازم آتا ہے معبود کی الوہیت کا اقرار کرنا مفسرین نے اس کی تعریف انتہائی تعظیم بھی کی ہے اور انتہائی عاجزی بھی۔ دونوں تعریفیں درست ہیں۔ کیونکہ عابد کی انتہائی عاجزی سے معبود کی انتہائی تعظیم لازم ہے۔ اور معبود کی انتہائی تعظیم سے عابد کی انتہائی عاجزی مستلزم انتہائی تعظیم کی حد یہ ہے کہ معبود کی وہ تعظیم کی جائے جس سے زیادہ تعظیم ناممکن ہو اور اپنی ایسی عاجزی کی جائے جس سے نیچے کوئی درجہ متصور نہ ہو اس لئے۔

عبادت کی شرط یہ ہے کہ بندگی کرنے والا معبود کو الہ اور اپنے کو اس کا بندہ سمجھے یہ سمجھ کر جو تعظیم بھی اس کی کرے گا عبادت ہوگی۔ اگر اسے الہ نہیں سمجھتا۔ بلکہ نبی، ولی، باپ، استاد، پیر، حاکم، بادشاہ سمجھ کر تعظیم کرے تو اس کا نام اطاعت ہوگا۔ توقیر، تعظیم، تجلیل عبادت اللہ تعالیٰ ہی کی ہو سکتی ہے بندے کی نہیں اگر بندے کی عبادت کی تو شرک ہو گیا اور دیوالی کی تعظیم، کوئی تعظیم ایمان ہے جیسے پیغمبر کی تعظیم کوئی تعظیم ثواب ہے کوئی گناہ۔ اسی لئے قرآن کریم میں عبادت کے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ یا رب یا الہ کا ذکر ہے اور اطاعت و تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہے اور نبی کا بھی، ماں باپ کا بھی حاکم کا بھی فرماتا ہے۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔

(سورہ بنی اسرائیل: ۲۳)

ترجمہ: آپ کے رب نے فیصلہ فرما دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ۔

(سورہ مائدہ: ۱۱)

ترجمہ: نہیں کہا تھا میں نے ان سے مگر وہ ”ہی“ جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ۔ (سورہ بقرہ: ۲۱)

ترجمہ: اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔

نُعْبُدُ إِلَهَكَ وَاللَّهُ أَبَانِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ -

(سورہ بقرہ: ۱۳۳)

ترجمہ: ہم عبادت کریں گے آپ کے الہ کی اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم اسمعیل اور اسحاق کے الہ کی علیہم السلام۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ (سورہ کافرون: ۱-۲)

ترجمہ: فرمادو اے کافرو جن کی تم پوجا کرتے ہو ان کی پوجا میں نہیں کرتا۔

ان جیسی ساری عبادت کی آیتوں میں صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوگا لیکن اطاعت و تعظیم میں سب کا ذکر ہوگا۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ - (سورہ نساء: ۵۹)

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت رسول کی اور اپنے میں سے حکم والوں کی۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ - (سورہ نساء: ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

وَتَعَزَّزُوهُ وَتُوقِّرُوهُ - (سورہ فتح: ۹)

ترجمہ: نبی کی مدد کرو اور ان کی تعظیم کرو۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ - (سورہ اعراف: ۱۵۷)

ترجمہ: پس جو ایمان لائے نبی پر اور تعظیم کی ان کی اور مدد کی۔

وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ - (سورہ حج: ۳۲)

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلی پرہیزگاری ہے۔

غرضیکہ تعظیم و اطاعت بندے کی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن عبادت صرف اللہ کی جب عبادت

میں یہ شرط ہے کہ الہ جان کر کسی کی تعظیم کرنا۔ تو یہ بھی سمجھ لو کہ الہ کون ہے اس کی پوری تحقیق ہم

الہ کی بحث میں کر چکے کہ الہ وہ ہے جسے خالق مانا جائے یا خالق کے برابر۔ برابری خواہ خدا کی

اولاد مان کر ہو یا اس کی طرح مستقل مالک حاکم حی قیوم مان کر یا اللہ تعالیٰ کو اس کا حاجت مند

مان کر ہو ایک ہی کام اس عقیدے سے ہو تو عبادت ہے اور اس عقیدے کے بغیر ہو تو عبادت

نہیں دیکھو رب تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجد کرو۔

فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتَ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ۔ (سورہ حجر: ۲۹)

ترجمہ: پس جب میں انہیں برابر کر دوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم ان کے لئے سجدہ میں گر جاؤ۔

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا۔ (سورہ یوسف: ۱۰۰)

ترجمہ: اور یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر اٹھالیا اور وہ سب ان کے سامنے سجدے میں گر گئے۔

ان آیتوں سے پتہ لگا کر فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں سجدہ کیا اور بھی امتوں میں سجدہ کا رواج تھا کہ چھوٹے بڑوں کو سجدہ کرتے تھے پھر یہ بھی فرمایا۔

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا۔ (سورہ حم سجدہ: ۲۷)

لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورہ مؤمن: ۱۶)

ترجمہ: سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ ایک اللہ غالب کو سجدہ کرو۔

اس قسم کی بہت آیتوں میں سجدہ کرنے کو منع فرمایا گیا۔ بلکہ اسے کفر قرار دیا پچھلی آیتوں میں سجدہ تعظیسی مراد ہے اور ان آیتوں میں سجدہ تعبدی مراد ہے بندوں کو تعبدی سجدہ نہ اس سے پہلے کسی دین میں جائز تھا نہ ہمارے اسلام میں جائز۔ ہمیشہ سے یہ شرک ہے۔ سجدہ تعظیسی پہلے دینوں میں جائز تھا ہمارے اسلام میں حرام۔ لہذا کسی کو سجدہ تعظیسی کرنا اب حرام ہے شرک نہیں۔ لیکن سجدہ تعبدی کرنا شرک ہے ایک ہی کام الوہیت کے عقیدے سے شرک ہے اور بغیر عقیدہ الوہیت شرک نہیں مسلمان سنگ اسود مقام ابراہیم اور آب زم زم کی تعظیم کرتے ہیں۔ مشرک نہیں مگر ہندو بت یا گنجا جل کی تعظیم کر لے تو مشرک ہے کیونکہ مومن کا عقیدہ ان چیزوں کی الوہیت کا نہیں اور کفار کا عقیدہ الوہیت کا ہے۔

عبادت کی قسمیں

عبادت بہت طرح کی ہے جانی، مالی، بدنی، وقتی وغیرہ۔ مگر اس کی قسمیں دو ہیں ایک وہ جس کا تعلق براہ راست رب تعالیٰ سے ہو۔ کسی بندے سے نہ ہو جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ۔ کہ بندہ ان کاموں کو صرف رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے بندے کی رضا کا

اس میں دخل نہیں۔ دوسرے وہ جن کا تعلق بندے سے بھی ہے اور رب تعالیٰ سے بھی یعنی جن بندوں کی اطاعت کا رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کی اطاعت خدا کو راضی کرنے کے لئے رب کی عبادت ہے۔ جیسے والدین کی فرمانبرداری، مرشد استاد کی خوشنودی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف، اہل قرابت کے حقوق کی ادائیگی غرضیکہ کوئی جائز کام ہو اگر اس میں رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت کر لی جائے تو وہ رب تعالیٰ کی عبادت بن جاتے ہیں۔ اور ان پر ثواب ملتا ہے حتیٰ کہ جو اپنے بیوی بچوں کو کما کر اس لئے کھلائے کہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ رب تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے تو کمانا بھی عبادت ہے اور جو خدا کا دیا اس لئے کھائے کہ رب تعالیٰ کا حکم ہے۔ کلو اور شربوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اداء فرض کا ذریعہ ہے تو کھانا بھی عبادت ہے اسی لئے مجاہد فی سبیل اللہ غازی کا کھانا بھی عبادت ہے اسی لئے مجاہد فی سبیل اللہ غازی کا کھانا پینا، سونا، جاگنا عبادت ہے۔ بلکہ ان کے گھوڑوں کی رفتار بھی عبادت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا۔ (سورہ عدیت: ۱)

ترجمہ: قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں سینے کی آواز نکالتے۔

فَالْمُودِيَاتِ قُدْحًا۔ (سورہ عدیت: ۲)

ترجمہ: پھر سم مار کر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں۔

فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا۔ (سورہ عدیت: ۳)

ترجمہ: پھر صبح ہوتے ہی کفار کو تاخت و تاراج کرتے ہیں۔

لہذا ماں باپ کو راضی کرنا، ان کی اطاعت کرنا، رب تعالیٰ کی عبادت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جان و مال قربان کرنا اس سرکار کی اطاعت ہے اور رب تعالیٰ کی عبادت بلکہ اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ موجودہ وہابی اس الوہیت کی قید سے بے خبر رہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کو شرک کہہ دیتے ہیں ان کے ہاں محفل میلاد شریف، شرک، قبروں پر جانا، شرک، عید کو سویاں پکانا، شرک، نعلین کو بوسہ دینا، شرک، گویا قدم قدم پر شرک ہے اور ساری مشرکین و کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

اعتراض: کسی کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر اس کی تعظیم کرنا عبادت ہے۔ اور اس کے سامنے

جھکنا بندگی۔ (جو اہر القرآن تقویۃ الایمان)

جواب: یہ غلط ہے۔ ہم حکام وقت کی تعظیم کرتے ہیں یہ سمجھ کر بہت سی مشکلات میں ان کے پاس جانا پڑتا ہے کیا یہ عبادت ہے؟ ہرگز نہیں۔ حکیم استاد کی تعظیم کی جاتی ہے کہ ان سے کام نکلنے رہتے ہیں۔ یہ عبادت نہیں۔

اعتراض: کسی کو مافوق الفطرت الاسباب مان کر اس کی تعظیم کرنا عبادت ہے اور یہ ہی شرک ہے۔

جواب: یہ بھی غلط ہے فرشتے مافوق الاسباب تصرف کرتے ہیں یہ جان نکالتے ہیں۔ ماں کے پیٹ میں بچے بناتے ہیں۔ بارش برساتے ہیں عذاب الہی لاتے ہیں۔ یہ سمجھ کر فرشتوں کی تعظیم کرنا ان کی عبادت ہے۔ نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے پانی کے چشمے باذن اللہ جاری کر دیے چاند پھاڑ ڈالا۔ ڈوبا سورج واپس بلا لیا کنگروں، پتھروں سے کلمہ پڑھوایا۔ درختوں جانوروں سے اپنی گواہی دلوائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باذن اللہ مردے زندہ کئے اندھے کوڑھی اچھے کئے۔ یہ سارے کام مافوق الاسباب کئے اس لئے ان کی تعظیم کرنا عبادت ہے ہرگز نہیں کیونکہ انہیں خدا کے برابر کوئی نہیں مانتا خدا کے برابر ماننا ہی عبادت کے لئے شرط اول ہے۔ یہ سب اللہ کے بندے اللہ کے اذن و ارادے سے کرتے ہیں اسی لئے حضرت صالح و حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت نوح اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوم کو پہلی تبلیغ یہ ہی فرمائی۔

يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ۔ (سورہ ہود: ۵۰)

ترجمہ: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

یعنی میری اطاعت کرنا تعظیم کرنا، تو قیر بجالانا، مجھے تمام قوم سے افضل سمجھنا، لیکن مجھے خدا یا خدا کی اولاد یا خدا کے برابر یا خدا کو میرا محتاج نہ سمجھنا۔ اور ایسا عقیدہ رکھ کر میری تعظیم نہ کرنا۔ کیونکہ اس عقیدے سے کسی کی تعظیم و توقیر عبادت ہے۔ اور عبادت خدا کے سوا کسی کی درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی سچی سمجھ کر عطا فرمائے۔ اس میں بہت بڑے لوگ ٹھوکریں کھا جاتے ہیں۔

مَنْ دُونَ اللَّهِ

قرآن شریف میں یہ لفظ بہت زیادہ استعمال ہوا ہے۔ عبادت کے ساتھ بھی آیا ہے تصرف اور مدد کے ساتھ بھی، ولی و نصیر کے ساتھ بھی شہید اور وکیل کے ساتھ بھی، شفیع کے ساتھ بھی، ہدایت، ضلالت کے ساتھ بھی جیسے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والوں پر مخفی نہیں اور ہم بھی ہر طرح کی آیات گذشتہ مضامین میں پیش کر چکے ہیں۔

اس لفظ دون کے معنی سواء اور علاوہ ہیں۔ مگر یہ معنی قرآن کی ہر آیت میں درست نہیں ہوتے اگر ہر جگہ اس کے معنی سواء کئے جائیں تو کہیں تو آیات میں سخت تعارض ہوگا۔ اور کہیں قرآن میں صراحت، جھوٹ لازم آئے گا جس کے دفع کے لئے سخت دشواری ہوگی قرآن کریم میں تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ تین معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) سواء علاوہ (۲) مقابل (۳) اللہ کو چھوڑ کر۔ جہاں مَنْ دُونَ اللَّهِ عِبَادَتِ كَيْفَ سَاوًا یَا ان الْفَاظِ كَيْفَ مَرْاهِ آئے جو عبادت یا معبود کے میں استعمال ہوئے ہوں تو اس کے معنی سواء ہوں گے۔ کیونکہ خدا کے سواء کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی جیسے اس آیت میں۔

فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّكُمُ۔

(سورہ یونس: ۱۰۴)

ترجمہ: پس نہیں پوجتا میں انہیں جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں تو اس کو پوجوں گا جو تمہیں موت دیتا ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ۔ (سورہ فرقان: ۵۵)

ترجمہ: اور پوجتے ہیں وہ کافر اللہ کے سواء انہیں جو نہ انہیں نفع دیں نہ نقصان۔

أَحْسَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجُهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔

(سورہ صفت: ۲۲-۲۳)

ترجمہ: جمع کرو ظالموں کو اور ان کی بیویوں کو اور ان کو جن کی پوجا کرتے تھے یہ اللہ کے سواء۔

اس جیسی بہت سی آیات میں مَنْ دُونَ اللَّهِ کے معنی اللہ کے سواء ہیں کیونکہ یہ عبادت کے ساتھ آئے ہیں اور عبادت غیر خدا کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمْ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا -
(سورہ فاطر: ۲۰)

ترجمہ: فرماؤ کہ تم بتاؤ کہ تمہارے وہ شرکاء جن کی تم پوجا کرتے ہو خدا کے سوا مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا۔

وَادْعُوا شُهَدَاءَ كُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - (سورہ بقرہ: ۲۳)
ترجمہ: اور بلا لو اپنے معبودوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

أَفَحِسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ -
(سورہ کہف: ۱۰۲)

ترجمہ: تو کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا معبود بنا لیں۔
ان جیسی آیات میں چونکہ دون کا لفظ تدعون اور اولیاء کے ساتھ آیا ہے اور یہاں تدعون کے معنی عبادت ہیں۔ اور اولیاء کے معنی معبود لہذا یہاں بھی دون بمعنی علاوہ اور سوا ہوگا۔
لیکن جہاں دون مدد یا نصرت یا دوستی کے ساتھ آئے گا تو وہاں اس کے معنی صرف سوا کے نہ ہوں گے۔ بلکہ اللہ کے مقابل یا اللہ کو چھوڑ کر ہوں گے۔ یعنی اللہ کے سوا اللہ کے دشمن۔
اس تفسیر اور معنی میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ جیسے۔

أَلَا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكَيْلًا - (سورہ بنی اسرائیل: ۳)
ترجمہ: کہ میرے مقابل کسی کو وکیل نہ بناؤ۔

أَمْ اتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ - (سورہ زمر: ۲۳)
ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں۔

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ - (سورہ بقرہ: ۱۰۷)
ترجمہ: اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا - (سورہ نساء: ۱۷۳)
ترجمہ: اور وہ اللہ کے مقابل اپنا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ -
(سورہ آل عمران: ۲۸)

مومن مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنا لیں۔

وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُّبِينًا -

(سورہ نساء: ۱۱۹)

ترجمہ: اور جو شیطان کو دوست بنائے خدا کو چھوڑ کر وہ کھلے ہوئے گھائے میں پڑ گیا۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ - (سورہ ہود: ۲۰)

ترجمہ: اور نہیں ہے ان کافروں کے لئے اللہ کے مقابل کوئی مددگار۔

ان جیسی تمام ان آیتوں میں جہاد مدد۔ نصرت، ولایت دوستی وغیرہ کے ساتھ لفظ دون آیا

ہے۔ ان میں اس کے معنی صرف سوا یا علاوہ کے نہیں بلکہ وہ سوا مراد ہے جب رب تعالیٰ کا

دشمن یا مقابل ہے لہذا اس دون کے معنی مقابل کرنا نہایت موزوں ہے جن مفسرین نے یا ترجمہ

کرنے والوں نے ان مقامات میں سوا ترجمہ کیا ہے ان کی مراد بھی سوا سے ایسے ہی سوا مراد

یہ اس دون کی تفسیر یہ آیات ہیں۔

وَإِنْ يَخُذْ لَكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ - (سورہ آل عمران: ۱۶۰)

ترجمہ: اور اگر رب تمہیں سوا کرے تو کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے۔

فَلِ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً

وَلَا يَدْرِيونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا - (سورہ احزاب: ۱۷)

ترجمہ: تم فرماؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے اگر ارادہ کرے رب

تمہارے لئے برائی کا اور ارادہ کرے مہربانی کا اور وہ اللہ کے مقابل کوئی نہ

دوست پائیں گے نہ مددگار۔

أَمْ لَهُمُ إِلَهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُونِنَا - (سورہ انبیاء: ۲۳)

ترجمہ: کیا ان کے کچھ ایسے خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچالیں۔

ان آیات نے تفسیر فرمادی کہ جہاں مدد یا دوستی کے ساتھ لفظ دون آئے گا وہاں مقابل

اور رب کو چھوڑ کر معنی دے گا نہ کہ صرف سوا یا علاوہ کے۔

نیز اگر اس جگہ دون کے معنی سوا کئے جائیں۔ تو آیات میں تعارض بھی ہوگا کیونکہ مثلاً یہ

تو فرمایا گیا۔ رب کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں اور جو آیات ولی کی بحث میں پیش کی

گئیں۔ وہاں فرمایا گیا۔ کہ اے مولیٰ اپنی طرف سے ہمارے مددگار فرما اس تعارض کا اٹھانا بہت مشکل ہوگا۔

نیز اگر ان آیات میں دون کے معنی سوا کے جائیں تو عقل کے بالکل خلاف ہوگا۔ اور رب کا کلام معاذ اللہ جھوٹا ہوگا۔ مثلاً یہاں فرمایا گیا۔ اَمْ اَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ۔ (سورہ زمر: ۴۳) انہوں نے خدا کے سوا سفارشی بنائے سفارشی تو خدا کے سوا ہی ہوگا۔ خدا تو سفارشی ہو سکتا ہی نہیں۔ یا فرمایا گیا۔

اَلَا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِيْ وَكِيلًا۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۲)

- ترجمہ: میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔ حالانکہ دن رات وکیل بنایا جاتا ہے۔

اب وکیل کے معنی کی تو جیہیں کرو اور شفعا کے متعلق بحث کرتے پھر لیکن اگر یہاں دون کے معنی مقابل کر لئے جائیں تو کلام نہایت صاف ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابل نہ کوئی سفارشی ہے نہ وکیل نہ کوئی حمایت ہے نہ کوئی مددگار نہ کوئی دوست جو کوئی جو کچھ ہے وہ رب تعالیٰ کے ارادہ اور اسی کے حکم سے ہے لہذا جہاں بندوں سے ولایت حمایت مدد دوستی کی نفی ہے۔ وہاں رب تعالیٰ کے مقابل ہو کر ہے کہ رب تعالیٰ چاہے ہلاک کرنا اور یہ مدد کر کے بچا لیں اور جہاں ان چیزوں کا بندوں کے لئے ثبوت ہے وہاں اذن الہی سے مدد نصرت وغیرہ ہے۔

اعتراض: ان آیات میں من دون اللہ سے اللہ کے سوا ہی مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا غائبانہ مافوق الاسباب مدد کرنے والا کوئی نہیں یہ ہی عقیدہ شرک ہے جن آیتوں میں اللہ کے بندوں کی مدد اور ولایت کا ثبوت ہے وہاں حاضرین زندوں کی اسباب غائبانہ مدد مراد ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب: یہ توجیہ بالکل غلط ہے چند وجہوں سے ایک یہ کہ نفی مدد کی آیتوں میں کوئی قید نہیں ہے مطلق ہیں تم نے اپنے جیب سے اس میں تین قیدیں لگائیں غائبانہ فوق الاسباب مردوں کی مدد قرآن کی آیت خبر واحد سے بھی مقید نہیں ہو سکتی اور تم صرف اپنے گمان وہم سے مقید کر رہے ہو اور اگر دون کو بمعنی مقابل لیا جائے تو کوئی قید لگانی نہیں پڑتی۔ دوسرے یہ کہ تمہاری یہ تفسیر خود قرآن کی اپنی تفسیر کے خلاف ہے قرآن کی مذکورہ بالا آیات نے بتایا کہ یہاں دون

بمعنی مقابل ہے لہذا تمہاری یہ تفسیر تحریف ہے تفسیر نہیں۔ تیسرے یہ کہ ان قیدوں کے باوجود آیت درست نہیں ہوتی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے بیٹھے ہوئے حضرت ساریہ کی فوق الاسباب مدد فرمادی۔ کہ انہیں دشمن کی خفیہ تدبیر سے مطلع فرمادیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کی مافوق الاسباب دور سے مدد فرمادی کہ اپنی قمیص کے ذریعہ باذن پروردگار ان کی آنکھیں روشن فرمادیں۔ اور ظاہر ہے کہ قمیص آنکھ کی شفا کا سبب نہیں لہذا یہ مدد مافوق الاسباب ہے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد ہماری فوق الاسباب یہ مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں اس قسم کی سینکڑوں مددیں ہیں جو اللہ کے پیاروں نے غائبانہ مافوق الاسباب فرمائیں تمہاری اس تفسیر کی رو سے سب شرک ہو گئیں غرضیکہ تمہاری یہ تفسیر درست نہیں ہو سکتی چوتھے یہ کہ تم اپنی قیدوں پر خود قائم نہ رہو گے۔ اچھا بتاؤ۔ اگر غائبانہ امداد تو منع ہے کیا حاضرانہ امداد جائز ہے تو بتاؤ کسی زندہ دلی سے اس کے پاس جا کر فرزند مانگنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر جا کر حضور سے جنت مانگنا دوزخ سے پناہ مانگنا جائز ہے تم اسے بھی شرک کہتے ہو تو تمہاری یہ قیدیں خود تمہارے مذہب کے خلاف ہیں بہر حال یہ قیود باطل ہیں ان آیات میں دون بمعنی مقابل ہے۔

نذرونیاز

قرآن کریم میں یہ لفظ بہت جگہ استعمال ہوا ہے۔ نذر کے لغوی معنی ہیں ڈرانا یا ڈرسانا۔ شرعی معنی ہیں غیر لازم عبادت کو اپنے پر لازم کر لینا۔ عرفی معنی ہیں نذرانہ و ہدیہ قرآن کریم میں یہ لفظ ان تینوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ (سورہ فاطر: ۲۳)

ترجمہ: ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دینے والا ڈرسانے والا۔

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ۔ (سورہ فاطر: ۲۳)

ترجمہ: نہیں ہے کوئی جماعت مگر گزرے ان میں ڈرانے والے۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءِ
بِزْمِكُمْ هَذَا۔ (سورہ زمر: ۱۷)

ترجمہ: کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہ آئے جو تم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے۔

فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى۔ (سورہ لیل: ۱۳)

ترجمہ: اور ڈرایا میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ۔ (سورہ دخان: ۳)

ترجمہ: ہم نے قرآن شریف اتارا برکت والی رات میں ہم ہیں راتنے والے۔

ان جیسی بہت سی آیات میں نذر لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے بمعنی ڈرانا دھمکانا اس معنی

میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی آیا ہے اور انبیاء کرام کے لئے بھی اور علماء دین کے لئے بھی۔

لفظ شرعی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ۔ (سورہ بقرہ: ۲۷۰)

ترجمہ: جو کچھ تم خرچ کرو یا نذر مانو کوئی نذر اللہ سے جانتا ہے۔

رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي۔

(سورہ آل عمران: ۳۵)

ترجمہ: اے میرے رب میں نے نذر مانی تیرے لئے اس بچے کی جو میرے پیٹ

میں ہے آزاد پس قبول فرما مجھ سے۔

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلِيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ (سورہ حج: ۲۹)

ترجمہ: چاہئے کہ یہ لوگ اپنی نذریں پوری کریں اور پرانے گھر کا طواف کریں۔

إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا۔ (سورہ مریم: ۲۶)

ترجمہ: میں نے اللہ کے لئے روزے کی نذر مانی ہے پس آج کسی سے کلام نہ

کروں گی۔

ان جیسی آیات میں نذر سے شرعی معنی مراد ہیں یعنی منت ماننا اور غیر ضروری عبادت کو

لازم کر لینا یہ نذر عبادت ہے اس لئے خدا کے سوا کسی بندے کے لئے نہیں ہو سکتی اگر کوئی کسی

بندے کی نذر مانتا ہے تو مشرک ہے۔ کیونکہ غیر خدا کی عبادت شرک ہے۔

چونکہ عبادت میں شرط یہ ہے کہ معبود کو الہ یعنی خدا یا خدا کے برابر مانا جائے اس لئے اس

نذر میں بھی یہی قید ہوگی کہ کسی کو خدا یا خدا کے بابر مان کر نذر مانی جائے اگر ناذر کا یہ عقیدہ نہیں۔ بلکہ جس کی نذر مانی اسے محض بندہ سمجھتا ہے۔ تو وہ شرعی نذر نہیں۔ اسی لئے فقہاء نے اس نذر میں تقرب کی قید لگائی تقرب کے معنی عبادت ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ اگر کوئی کسی بندے کے نام پر شرعی نذر کرے یعنی اس کی الوہیت کا قائل ہو کر اس کی منت مانے۔ تو اگرچہ یہ شخص مشرک ہوگا اور اس کا یہ کام حرام ہوگا مگر وہ چیز حلال رہے گی۔ اس چیز کو حرام جاننا سخت غلطی ہے اور قرآن کریم کے خلاف ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بُجَيْرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ۔ (سورہ مائدہ: ۱۰۳)

ترجمہ: نہیں بنایا اللہ نے بجیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام یہ مشرکین اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں۔

کفار عرب ان چار قسم کے جانور و صیلہ حام وغیرہ کو اپنے بتوں کے نام کی نذر کرتے تھے اور انہیں کھانا حرام جانتے تھے رب تعالیٰ نے ان کی تردید فرمادی اور فرمایا کہ یہ حلال ہیں جیسے آج کل ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے سانڈھ حلال ہیں اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا ۚ فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا۔ (سورہ انعام: ۱۳۷)

وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ۔

(سورہ انعام: ۱۳۹)

ترجمہ: اور ٹھہرایا ان کافروں نے اللہ کا اس کھیتی اور جانوروں میں ایک حصہ پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حصہ ہے اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے اور کافر کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہے اسے نہ کھائے مگر وہ جسے ہم چاہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا۔ کہ کفار عرب اپنے جانوروں کھیتوں میں بتوں کی نذر مان لیتے تھے۔ اور کچھ حصہ بتوں کے نام پر نامزد کر دیتے تھے۔ پھر انہیں کھانا یا تو بالکل حرام جانتے تھے جیسے بجیرہ سائبہ جانور اور یا ان کے کھانے میں پابندی لگاتے تھے کہ مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں

فلاں کھائے فلاں نہ کھائے ان دونوں حرکتوں کی رب نے تردید ان آیات میں فرمادی۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ۔

(سورہ نحل: ۱۱۷)

ترجمہ: اور نہ کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بتانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا۔

(سورہ یونس: ۵۹)

ترجمہ: فرماؤ کہ بھلا دیکھو تو جو اللہ نے تمہارا رزق اتارا۔ تم نے اس میں کچھ حلال

بنایا کچھ حرام۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ۔

(سورہ اعراف: ۳۲)

ترجمہ: فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی

اور سحرارزق۔

وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ۔ (سورہ بقرہ: ۱۷۱)

ترجمہ: ان کافروں نے حرام سمجھ لیا اسے جو اللہ نے انہیں رزق دیا اللہ پر جھوٹ

باندھتے ہوئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ

إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ۔ (سورہ بقرہ: ۱۷۲)

ترجمہ: اے مسلمانو! کھاؤ وہ سحری چیزیں جو ہم تمہیں رزق دیا اور اللہ کا شکر کرو۔

اور تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔ (سورہ انعام: ۱۲۰)

ترجمہ: اور تمہارا کیا حال ہے کہ نہیں کھاتے اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ۔

(سورہ بقرہ: ۱۷۳)

ترجمہ: اللہ نے صرف مردار کو اور خون کو اور سور کے گوشت کو اور اس جانور کو جو غیر

خدا کے نام پر ذبح کیا جائے تم پر حرام فرمایا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادِهِمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ - (سورہ انعام: ۱۴۱)
ترجمہ: بیشک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی اور جہالت سے قتل
کر ڈالا۔

وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ - (سورہ انعام: ۱۴۱)

ترجمہ: اللہ کے دیے ہوئے رزق کو حرام کر لیا اللہ پر تہمت لگاتے ہوئے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کے اس عقیدے کی پرزور تردید فرمائی کہ جس
جانور اور جس کھیتی وغیرہ کو بت کے نام پر لگا دیا جائے۔ وہ حرام ہو جاتا ہے فرمایا تم اللہ پر تہمت
لگاتے ہو اللہ نے یہ چیزیں حرام نہ کیں۔ تم کیوں حرام جانتے ہو جس سے معلوم ہوا کہ بتوں
کے نام کی نذر ماننا شرک تھا۔ اور ان کا یہ فعل سخت جرم تھا۔ مگر اس چیز کو حلال ٹھہرایا اس کے حرام
جاننے پر عتاب کیا اسے حلال رزق اور طیب روزی فرمایا ان بتوں کے نام پر چھوٹے ہوئے
جانوروں کے متعلق حکم فرمایا۔ کہ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ کافروں کی باتوں میں نہ آؤ
ایسے ہی آج بھی جس چیز کو غیر خدا کے نام پر شرعی طور پر نذر کر دیا جائے وہ بھی حلال طیب ہے
اگرچہ یہ نذر شرک ہے۔

نذر کے تیسرے معنی عرفی ہیں۔ یعنی کسی بزرگ کو کوئی چیز ہدیہ نذرانہ تحفہ پیش کرنا یا پیش
کرنی کی نیت کرنا کہ اگر میرا نلاں کام ہو گیا۔ تو حضور غوث پاک کے نام کی دیگ پکاؤں گا۔
یعنی دیگ بھر کا کھانا خیرات کروں گا اللہ کے لئے اور ثواب اس کا سرکار بغداد کی روح شریف کو
نذرانہ کروں گا۔ یہ بالکل جائز ہے صحابہ کرام نے ایسی قدریں بارگاہ رسالت میں مانی اور پیش
کی ہیں اور حضور نے قبول فرمائی ہیں نہ یہ کام حرام نہ چیز حرام۔ اسی کو عوام کی اصطلاح میں نیاز
کہتے ہیں بمعنی نذرانہ اس کا قرآن شریف میں بھی ثبوت ہے اور احادیث صحیحہ میں بھی رب تعالیٰ
فرماتا ہے:

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا

عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي

رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ - (سورہ توبہ: ۹۹)

ترجمہ: کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور جو خرچ

کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں یقیناً ان کے لئے باعث قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں بتایا کہ مومنین اپنے صدقہ میں دوہتیں کرتے ہیں ایک اللہ کی نزدیکی اور اس کی عبادت دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینا اور خود حضور کا خوش ہونا یہ ہی فاتحہ بزرگان دینے والے ان کی نذر ماننے والے کا مقصد ہوتا ہے کہ خیرات اللہ کے لئے ہو اور ثواب اس بزرگ کے لئے تاکہ ان کی روح خوش ہو کر ہمیں دعا کرے اسی لئے عوام کہتے ہیں نذر اللہ نیاز حسین اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے بخیریت واپس تشریف لائے تو ایک لڑکی نے عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ نَذَرْتُ أَنْ رَدَّكَ اللَّهُ صَالِحًا أَنْ أَضْرِبُ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالذَّفِّ وَأَتَغَيَّبُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ كُنْتُ نَذَرْتُ فَأَضْرِبِي وَإِلَّا فَلَا۔ (مشکوٰۃ باب مناقب عمر)

ترجمہ: حضور میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ آپ کو بخیریت واپس لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں اور گاؤں گی۔ سرکار نے فرمایا اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجاؤ ورنہ نہیں۔

اس حدیث میں لفظ نذر اسی نذرانہ کے معنی میں ہے کہ نہ کہ شرعی نذر کیونکہ گانا بجانا عبادت نہیں۔ صرف اپنے سرور و خوشی کا نذرانہ پیش کرنا مقصود تھا۔ جو سرکار میں قبول فرمایا گیا۔ یہ عربی نذر ہے جو ایک صحابیہ مانتی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پورے کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

اسی مشکوٰۃ کے حاشیہ میں بحوالہ ملا علی قاری ہے: وَإِنْ كَانَ الشُّرُورُ بِمُقَدَّمِهِ الشَّرِيفِ نَفْسَهُ قُرْبَةً حُضُورِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابِ تَشْرِيفِ آوَرِي بِرُخْشَى مَنَانَا عِبَادَتِ هِيَ۔ غرضیکہ اس قسم کی عربی نذریں عوام و خواص میں عام طور پر مروج ہیں استاد ماں باپ شیخ سے عرض کرتے ہیں کہ یہ نقدی آپ کی نذر ہے اسے شرک کہنا انتہا درجہ کی بیوقوفی ہے۔

خاتم النبیین

لفظ خاتم ختم سے بنا ہے جس کے لغوی معنی ہیں مہر لگانا۔ اصطلاح میں اس کے معنی ہیں تمام کرنا، ختم کرنا، کیونکہ مہر یا تو مضمون کے آخر پر لگتی ہے جس سے مضمون بند ہو جاتا ہے یا پارسل بند ہونے پر لگتی ہے جب نہ کوئی شے اس میں داخل ہو سکے نہ اس سے خارج۔ اسی لئے تمام ہونے کو ختم کہا جاتا ہے قرآن شریف میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے چنانچہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ۔ (سورہ بقرہ: ۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی۔

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ (سورہ لیس: ۶۵)

ترجمہ: آج ہم ان کے منہ پر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

فَإِنْ يَشَاءِ اللَّهُ يُخَتِّمُ عَلَىٰ قَلْبِكَ۔ (سورہ شوریٰ: ۲۳)

ترجمہ: تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر رحمت و حفاظت کی مہر لگا دے۔

يُسْقُونَ مِنْ رَجِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ۔ (سورہ مطففین: ۲۵-۲۶)

ترجمہ: نتھاری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی ہے اس کی مہر مشک پر ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں ختم بمعنی مہر استعمال فرمایا گیا ہے کہ جب کفار کے دل و کان پر

مہر لگ گئی تو نہ باہر سے ایمان داخل ہو۔ نہ وہاں سے کفر باہر نکلے۔ یوں ہی جنت میں شراباً طہور

ایسے برتنوں سے پلائی جائے گی جن پر حفاظت کے لئے مہر ہے تاکہ کوئی توڑ کر نہ باہر سے کوئی

آمیزش کر سکے نہ اندر سے کچھ نکال سکے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّیْنَ۔

(سورہ احزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور

سب نبیوں میں پچھلے۔

اس جگہ خاتم عرفی معنی میں استعمال ہوا۔ یعنی آخری اور پچھلا۔ لہذا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا ناممکن ہے اس معنی کی تائید حسب ذیل آیات سے ہوتی ہے اور ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي۔ (سورہ مائدہ: ۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔
ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ۔

(سورہ آل عمران: ۸۱)

پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریں تو تم سب نبی ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (سورہ آل

عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہی ہیں ان سے پہلے سارے رسول گذر چکے ہیں۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَاكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا۔

(سورہ نساء: ۴۱)

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب ان سب پر گواہ و نگہبان لائیں گے۔

ان آیتوں سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین مکمل ہے اور دین کے مکمل ہو چکنے کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کی تصدیق کرتے ہیں کسی نبی کی بشارت یا خوشخبری نہیں دیتے۔ اور پچھلے نبی کی تصدیق ہوتی آئندہ کی بشارت۔ اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی ہوتا۔ تو اس کے بشیر بھی ہوتے تیسرے یہ کہ آپ سارے پیغمبروں اور ان کی امتوں پر گواہ ہیں۔ لیکن کوئی نبی حضور کا گواہ یا حضور کی امت کا گواہ نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں چوتھے یہ کہ سارے نبی آپ

سے پہلے گزر چکے کوئی باقی نہ رہا۔

اعتراض: خاتم النبیین کے معنی ہیں نبیوں سے افضل جیسے کہا کرتے ہیں فلاں شخص خاتم الشعراء یا خاتم المحدثین ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ شاعروں یا محدثوں میں آخری شاعر یا آخری محدث ہے بلکہ محدثوں میں افضل ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ أَنْتَ خَاتِمُ الْمُهَاجِرِينَ۔ تم مہاجرین میں خاتم یعنی افضل ہونہ یہ معنی کہ آخری مہاجر ہو کیونکہ ہجرت تو قیامت تک جاری رہے گی لہذا آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں۔ ہاں آپ سب سے افضل ہیں۔ اور خاتم النبیین کے معنی یہی ہیں۔

جواب: خاتم ختم سے بنا ہے۔ جس کے معنی افضل نہیں ورنہ خَتَمَ اللَّهُ عَلٰی قُلُوبِهِمْ کے معنی یہ ہوتے کہ اللہ نے کافروں کے دل افضل کر دیے۔ جب ختم میں افضلیت کے معنی نہیں۔ تو خاتم میں جو اس سے مشتق ہے یہ معنی کہاں سے آگئے۔ لوگوں کا کسی کو خاتم الشعراء کہنا مبالغہ ہوتا ہے۔ گویا اب اس شان کا شاعر نہ آئے گا۔ کہا کرتے ہیں فلاں پر شعر گوئی ختم ہو گئی۔ رب تعالیٰ کا کلام مبالغہ اور جھوٹ سے پاک ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان مہاجرین میں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آخری مہاجرین ہیں۔ کیونکہ ان کی ہجرت فتح مکہ کے دن ہوئی جس کے بعد یہ ہجرت بند ہو گئی۔ لہذا وہاں بھی خاتم آخر کے معنی میں ہیں سرکار نے فرمایا۔ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْيَوْمِ آج کے بعد اب مکہ سے ہجرت نہ ہوگی اگر وہاں خاتم کے معنی افضل ہوں۔ تو لازم آئے گا۔

حضرت عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہو جائیں۔ کیونکہ حضور بھی مہاجر ہیں۔

اعتراض: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کیوں آپ کے بعد آئیں گے۔ آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہ چاہئے؟

جواب: آخری نبی کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے زمانہ یا آپ کے بعد کوئی نبی باقی نہ رہے۔ آخری اولاد کے معنی یہ ہیں کہ پھر کوئی بچہ پیدا نہ ہو۔ نہ یہ کہ پچھلے سب مر جائیں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا اب نبوت کی حیثیت سے نہ ہوگا۔ بلکہ حضور کے امتی کی حیثیت سے یعنی وہ اپنے وقت کے نبی ہیں اور اس وقت کے امتی۔ جیسے کوئی حج دوسرے حج کی کچھری میں گواہی دینے کے لئے جائے تو وہ اگرچہ اپنے علاقہ میں حج ہے مگر اس علاقہ میں گواہ۔ عیسیٰ علیہ

اسلام محمد منشی صلی اللہ علیہ وسلم کے عداقہ میں ان کے دین کی نصرت و مدد کرنے تشریف لائیں گے۔

نوٹ ضروری: جب ختم بمعنی مہر ہوتا ہے تو اس کے بعد علی ضرور ہوتا ہے خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ جیسے کہ ہماری پیش کردہ آیات سے ظاہر ہے اور جب ختم بمعنی آخر ہونا یا تمام کرنا ہوگا۔ تو اس کی ضرورت نہیں خاتم النبیین میں علی نہ ظاہر ہے نہ پوشیدہ۔ لہذا یہاں آخری نبی مراد ہیں۔

نوٹ ضروری: خاتم النبیین کے معنی ”آخری نبی“ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے اور اس پر امت کا اجماع رہا۔ اب آخری زمانہ میں مولوی محمد قاسم دیوبندی اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے نئے معنی ایجاد کئے۔ یعنی اصلی نبی، افضل نبی اور ان اجماعی معنی کا انکار کیا۔ اسی لئے ان دونوں پر عرب و عجم کے علماء نے فتویٰ کفر دیا اور جیسے قرآن مجید کے الفاظ کا انکار کفر ہے ویسے ہی اس کے اجماعی معنی کا انکار بھی کفر ہے اگر کوئی کہے کہ اَقِمْوَا الصَّلٰوَةَ وَاَتُوَا الزَّكٰوَةَ پر میرا ایمان ہے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ مگر صلوة کے معنی نماز نہیں بلکہ اس کے معنی دعا ہیں ہاں نماز بھی اس معنی میں داخل ہے۔ اور زکوٰۃ کے معنی صدقہ واجبہ نہیں بلکہ اس کے معنی پاکی ہے ہاں صدقہ و خیرات بھی اسی میں داخل ہے تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ قرآن کے لفظوں کا انکار نہیں کرتا مگر متواتر معنی کا انکار کرتا ہے۔ اس صورت میں خواہ نماز کو فرض ہی مانے مگر جب قرآن میں الصلوٰۃ کے معنی نماز نہیں کرتا تو وہ کافر ہے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری صفات کو ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ جیسے کہ حضور نبی ہیں۔ رسول ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں اور رحمت للعالمین ہیں۔ ایسے ہی آپ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ماننا ضروری ہے اور نبوت کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں کا عقیدہ ہے نیز جیسے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں الہ نکرہ ہے۔ نفی کے بعد تو معنی یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی طرح کا کوئی معبود نہیں۔ نہ اصلی نہ ظلی نہ بروزی نہ مراتی نہ مذاقی۔ ایسے ہی لَا نَبِیَّ بَعْدِی میں نکرہ نفی کے بعد ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طرح کا نبی اصلی، ظلی، بروزی وغیرہ آنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا دوسرا الہ ہونا جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا امکان بھی مانے وہ بھی کافر ہے لہذا دیوبندی اور قادیانی اس ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے دونوں مرتد ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنُتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا - اے صحابیو! اگر ایسا ایمان
 لائیں جیسا تمہارا ایمان ہے تو ہدایت پا جائیں گے اور صحابہ نے حضور کے بعد کوئی نبی نہ مانا۔ لہذا
 نبی ماننا گمراہی ہے۔



دوسرا بابقواعد قرآنیہ

پہلے باب میں معلوم ہو چکا کہ قرآن شریف میں ایک لفظ چند معنی میں آتا ہے۔ ہر مقام پر لفظ کے وہی معنی کرنا چاہئیں۔ جو اس جگہ مناسب ہوں اب ہم وہ قاعدے بیان کرتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے کہ لفظ کے معنی معلوم کرنے کے قاعدے کیا ہیں۔ کیسے معلوم کریں کہ یہاں فلاں معنی ہیں ان قواعد کو بغور مطالعہ کرو تا کہ ترجمہ قرآن میں غلطی واقع نہ ہو۔

قاعدہ نمبر ۱

(الف) جب وحی کی نسبت نبی کی طرف ہوگی تو اس کے معنی ہوں گے رب تعالیٰ کا بذریعہ فرشتہ پیغمبر سے کلام فرمانا۔ یعنی وحی الہی عرفی۔

(ب) جب وحی کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اس سے مراد ہوگا دل میں ڈالنا خیال پیدا کر دینا الف کی مثال ان آیات میں ہے۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ۔

(سورہ نساء: ۱۶۳)

ترجمہ: بے شک ہم نے وحی کو تمہاری طرف جیسے وحی کی تھی نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں کی طرف۔

وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ نُوحٍ إِنَّهُ لَأَنْ يُؤْمِنُ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ۔

(سورہ صود: ۳۶)

ترجمہ: اور وحی کی گئی نوح کی طرف کہ اب ایمان نہ لائے تم گروہ جو ایمان لا چکے۔ ان جیسی صدہا آیتوں میں وحی سے مراد وحی ربانی جو پیغمبروں پر آتی ہے۔ ب کی مثال یہ آیات ہیں۔

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ

وَمِمَّا يَعْرِشُونَ - (سورہ نحل: ۶۸)

ترجمہ: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔

وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُوحِيَ إِلَىٰ أَوْلِيَآءِهِمْ - (سورہ انعام: ۱۲۲)

ترجمہ: اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ - (سورہ قصص: ۷)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں ڈال دیا کہ انہیں دودھ پلاؤ۔

ان آیتوں میں چونکہ وحی کی نسبت شہد کی مکھی یا موسیٰ علیہ السلام کی ماں یا شیطان کی طرف

ہے اور یہ سب نبی نہیں۔ اس لئے یہاں وحی نبوت مراد نہ ہوگی بلکہ فقط دل میں ڈال دینا مراد ہو

گا کبھی وحی اس کلام کو بھی کہا جاتا ہے جو نبی سے بلا واسطہ فرشتہ ہو۔ جیسے اس آیت میں ہے۔

فَكَانَ قَنَابَ قُرْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ -

(سورہ نجم: ۹-۱۰)

ترجمہ: پس ہو گئے وہ محبوب دو کمانوں کے فاصلہ پر اب وحی فرمائی اپنے بندے کو

جو وحی کی۔

معراج کی رات قرب خاص کے موقع پر جب فرشتہ کا واسطہ نہ رہا تھا۔ جو رب تعالیٰ سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم کلامی ہوئی اسے وحی فرمایا گیا۔

قاعدہ نمبر ۲

(الف) جب عبد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ تو اس سے مراد مخلوق عابد یا بندہ ہوتا ہے۔

(ب) جب عبد کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی خادم نوکر ہوں گے۔ الف کی مثال

ان آیات میں ہے۔

مُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ

الْأَقْصَىٰ - (سورہ بنی اسرائیل: ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ جو اپنے بندہ خاص کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

لے گیا۔

وَإِذْ كُنَّا عَبْدًا لِّأَيُّوبَ - (سورہ ص: ۴۱)

ترجمہ: ہمارے بندے ایوب کا ذکر فرمایا۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ - (سورہ بنی اسرائیل: ۶۵)

ترجمہ: میرے خاص بندوں پر اے ابلیس تیرا غلبہ نہ ہوگا۔

ان تمام آیتوں میں چونکہ عبد کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہے۔ اس لئے یہاں

عبد کے معنی بندہ عابد ہوں گے۔

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے۔

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ -

(سورہ نور: ۳۲)

ترجمہ: اور نکاح کر دو ان میں سے ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق غلاموں

اور لونڈیوں کا۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ -

(سورہ زمر: ۵۳)

ترجمہ: فرمادو کہ اے میرے وہ غلامو جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر رمت

نا امید ہو اللہ کی رمت سے۔

ان آیتوں میں چونکہ عبد کی نسبت بندوں کی طرف ہے۔ اس لئے اس کے معنی مخلوق نہ

ہوں گے بلکہ خادم غلام ہوں گے۔ لہذا عبد النبی اور عبد الرسول کے معنی ہیں نبی کا خادم۔

قاعدہ نمبر ۳

(الف) جب رب کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد حقیقی پالنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

(ب) جب کسی بندے کو رب کہا جائے تو اس کے معنی ہوں گے مربی، محسن پرورش کرنے

والا۔

الف کی مثال یہ آیات ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - (سورہ فاتحہ: ۱)

ترجمہ: ساری حمدیں اللہ کے لئے ہیں جو جہان کا رب ہے۔

رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأُولِينَ۔ (سورہ شعراء: ۲۶)

ترجمہ: وہ اللہ تمہارا اور تمہارے پچھلے باپ دادوں کا رب ہے۔

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ۔ (سورہ ناس: ۱-۲)

ترجمہ: فرمادو میں پناہ لیتا ہوں انسانوں کے رب کی۔

ان آیات میں چونکہ اللہ تعالیٰ کو رب کہا گیا ہے لہذا اس سے مراد حقیقی پالنے والا ہے۔

(ب) کی مثال ان آیتوں میں ہے۔

إِرْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْئَلْ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ۔

(سورہ یوسف: ۵۰)

ترجمہ: اپنے مربی (بادشاہ) کی طرف لوٹ جا پھر اس سے پوچھ کہ کیا حال ہے ان

عورتوں کا جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے۔

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوًى۔ (سورہ یوسف: ۲۳)

ترجمہ: فرمایا یوسف نے اللہ کی پناہ وہ بادشاہ میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح

رکھا۔

ان آیتوں میں چونکہ بندوں کو رب کہا گیا ہے اس لئے اس کے معنی مربی اور پرورش

کرنے والا ہیں۔

قاعدہ نمبر ۴

(الف) جب ضلال کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اس کے معنی گمراہ ہوں گے۔

(ب) جب ضلال کی نسبت نبی کی طرف ہو تو اس کے معنی وارفتہ محبت یا راہ سے ناواقف ہوں

گے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ۔

ترجمہ: جسے خدا گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔

غَيْرِ الْمَفْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ (سورہ فاتحہ: ۷)

ترجمہ: ان کا راستہ نہ چلا جن پر غضب ہو انہ گمراہ ہوں گا۔

وَمَنْ يُضِلُّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا۔ (سورہ الکہف: ۱۷)

ترجمہ: جسے رب گمراہ کر دے تم اس کے لئے ہادی رہبر نہ پاؤ گے۔
ان جیسی تمام آیتوں میں چونکہ ضلال کا تعلق نبی سے نہیں غیر نبی سے ہے تو اس کے معنی
ہیں گمراہ خواہ کفر ہو یا شرک یا کوئی اور گمراہی۔ سب اس میں داخل ہوں گے۔
(ب) کی مثالیں۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى۔ (سورہ صحتی: ۷)

ترجمہ: اے محبوب رب نے تمہیں اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو اپنی راہ دیدی۔

قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ۔ (سورہ یوسف: ۹۵)

ترجمہ: وہ فرندان یعقوب علیہ السلام بولے۔ کہ خدا کی قسم تم تو اپنی پرانی خود رفتگی میں ہو۔

قَالَ فَعَلْتَهَا اِذَا وَاَنَا مِنَ الضَّالِّينَ۔ (سورہ شعراء: ۲۰)

ترجمہ: فرمایا موسیٰ نے کہ میں نے قبلی کو مارنے کا کام جب کیا تھا جب مجھے راہ کی
خبر نہ تھی۔

یعنی نہ جانتا تھا۔ کہ گھونسا مارنے سے قبلی مر جائے گا ان جیسی تمام آیتوں میں ضلال کے
معنی گمراہی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نبی ایک آن کے لئے گمراہ نہیں ہوتے۔ رب فرماتا ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى۔ (سورہ نجم: ۲)

ترجمہ: تمہارے صاحب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَّلٰكِنِّي رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ (سورہ اعراف: ۶۱)

ترجمہ: حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ میں گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین
کی طرف سے رسول ہوں۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ نبی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ آیت نمبر ۲ میں لکن بتا رہا ہے کہ نبوت
اور گمراہی جمع نہیں ہو سکتی۔

قاعدہ نمبر ۵

(الف) مکر یا خداع کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی دھوکہ یا فریب نہ ہوں
گے۔ کیونکہ یہ عیب ہیں۔ بلکہ اس کے معنی ہوں گے دھوکے کی سزا دینا یا خفیہ تدبیر کرنا۔

(ب) جب اس کی نسبت بندوں کی طرف ہو تو مکر کے معنی دھوکہ، مکاری، دغا بازی اور خداع کے معنی فریب ہوں گے ان دونوں کی مثالیں یہ ہیں۔

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔ (سورہ نساء: ۱۴۲)

ترجمہ: وہ اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور رب انہیں سزا دے گا یا رب ان پر خفیہ تدبیر فرمائے گا۔

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ۔ (سورہ بقرہ: ۹)

ترجمہ: منافقین دھوکہ دیا چاہتے ہیں اللہ کو اور مسلمانوں کو اور نہیں دھوکا دیتے مگر اپنی جانوں پر۔

وَمَكْرُؤًا وَمَكْرَ اللَّهِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ (سورہ آل عمران: ۵۴)

ترجمہ: منافقوں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تمام تدبیریں کر نیوالوں میں بہتر ہے۔

ان تمام آیتوں میں جہاں مکر یا خداع کا فاعل کفار ہیں۔ اس سے مراد دھوکا فریب ہے اور جہاں اس کا فاعل رب تعالیٰ ہے وہاں مراد یا تو مکر کی سزا ہے یا خفیہ تدبیر۔

قاعدہ نمبر ۶

(الف) جب تقویٰ کی نسبت رب کی طرف ہو تو اس سے مراد ڈرنا ہوگا۔

(ب) جب تقویٰ کی نسبت آگ یا کفر یا گناہ کی طرف ہو تو اس سے مراد بچنا ہوگا۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ۔ (سورہ نساء: ۱)

وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (سورہ بقرہ: ۲۱)

ترجمہ: اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا تاکہ تم پر ہیزگار ہو جاؤ۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ (سورہ بقرہ: ۲۴)

ترجمہ: اور بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

پہلے اتقوا کے معنی ڈرنا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور دوسرے اتقوا

کے معنی پہنچنا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آگ کا ذکر ہے۔

قاعدہ نمبر ۷

مِنْ دُونِ اللَّهِ

(الف) جب من دون اللہ عبادت کے ساتھ آئے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے سوا۔
 (ب) جب من دون اللہ مدد نصرت ولایت دعا بمعنی پکارنا کے ساتھ آئے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے مقابل یعنی اللہ کے سوا وہ لوگ جو اللہ کے مقابل ہیں۔
 (الف) کی مثال یہ ہے۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ۔ (سورہ انبیاء: ۹۸)

ترجمہ: تم اور وہ چیزیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو دوزخ کا ایندھن ہیں۔

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ۔ (سورہ مومنون: ۱۱۷)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کے سوا دوسرے معبود کو پوجے۔

إِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا۔ (سورہ جن: ۱۸)

ترجمہ: بے شک مسجدیں اللہ کی ہیں تو تم خدا کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

ان جیسی تمام آیتوں میں من دون اللہ کے معنی اللہ کے سوا ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا کسی کی

عبادت جائز نہیں۔

(ب) کی مثال یہ آیات ہیں۔

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ (سورہ بقرہ: ۱۰۷)

ترجمہ: اور تمہارا اللہ کے مقابل نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

أَمْ لَهُمُ إِلَهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُونِنَا۔ (سورہ انبیاء: ۲۳)

ترجمہ: کیا ان کے پاس ایسے معبود ہیں جو ہمارے مقابل انہیں بچالیں۔

أَلَا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۲)

ترجمہ: میرے مقابل کسی کو وکیل نہ بناؤ۔

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ۔ (سورہ زمر: ۲۳)

ترجمہ: بلکہ بنائے انہوں نے اللہ کے مقابل حمایتی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں من دون اللہ سے مراد اللہ کے مقابل ہوگا۔ یعنی اللہ کے مقابل تمہارا کوئی مددگار، ناصر، سفارشی، وکیل نہیں جو رب سے مقابلہ کر کے تمہیں اس کے عذاب سے بچا لے۔ اگر ان آیات میں اس کے معنی اللہ کے سوا کئے گئے یعنی خدا کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ تو ان آیتوں سے تعارض ہوگا جن میں بندوں کا مددگار بتایا گیا ہے جیسا کہ پہلے باب میں گذر چکا۔ اس معنی کی تائید ان آیتوں سے ہو رہی ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا۔

ترجمہ: وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا لے اگر وہ تمہاری برائی چاہے۔

وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ۔ (سورہ آل عمران: ۱۶۰)

ترجمہ: اور اگر تمہیں رب سوا کرے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے۔

لہذا آیتوں نے بتایا کہ کوئی بندہ رب کے خلاف ہو کر اس کے مقابل رب سے کسی کو نہ بچا سکے نہ کسی کی مدد کر سکے ہاں اس کے ارادے اس کے اذن سے بندے ولی بھی ہیں۔ شفیع بھی ہیں مددگار بھی ہیں وکیل بھی ہیں۔

قاعدہ نمبر ۸

ولی

(الف) جب ولی رب کے مقابل آئے اس سے مراد معبود یا مالک حقیقی ہے۔ اور ایسا ولی اختیار کرنا شرک و کفر ہے۔

(ب) جب ولی رب کے مقابل نہ ہو تو اس سے مراد دوست یا مددگار قریب وغیرہ ہیں۔ (الف) کی مثال یہ ہے:

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ۔

(سورہ الکہف: ۱۰۲)

ترجمہ: کیا کافروں نے سمجھ رکھا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا معبود بنائیں۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بِئْتًا۔ (سورہ عنکبوت: ۴۱)

ترجمہ: ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنا لیا کٹری کی طرح ہے جس نے گھمبنا لیا۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ۔ (سورہ زمر: ۳)
ترجمہ: بے شک وہ جنہوں نے اللہ کے سوا کوئی معبود بنا لیا۔
ان جیسی آیتوں میں ولی بمعنی معبود ہے یا مالک حقیقی۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔ (سورہ مائدہ: ۵۵)

ترجمہ: تمہارا دوست یا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم
کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔

(سورہ نساء: ۷۵)

ترجمہ: پس ہمارے لئے اپنی طرف سے ولی بنا دے اور ہمارے لئے اپنی طرف
سے مددگار مقرر فرما دے۔

ان جیسی آیات میں ولی سے مراد معبود نہیں۔ بلکہ دوست یا مددگار وغیرہ مراد ہیں کیونکہ
یہاں رب کے مقابل ولی نہیں فرمایا گیا۔ اس کی پوری تحقیق پہلے باب میں ولی کے بیان میں
گزر چکی ہے۔

قاعدہ نمبر ۹

(الف) جب دعا کے بعد دشمن خدا کا ذکر ہو یا دعا کا فاعل کافر ہو۔ یا دعا پر رب تعالیٰ کی ناراضگی
کا اظہار ہو یا دعا کرنے والوں کو رب تعالیٰ نے کافر مشرک گمراہ فرمایا ہو تو دعا سے مراد
عبادت پوجنا وغیرہ ہو گا نہ کہ محض پکارنا یا بلانا۔

(ب) جب دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو وہاں اس کے معنی پکارنا پوجنا دعا مانگنا ہو گا حسب
موقع معنی کئے جائیں گے۔

(الف) کی مثال یہ ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ - (سورہ احقاف: ۵)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے۔ جو خدا کے سوا ایسوں کو پوجے جو اس کی
قیامت تک نہ سنیں۔

إِنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا - (سورہ جن: ۱۸)

ترجمہ: بے شک مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ - (سورہ مومن: ۶۵)

ترجمہ: وہ ہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں بس اسے پوجو۔

ان جیسی تمام آیات میں دعا کے معنی پوجنا ہیں۔ پکارنا یا بلانا نہیں۔ معنی یہ ہوں گے۔ کہ
خدا کے سوا کسی کو نہ پوجا۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی کو نہ پکارو یا نہ بلاؤ۔
(ب) کی مثال یہ آیات ہیں:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً - (سورہ اعراف: ۵۵)

ترجمہ: اپنے رب سے دعا مانگو عاجزی سے پوشیدہ۔

أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا - (سورہ بقرہ: ۱۸۶)

ترجمہ: دعا کرنے والوں کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے سے دعا مانگتے ہیں۔

ان جیسی آیات میں دعا سے مراد دعا مانگنا بھی ہو سکتا ہے۔ اور پوجنا بھی پکارنا بھی۔

ایک ہی لفظ مختلف موقعوں پر مختلف معانی میں ہوتا ہے۔ اگر بے موقعہ معنی کئے جائیں۔ تو

کبھی کفر لازم آجاتا ہے اس کی تحقیق پہلے باب میں دعا کے بیان میں گذر چکی۔

قاعدہ نمبر ۱۰

(الف) جب شرک کا مقابلہ ایمان سے ہوگا تو شرک سے مراد ہر کفر ہوگا۔

(ب) جب شرک کا مقابلہ اعمال سے ہوگا تو شرک سے مراد شرکوں کا سا کام ہوگا نہ کہ کفر۔

(الف) کی مثال یہ ہے:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ - (سورہ بقرہ: ۲۳۱)

ترجمہ: مومن غلام مشرک یعنی کافر سے بہتر ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا۔ (سورہ بقرہ: ۲۲۱)

ترجمہ: مشرک یعنی کسی کافر سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔

(سورہ نساء: ۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ مشرک کو نہ بخشتے گا۔ اس کے سوا جسے چاہے بخش دے گا۔
ان تمام آیتوں میں شرک سے مراد کفر ہے۔ کیونکہ مومنہ کا کسی کافر مرد سے نکاح جائز نہیں۔ کوئی کفر جس پر انسان مر جائے بخشتا نہ جائے گا۔ مومن ہر کافر سے بہتر ہے۔ اگر یہاں شرک کے معنی صرف بت پرستی کیا جائے تو غلط ہوگا۔
(ب) کی مثال یہ ہے:

أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (سورہ روم: ۳۱)

ترجمہ: نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو۔

اس آیت میں اور اس حدیث میں مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ یہی مراد ہیں۔ کہ نماز نہ پڑھنا مشرکوں، کافروں کا سا کام ہے۔ کیونکہ نماز نہ پڑھنا گناہ تو ہے۔ کفر یا شرک نہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۱

(الف) جب صلوٰۃ کے بعد علی آئے تو اس کے معنی رحمت یا دعاء رحمت ہوں گے یا نماز جنازہ۔

(ب) جب صلوٰۃ کے بعد علی نہ آئے۔ تو صلوٰۃ کے معنی نماز ہوں گے۔

(الف) کی مثال یہ ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّيٰ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ۔ (سورہ احزاب: ۴۳)

ترجمہ: وہ اللہ وہ ہے جو تم پر رحمت کرتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ۔ (سورہ توبہ: ۱۰۳)

ترجمہ: آپ ان کے لئے دعا کریں آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَابَدَا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ۔

(سورہ توبہ: ۸۴)

ترجمہ: ان منافقوں میں سے کسی پر نہ آپ نماز جنازہ پڑھیں نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ - (سورہ احزاب: ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد دعا یا رحمت یا نماز جنازہ ہی مراد ہوگا کیونکہ ان میں صلوٰۃ کے بعد علی آ رہا ہے۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ - (سورہ بقرہ: ۴۳)

ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا - (سورہ نساء: ۱۰۳)

ترجمہ: بے شک نماز مسلمانوں پر وقت کے مطابق واجب ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے۔ کیونکہ یہاں صلوٰۃ سے علی کا تعلق نہیں۔

دوسری آیت میں اگرچہ علی ہے۔ مگر علی کا تعلق کتابا سے ہے نہ کہ صلوٰۃ سے لہذا یہاں بھی مراد نماز ہی ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۲

مردوں کا سننا

جب قرآن شریف میں مردے، اندھے، بہرے، گونگے، قبر والے کے ساتھ نہ لوٹنے

دے نہ ہدایت پانے نہ سننے وغیرہ کا ذکر ہوگا۔ تو ان لفظوں سے مراد کافر ہوں گے۔ یعنی دل

کے مردے، دل کے اندھے وغیرہ عام مردے وغیرہ مراد نہ ہوں گے اور ان کے نہ سننے سے مراد

ان کا ہدایت نہ پانا ہوگا۔ نہ کہ واقع میں نہ سننا۔ اور ان آیات کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ آپ ان دل

کے، مردے، اندھے، بہرے، کافروں کو نہیں سنا سکتے۔ جس سے وہ ہدایت پر آ جائیں۔ یہ مطلب

نہ ہوگا کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ مثال یہ ہے۔

صَمٌّ بَنِيكُمْ عَمِيَ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ - (سورہ بقرہ: ۱۸)

ترجمہ: یہ کافر بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ نہ لوٹیں گے۔

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ۔ (سورہ نمل: ۸)

ترجمہ: تم ان مردوں (کافروں) کو نہیں سنا سکتے اور نہ تم بہروں کو سنا سکتے ہو۔

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَضَلُّ سَبِيلًا۔

(سورہ بنی اسرائیل: ۷۲)

ترجمہ: جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راتے سے بہکا

ہوا ہے۔

یہ آیات قرآن شریف میں بہت سی جگہ آئیں ہیں اور ان سب میں مردوں، اندھوں،

بہروں سے مراد کفار ہی ہیں نہ کہ ظاہری آنکھوں کے اندھے اور بے جان مردے ان آیات کی

تفسیر ان آیتوں سے ہو رہی ہے۔

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلُوا مَدْبِرِينَ ۝

وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيٰ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ

مُسْلِمُونَ ۝ (سورہ نمل: ۸۰-۸۱)

ترجمہ: بے شک تم نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہ سنا سکتے ہو بہروں کو جب پھریں

پیٹھ دے کر اور نہ تم اندھوں کو ہدایت کرنے والے ہو۔ نہیں سنا سکتے تم مگر ان کو جو

ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

اس آیت میں مردے اور اندھے بہرے کا مقابلہ مومن سے کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم

ہوا کہ مردوں سے مراد کافر ہیں۔

وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمَىٰ أُولَٰئِكَ يُنَادُونَ

مِنْ مَّكَانٍ مَّ بَعِيدٍ ۝ (سورہ حم سجدہ: ۲۳)

ترجمہ: اور جو ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں ٹینٹ ہیں اور وہ ان پر اندھا پن

ہے گویا وہ دور جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔

اس آیت نے بتایا کہ کافر گویا اندھا بہرا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّىٰ أَبْصَارَهُمْ۔ (سورہ محمد: ۲۳)

ترجمہ: یہ کفار وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کر دی پس انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لعنت سے آدمی اندھا بہرا ہو جاتا ہے یعنی دل کا اندھا بہرا۔
وَسُئِلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ الْهَيْئَةَ
يَعْبُدُونَ۔ (سورہ زخرف: ۲۵)

ترجمہ: جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان سے پوچھے کہ کیا ہم نے اللہ کے سوا اور معبود بتائے ہیں جن کی پوجا کی جائے۔

اس آیت نے بتایا کہ اللہ کے پیارے بندے وفات کے بعد سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اگر گذشتہ وفات یافتہ پیغمبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ سنتے۔ جواب نہ دیتے تو ان سے پوچھنے کے کیا معنی تھے۔ مردوں کے سننے کی اور آیات بھی ہیں جو پہلے باب میں دعاء کے معنی میں بیان کی جا چکیں۔

ہماری ان مذکورہ آیتوں نے بتا دیا کہ جہاں مردوں کے سننے سنانے کی نفی کی گئی ہے وہاں مردوں سے مراد کافر ہیں۔ ان آیتوں سے یہ ثابت کرنا کہ مردے سنتے نہیں بالکل جہالت ہے ورنہ التحیات میں حضور کو سلام اور قبرستان میں مردوں کو سلام نہ کرایا جاتا۔ کیونکہ نہ سننے والے کو سلام کرنا منع ہے۔ اسی لئے سوتے ہوئے کو سلام نہیں کر سکتے۔

قاعدہ نمبر ۱۳

جب مومن کو ایمان کا حکم دیا جائے یا نبی کو تقویٰ کا حکم ہو تو اس سے مراد ایمان اور تقویٰ پر قائم رہنا ہوگا۔ کیونکہ وہاں ایمان و تقویٰ تو پہلے ہی موجود ہے اور تحصیل حاصل محال ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا۔ (سورہ نساء: ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ یعنی ایمان پر قائم رہو۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ۔ (سورہ احزاب: ۱)

ترجمہ: اے نبی اللہ سے ڈرو یعنی اللہ سے ڈرے جاؤ۔

وَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ (سورہ نساء: ۱۳۶)

ترجمہ: اے مومنو! اللہ ورسول پر ایمان لاؤ یعنی ایمان پر قائم رہو۔

ان جیسی تمام آیات میں ایمان و تقویٰ پر استقامت مراد ہے۔ تاکہ ترجمہ درست ہو نیز مسلمانوں کو احکام عمل کرنے کے لئے دیے جاتے ہیں۔ جیسے جہاز کے مسافر پارا اترنے کے لئے جہاز میں سوار ہوتے ہیں اور پکتان پارا اترنے کے لئے وہاں بیٹھتا ہے۔ اسی لئے مسافر کرایہ دے اور پکتان تنخواہ لے کر سوار ہوتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۴

(الف) جب خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد پیدا کرنا ہوگی۔ یعنی نیست کو ہست کرنا۔

(ب) جب خلق کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس سے مراد ہوگی بنانا، گڑھنا۔
(الف) کی مثال یہ آیات ہیں۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَوَةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔ (سورہ ملک: ۲)

ترجمہ: اللہ نے پیدا کیا موت زندگی تاکہ تمہارا امتحان کرے کہ کون اچھے عمل والا ہے۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ (سورہ انعام: ۱۰۱)

ترجمہ: اور پیدا کیا اللہ نے ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ (سورہ بقرہ: ۲۱)

ترجمہ: اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تم سے پہلے والوں کو۔

ان جیسی تمام آیتوں میں خلق کے معنی پیدا کرنا ہے کیونکہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

أَبَىٰ أَخْلَقُ لَكُمْ مِنَ الطَّيْرِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ۔ (سورہ آل عمران: ۴۹)

ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی

شکل۔

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْتَفُونَ افْئَاكًا۔ (سورہ عنکبوت: ۱۷)

ترجمہ: تم خدا کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو۔

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ (سورہ مومنون: ۱۴)

ترجمہ: پس بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۵

(الف) حکم، گواہی، وکالت، حساب لینا، مالک ہونا ان چیزوں کو جہاں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ وہاں حقیقی، دائمی، مستقل مراد ہوگا، مثلاً کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے یا خدا کے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ تو مراد حقیقی دائمی مالک و مستقل وکیل ہے۔

(ب) جب ان چیزوں کو بندوں کی طرف نسبت کیا جائے۔ تو ان سے مراد عارضی، عطفانی، مجازی ہوں گے۔

(الف) کی مثال یہ ہے۔

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ۔ (سورہ انعام: ۵۷)

ترجمہ: نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کا۔

وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا۔ (سورہ نساء: ۱۲۶)

ترجمہ: اور اللہ ہی کافی گواہ ہے۔

أَلَا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلاً۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۳)

ترجمہ: میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔

وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلاً۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۶۵)

ترجمہ: آپ کا رب کافی وکیل ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلاً۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۵۳)

ترجمہ: ہم نے آپ کو ان کافروں پر وکیل بنا کر بھیجا۔

وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ۔ (سورہ شوریٰ: ۶)

ترجمہ: آپ ان کافروں پر وکیل نہیں۔

وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا۔ (سورہ نساء: ۶)

ترجمہ: اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

وَاللَّهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ (سورہ نساء: ۱۲۶)

ترجمہ: صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔ (سورہ مزمل: ۹)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہی کو وکیل بناؤ۔

ان جیسی ساری آیتوں میں حقیقی مالک و کھیل حقیقی گواہ، حقیقی حساب لینے والا مراد ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی حاکم نہیں۔ کوئی حقیقی مالک، حقیقی وکیل حقیقی گواہ نہیں جیسے کہ سکندر نامے میں ہے:

پناہ بلندی و پستی توئی

ہمہ نیست اند آنچه ہستی توئی

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا۔

(سورہ نساء: ۳۵)

ترجمہ: اور اگر تم خاوند و بیوی کی مخالفت کا اندیشہ کرو تو ایک حکم بیچ خاوند والوں کی طرف سے اور دوسرا حکم بیچ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ۔ (سورہ نساء: ۵۸)

ترجمہ: اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت (فیصلہ) کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔

(سورہ نساء: ۶۵)

ترجمہ: پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ کو اپنے اختلافات میں حاکم مان لیں۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكْمِ۔

(سورہ بقرہ: ۱۸۸)

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ لے جاؤ۔

وَأَشْهِدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ (سورہ طلاق: ۲)

ترجمہ: اور اپنے میں سے دو پرہیزگاروں کو گواہ بناؤ۔

كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۱۳)

ترجمہ: آج تو اپنے پر خود ہی کافی حساب لینے والا ہے۔

وَالْمُحْصِنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ (سورہ نساء: ۲۴)

ترجمہ: اور حرام ہیں تم پر شوہر والی عورتیں سوائے ان کے جن کے تم مالک ہو۔

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ۔ (سورہ بقرہ: ۲۸۲)

ترجمہ: اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لو۔

شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ

مِنْكُمْ۔ (سورہ مائدہ: ۱۰۶)

ترجمہ: تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں سے کسی کو موت آئے وصیت کرتے

وقت تو تم میں سے دو معتبر شخص ہیں۔

ان جیسی تمام آیتوں میں عارضی، غیر مستقل، عطائی ملکیت، گواہی، وکالت، حکومت، حساب

لینا، بندوں کے لئے ثابت کیا گیا ہے یعنی اللہ کے بندے مجازی طور پر حاکم ہیں وکیل ہیں۔ لہذا

آیات میں تعارض نہیں۔ جیسے 'بصیر' ہی وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفیتیں ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ اللہ تعالیٰ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے اور بندوں کی بھی صفیتیں یہ ہیں

فرماتا ہے۔ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ ہم نے انسان کو سننے والا دیکھنے والا بنا دیا اللہ کا سننا

دیکھنا دائمی غیر محدود، مستقل ذاتی ہے اور بندوں کا دیکھنا سننا زندہ ہونا عارضی، محدود، عطائی، غیر

مستقل ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کا نام بھی علی ہے۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ اور حضرت علی مرتضیٰ کا

نام بھی علی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مَوْلَانَا أَنْتَ مَوْلَانَا۔ اور عالموں کو مولینا صاحب کہا

جاتا ہے مگر اللہ کا علی یا مولیٰ ہونا اور طرح کا ہے اور بندوں کا علی اور مولیٰ ہونا کچھ اور قسم کا ہے۔

یہ فرق ضروری ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۶

(الف) جہاں علم غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا جائے یا اس کی بندوں سے نفی کی جائے تو

اس علم غیب سے ذاتی، دائمی، جمیع علوم غیبیہ قدیمی مراد ہوگا۔

(ب) جہاں علم غیب بندوں کے لئے ثابت کیا جائے یا کسی نبی کا قول قرآن میں نقل کیا جائے کہ فلاں پیغمبر نے فرمایا۔ کہ میں غیب جانتا ہوں۔ وہاں مجازی، حادث عطائی علم غیب مراد ہوگا۔ جیسا کہ قاعدہ نمبر ۱۵ میں دیگر صفات کے بارے میں بیان کر دیا گیا۔
الف کی مثال یہ ہے۔

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ۔ (سورہ نمل: ۶۵)

ترجمہ: تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔

عِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ (سورہ انعام: ۵۹)

ترجمہ: اب رب کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ (سورہ لقمان: ۳۴)

ترجمہ: قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ

تَمُوتُ۔ (سورہ لقمان: ۳۴)

ترجمہ: اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس

زمین میں مرے گی۔

وَلَوْ كُنْتُمْ أَعْلَمَ الْغَيْبِ لَا سَتَكُنَّ مِنَ الْخَيْرِ۔ (سورہ اعراف: ۱۸۸)

ترجمہ: اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت خیر جمع کر لیتا۔

ان جیسی تمام آیات میں تمام غیب ذاتی یا قدیمی یا مستقل مراد ہے۔ اس کی نفی

بندوں سے کی جا رہی ہے۔

(ب) کی مثال یہ آیات ہیں۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ۔ (سورہ بقرہ: ۲-۳)

ترجمہ: قرآن ان پر ہیزگاروں کا ہادی ہے جو غیب پر ایمان لائیں (ظاہر ہے کہ

غیب پر ایمان جان کر ہی ہوگا)

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ۔

(سورہ جن: ۲۶-۲۷)

ترجمہ: اللہ غیب کا جاننے والا ہے پس نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سواء پسندیدہ رسول کے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔

(سورہ نساء: ۱۱۳)

ترجمہ: اور سکھا دیا آپ کو وہ جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ (سورہ یوسف: ۹۶)

ترجمہ: یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ جانتا ہوں میں اللہ کی طرف سے وہ جو آپ نہیں جانتے۔

وَأَنْبِئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ۔ (سورہ آل عمران: ۴۹)

ترجمہ: اور خبر دیتا ہوں میں تمہیں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو جمع کرتے ہو۔

قَالَ لَا يَا بُنَيَّ كَمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَأْتُكَمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي۔ (سورہ یوسف: ۳۷)

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے فرمایا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آئے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دوں گا یہ ان علموں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔ (سورہ تکویر: ۲۴)

ترجمہ: اور وہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں۔

قاعدہ نمبر ۱

(الف) جن آدمیوں میں شفاعت کی نفی ہے وہاں یا تو دھولس کی شفاعت مراد ہے یا کفار کے لئے شفاعت یا بتوں کی شفاعت مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے جبراً شفاعت کوئی نہیں کر سکتا یا کافروں کی شفاعت نہیں یابت شفع نہیں۔

(ب) جہاں قرآن شریف میں شفاعت کا ثبوت ہے۔ وہاں اللہ کے پیاروں کی مومنوں کے لئے محبت والی شفاعت بالاذن مراد ہے یعنی اللہ کے پیارے بندے مومنوں کو اللہ تعالیٰ

کی اجازت سے محبوبیت کی بنا پر بخشوا میں گے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

يَوْمَ لَا يَبِيعُ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ۔ (سورہ بقرہ: ۲۵۴)

ترجمہ: وہ قیامت کا دن جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ دوستی نہ شفاعت۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا

تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ۔ (سورہ بقرہ: ۱۲۳)

ترجمہ: اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے

کر چھوڑ دیں اور نہ اسے کوئی شفاعت نفع دے اور نہ ان کی مدد ہو۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ۔ (سورہ مدثر: ۴۸)

ترجمہ: پس نہ نفع دے گی ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت۔

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ۔ (سورہ زمر: ۴۳)

ترجمہ: کیا کافروں نے اللہ کے مقابل سفارشی بنا رکھے ہیں۔

مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ۔ (سورہ مومن: ۱۸)

ترجمہ: اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ

يَعْلَمُونَ۔ (سورہ زخرف: ۸۶)

ترجمہ: شفاعت کا اختیار نہیں سوا ان کے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ۔

ترجمہ: اور نہ ظالموں کا کوئی دوست ہے نہ سفارشی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں کفار کی شفاعت، بتوں کی شفاعت، جبری شفاعت کا انکار ہے۔

ان آیتوں کو نبیوں و لیوں یا مومنوں کی شفاعت سے کوئی تعلق نہیں۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ۔ (سورہ توبہ: ۱۰۳)

ترجمہ: اور آپ انہیں دعا دیں بے شک آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔ (سورہ بقرہ: ۲۵۵)

ترجمہ: وہ کون ہے جو رب کے نزدیک اس کی بے اجازت شفاعت کرے۔

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا۔

(سورہ مریم: ۸۷)

ترجمہ: یہ لوگ شفاعت کے مالک نہیں سوائے ان کے جنہوں نے رب کے نزدیک

عہد لے لیا ہے۔

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى وَهُمْ۔ (سورہ انبیاء: ۲۸)

ترجمہ: یہ حضرات نہ شفاعت کریں گے مگر اس کی جس سے رب راضی ہوا (مومن

کی)

لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا۔

(سورہ طہ: ۱۰۹)

ترجمہ: شفاعت نفع نہ دے گی مگر ان کو جس کے لئے رب نے اجازت دی اور اس

کے کلام سے رب راضی ہوا۔

ان جیسی بہت سی آیتوں میں مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جو اللہ کے پیارے بندے

کریں گے تاکہ آیات میں تعارض نہ ہو۔

نوٹ ضروری: جس حدیث میں ارشاد ہے کہ سنت چھوڑنے والا شفاعت سے محروم ہے۔ اس

سے بلندی درجات کی شفاعت مراد ہے۔ یعنی اس کے درجے بلند نہ کرائے جائیں گے کیونکہ

دوسری روایت میں ہے کہ گناہ کبیرہ والوں کے لئے شفاعت ہے یعنی بخشش کی شفاعت۔ نیز

بعض روایات میں ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے اپنے جانور اور مال کندھے پر لادے ہوئے

حاضر بارگاہ نبوی ہوں گے اور شفاعت کی درخواست کریں مگر انہیں شفاعت سے منع کر دیا

جائے گا۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے منکر ہو کر کافر ہو گئے یا مراد ہے شفاعت نہ کرنا

نہ کہ کر سکتا۔ اس کا بہت خیال چاہئے۔ یہاں بہت دھوکا لگتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۸

(الف) جب غیر خدا کو پکارنے سے منع فرمایا جائے یا پکارنیوالوں کی برائی بیان ہو تو اس

پکارنے سے مراد معبود سمجھ کر پکارتا ہے یعنی پوجنا۔

(ب) جہاں غیر خدا کو پکارنے کا حکم ہے یا اس پکارنے پر ناراضی کا اظہار نہ ہو تو اس سے مراد بلانا یا پکارتا ہی ہوگا۔

الف کی مثال یہ ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ (سورہ احقاف: ۵)

ترجمہ: اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا پوجے۔

فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا۔ (سورہ جن: ۱۸)

ترجمہ: اور اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں دعا کے معنی پوجنا ہے یعنی معبود سمجھ کے پکارتا نہ کہ محض پکارتا۔

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے۔

وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ (سورہ ہود: ۱۳)

ترجمہ: اللہ کے سوا جس کو طاقت رکھتے ہو بلا لو۔

أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ۔ (سورہ احزاب: ۵)

ترجمہ: پکارو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے۔

ان جیسی صدہا آیات میں دعا کے معنی پکارتا یا بلانا ہے۔ اس کی پوری تحقیق پہلے باب میں

دعا کی بحث میں گذر چکی۔ وہاں مطالعہ کرو۔

قاعدہ نمبر ۱۹

(الف) جب غیر خدا کو ولی بنانے سے منع کیا جائے یا ولی ماننے والوں پر ناراضگی اور عتاب ہو یا

ایسے کو مشرک کافر کہا جائے تو ولی سے مراد معبود۔ یا رب کے مقابل مددگار ہوگا۔ یا آیت

کا مطلب یہ ہوگا کہ قیامت میں کافروں کا مددگار کوئی نہیں۔

(ب) جب غیر خدا کو ولی بنانے کا حکم دیا جائے یا اس پر ناراضگی کا اظہار نہ ہو تو ولی سے مراد

دوست مددگار باذن اللہ یا قریب ہوگا۔

الف کی مثال یہ ہے۔

وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ (سورہ شوریٰ: ۸)

ترجمہ: اور ظالموں کے لئے نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ (سورہ شوریٰ: ۳۱)

ترجمہ: اللہ کے مقابل تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں اللہ کے مقابل مددگار مراد ہے ایسا مددگار ماننا کفر ہے۔

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ رَزَاوُلُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ

الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔ (سورہ مائدہ: ۵۵)

ترجمہ: تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور

نماز پڑھتے ہیں۔

وَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔

(سورہ نساء: ۷۵)

ترجمہ: ہمارے لئے اپنی طرف سے دوست بنا اور ہمارے لئے اپنی طرف سے

مددگار بنا دے۔

ان جیسی بے شمار آیتوں میں اللہ کے اذن سے مددگار مراد ہیں اس کی پوری تفصیل پہلے

باب میں ولی کی بحث میں گذر چکی ہے وہاں مطالعہ کرو۔

قاعدہ نمبر ۲۰

(الف) جہاں وسیلہ کا انکار ہے۔ وہاں بتوں کا وسیلہ یا کفار کے لئے وسیلہ مراد ہے یا وہ وسیلہ

مراد ہے جس کی پوجا پاٹ کی جائے۔

(ب) جہاں وسیلہ کا ثبوت ہے وہاں رب کے پیاروں کا وسیلہ یا مومنوں کے لئے وسیلہ مراد

ہے۔ تاکہ آیتوں میں تعارض واقع نہ ہو۔

الف کی مثال یہ ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى۔ (سورہ زمر: ۳)

ترجمہ: ہمیں پوجتے ہیں ہم ان بتوں کو مگر اس لئے تاکہ وہ ہمیں خدا سے قریب کر دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب اپنے بتوں کو جو اللہ کے دشمن ہیں۔ خداری کا وسیلہ سمجھ کر پوجتے تھے۔ یعنی ان کے شرک کی وجہ دو ہوئیں ایک دشمنان خدا کو اس تک پہنچنے وسیلہ سمجھنا دو سے انہیں پوجنا۔ صرف وسیلہ اختیار کرنے کی وجہ سے شرک نہ ہوئے۔
(ب) کی مثال یہ ہے۔

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔ (سورہ مائدہ: ۳۵)

ترجمہ: اس رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ (سورہ نساء: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے حضور آ جائیں پھر خدا سے معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے دعا مغفرت کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا پائیں۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (سورہ آل عمران: ۱۶۳)

ترجمہ: اور وہ رسول انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

قُلْ يَتُوفَىٰ كُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ۔ (سورہ سجدہ: ۱۱)

ترجمہ: فرمادے کہ تمہیں موت دے گا وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں وسیلہ کا ثبوت ہے مگر وہی وسیلہ مراد ہے جو اللہ کے اذن اور

اجازت سے اس کا پیارا بندہ رب تک پہنچائے۔

نوٹ ضروری: وسیلہ اسلام میں بڑی اہم چیز ہے کیونکہ سارے کام موت پر ختم ہو جاتے

ہیں۔ مگر وسیلہ پکڑنا موت، قبر، حشر ہر جگہ ضروری ہے کہ حضور کے نام پر موت ہو۔ قبر میں ان

کے نام پر کامیابی ہو۔ حشر میں ان کے طفیل نجات ہو نیز اور اعمال کی ضرورت صرف انسانوں

کو ہے مگر وسیلہ کی ضرورت ہر مخلوق کو دیکھو کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ کے بغیر قبلہ نہ بنا۔ اور حضور

کے ہاتھوں کے بغیر بتوں کی گندگی سے پاک نہ ہو سکا۔ وسیلہ کا انکار اسلام کے بڑے اہم مسئلہ

کا انکار ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۱

(الف) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے۔ کہ انسان کو صرف اپنے عمل ہی کام آئیں گے یا فرمایا گیا ہے کہ نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو خود کرے۔ اس سے مراد بدنی فرض عبادتیں ہیں یا یہ مطلب ہے کہ قابل اعتماد اپنے اعمال ہیں کسی کے بھیجنے کا یقین نہیں۔

(ب) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے۔ کہ دوسروں کی نیکی اپنے کام آتی ہے اس سے مراد اعمال کا ثواب ہے یا مصیبت دور ہونا یا درجے بلند ہونا۔
الف کی مثال یہ ہے۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى۔ (سورہ نجم: ۳۹)

ترجمہ: نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو کوشش کرے۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ (سورہ بقرہ: ۲۸۶)

ترجمہ: اس نفس کے لئے مفید ہیں وہ عمل جو خود کرے اور اس کو مضر ہیں وہ گناہ جو خود کرے۔

ان دونوں آیتوں کا منشاء یہ ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتا۔ فرضی روزہ نہیں رکھ سکتا۔ ان آیتوں میں اسی لئے سعی اور کسب کا ذکر ہے یا منشاء یہ ہے۔ کہ اپنی ملکیت انہی عملوں پر ہے جو خود کرے۔ لئے جائیں۔ کیا خبر کوئی دوسرا ثواب بھیجے یا نہ بھیجے۔ اس کے بھروسہ پر خود غافل رہنا بیوقوفی ہے۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا

أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا۔ (سورہ کہف: ۸۲)

ترجمہ: حضرت خضر نے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو تھیموں کا خزانہ ہے اور ان کا باپ نیک تھا۔ پس تمہارے رب نے چاہا کہ بالغ ہوں تو اپنا خزانہ نکالیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ

مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ۔ (سورہ طور: ۲۱)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم

نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ جس گرتی ہوئی دیوار کی مرمت حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام نے کی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ اس کے نیچے خزانہ تھا جو ایک نیک آدمی کا تھا۔ اس کے دو چھوٹے بچے تھے رب تعالیٰ نے چاہا کہ دیوار کھڑی رہے اور خزانہ محفوظ رہے تاکہ بچے جوان ہو کر نکال لیں اس لئے دو پیغمبروں کو اس کی مرمت کے لئے بھیجا۔ ان نابالغ یتیموں پر یہ مہربانی ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے ہوئی۔

دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ نیکوں کی مومن اولاد جنت میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہے گی اگرچہ اولاد کے اعمال باپ سے کم درجہ کے ہوں۔ ایسے ہی نابالغ بچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ان حضرت طیب و طاہر قاسم ابراہیم جنت میں حضور کے ساتھ ہوں گے حالانکہ کوئی نیکی نہ کی معلوم ہوا کہ کسی کی نیکی دوسرے کے کام آجاتی ہے اسی وجہ سے ایصالِ ثواب فاتحہ وغیرہ کرتے ہیں بلکہ حج بدل بھی دوسرے کی طرف سے کر سکتے ہیں۔ اور زکوٰۃ میں دوسرے کے نائب بن سکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۲

(الف) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے۔ کہ قیامت میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اس سے مطلب ہے کہ بخوشی نہ اٹھائے گا۔ یا اس طرح نہ اٹھائے گا جس سے مجرم آزاد ہو جائے گا۔

(ب) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت میں بعض لوگ بعض کا بوجھ اٹھائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً اٹھائیں گے۔ یا یہ بھی اٹھائیں گے اور مجرم بھی یہ تو اٹھائیں گے گناہ کرانے کی وجہ سے اور مجرم بوجھ اٹھائے گا گناہ کرنے کی وجہ سے۔

الف کی مثال یہ آیت ہے۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔

(سورہ انعام: ۱۶۴)

ترجمہ: اور نہ کمائے گا کوئی نفس مگر اپنے ذمہ پر اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا - (سورہ بنی اسرائیل: ۷)
اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے لئے کرو گے اور اگر برا کرو گے تو اپنا۔

مَنْ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا -

(سورہ بنی اسرائیل: ۱۵)

ترجمہ: جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے ہی برے کو بہکا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ
وَمَا هُمْ يُحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ -

(سورہ عنکبوت: ۱۳)

ترجمہ: اور کافر مسلمانوں سے بولے ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں
گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ نہ اٹھائیں گے بے شک وہ جھوٹے
ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ -

(سورہ بقرہ: ۱۳۳)

ترجمہ: اسی جماعت کے لئے وہ ہے جو وہ خود کما گئی تمہارے لئے تمہاری کمائی
ہے۔ اور تم ان کے اعمال سے نہ پوچھے جاؤ گے۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ کسی کی پکڑ دوسرے کی وجہ سے نہ ہوگی اور کوئی کسی کا نہ
گناہ اٹھائے نہ نیکی سے فائدہ پائے۔ بلکہ اپنی کرنی اپنی بھرنی ہے۔

(ب) کی مثال یہ ہے:

وَلِيَحْمِلْنَ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا
يَفْتَرُونَ - (سورہ عنکبوت: ۱۳)

ترجمہ: اور بے شک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور
بوجھ اور ضرور قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جو کچھ بہتان اٹھاتے تھے۔

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُلُوبًا أَنفُسُكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ
وَالْحِجَارَةُ - (سورہ تحریم: ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس

کا ایندھن آدی اور پتھر ہیں۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (سورہ انفال: ۲۵)

ترجمہ: اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں سے خاص ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا
اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا أُولَٰ خَافِرِينَ۔ (سورہ بقرہ: ۲۱)

ترجمہ: تم قرآن کے پہلے کافر نہ بنو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قیامت میں بعض گنہگار دوسرے مجرموں کا بھی بوجھ اٹھائیں
گے اور یہ بھی پتہ لگا کہ بعض کے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں بھی دوسروں پر مصیبت آ جاتی ہے
یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی نجات کے لئے اپنے گھر والوں کو ہدایت دینا ضروری ہے مطابقت اسی
طرح ہوگی جو ہم نے عرض کر دیا کہ بخوشی کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور کوئی دوسرے کا بوجھ
اس طرح نہ اٹھائے گا کہ اصلی مجرم بالکل آزاد ہو جائے ہاں گمراہ کرنے والا بری باتوں کا موجد
سارے مجرموں کا بوجھ اٹھائے گا یہ ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

قاعدہ نمبر ۲۳

(الف) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ رسولوں میں فرق نہ کرو۔ وہاں ایمان میں فرق کرنا مراد
ہے یعنی ایسے فرق نہ کرو کہ بعض کو مانو اور بعض کو نہ مانو۔ یا مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے
فرق پیدا نہ کرو یعنی ان کے فضائل اپنی طرف سے نہ گھٹاؤ۔ یا ایسا فرق نہ کرو جس سے
بعض پیغمبروں کی توہین ہو جائے۔

(ب) جن آیتوں میں فرمایا گیا کہ پیغمبروں میں فرق ہے وہاں درجات اور مراتب کا فرق مراد
ہے یعنی بعض کے درجے بعض سے اعلیٰ ہیں۔

الف کی مثال یہ ہے۔

لَا تَفَرِّقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ۔ (سورہ بقرہ: ۲۸۵)

ترجمہ: مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ

يُؤْتِيهِمْ أَجُورَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔ (سورہ نساء: ۱۵۲)

ترجمہ: اور وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان رسولوں میں سے کسی میں فرق نہ کرے یہ وہ ہیں جنہیں رب ان کا ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیتوں میں ایمان کا فرق مراد ہے۔ یعنی بعض پیغمبروں کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا یہ کفر ہے ایمان کے لئے سب نبیوں کو ماننا ضروری ہے اس کی تفسیر اس آیت نے کی ہے۔
 إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا۔ (سورہ نساء: ۱۵۰)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کا اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان میں رستہ بنا لیں۔

اس آیت نے بتا دیا کہ پیغمبروں کے درمیان ایمان لانے میں فرق کرنا منع ہے۔
 (ب) کی مثال یہ ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔ (سورہ بقرہ: ۲۵۳)

ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر بزرگی دی ان میں سے وہ ہی ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض وہ ہیں جنہیں درجات میں بلند کیا۔
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔ (سورہ احزاب: ۴۵-۴۶)

ترجمہ: اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا گواہ خوشخبریاں دینا اور ڈر سنانا اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانا اور چمکانے والا سورج۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ (سورہ انبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کی رحمت۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ بعض پیغمبر بعض سے افضل ہیں اور خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سارے رسولوں میں ایسے ہیں۔ جیسے تاروں میں سورج اور سارے جہان کی رحمت ہیں یہ صفات اوروں کو نہ ملیں۔

نوٹ ضروری: بعض احادیث میں آیا ہے کہ ہم کو یونس علیہ السلام پر بھی بزرگی نہ دو۔ اور بعض میں آیا ہے کہ ہم تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔ ان احادیث میں مطابقت اسی طرح ہے کہ ایسی بزرگی دینا جس سے یونس علیہ السلام کی توہین ہو جائے منع ہے اور اس طرح حضور کی شان بیان کرنا کہ ان حضرات کی عظمت برقرار رہے اور حضور کی شان معلوم ہو جائے بالکل جائز بلکہ ضروری ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۴

(الف) قرآن شریف میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا یا گیا ہے کہ مجھے خبر نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ وہاں اٹکل حساب قیاس اندازے سے جاننا مراد ہے یعنی میں اندازے یا قیاس سے یہ نہیں جانتا۔

(ب) اور جہاں اس کے خلاف ہے وہاں وحی الہام کے ذریعہ سے علم دینا مراد ہے۔ الف کی مثال یہ ہے۔

وَمَا أَذِرِي مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِيكُمْ۔ (سورہ احقاف: ۹)

ترجمہ: اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور تمہارے ساتھ کیا۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے معاملات نجوم رمل قیاس حساب اٹکل سے معلوم نہیں ہو سکتے ہیں باوجودیکہ پیغمبر ہوں اور پیغمبر کی عقل تمام دنیا سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے لیکن میری کامل عقل ان باتوں کے جاننے کے لئے کافی نہیں میں بھی عقل سے یہ چیزیں نہیں جانتا۔ تو تم کیسے جان سکتے ہو مجھے یہ علم وحی کے ذریعہ ہوا اور تم صاحب وحی نہیں ہو۔ تو ایسی باتوں میں عقل پر زور نہ دیا کرو اس کی تفسیر اسی آیت کے آخر میں یوں ہو رہی ہے۔

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔ (سورہ احقاف: ۹)

ترجمہ: میں نہیں پیروی کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر

صاف ڈر سنانے والا۔

معلوم ہوا کہ آخرت کی پکڑ اور نجات وغیرہ وحی سے معلوم ہوتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آتی ہے اس لئے اس آیت میں درایت کی نفی کی گئی ہے درایت کے معنی عقل سے جاننا، خدا تعالیٰ کے علم کو درایت نہیں کہتے کیونکہ وہ عقل سے پاک ہے۔ اس کا علم عقلی نہیں حضوری ہے اس کی مثال یہ آیت ہے۔

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ
وَلَا الْإِيمَانُ۔ (سورہ شوریٰ: ۵۲)

ترجمہ: اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ ایمان تفصیل وار۔

اس آیت کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور ایمان کو عقل، قیاس اندازے سے معلوم نہ فرمایا۔ بلکہ اس کا ذریعہ وحی الہی ہے یہاں بھی درایت کی نفی ہے۔ نہ کہ مطلق علم کی ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہور نبوت سے پہلے عبادات کرتے تھے ایمان سے خبردار تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ماں کی گود میں تو حید رسالت احکام سے واقف ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی پیدائش سے چند گھنٹے بعد قوم سے فرمایا۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابُ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا۔ (سورہ مریم: ۳۰)

ترجمہ: فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب دی اور نبی فرمایا۔ (الخ)

جب کلمتہ اللہ صلوات اللہ علیہ وسلمہ بچپن میں رب سے بے خبر نہیں تو جو حبیب اللہ ہوں وہ کیسے بے خبر ہوں گے۔ لہذا اس آیت کے معنی وہ ہی ہیں جو عرض کئے گئے۔ یعنی قیاس سے معلوم کرنا۔

(ب) کی مثال اس آیت میں ہے۔

لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ (سورہ فتح: ۲)

ترجمہ: تاکہ بخش دے اللہ تعالیٰ تمہارے طفیل تمہارے وہ گناہ جو اگلے ہیں اور جو پچھلے ہیں۔

یہاں تمہارے گناہ سے مراد امت کے وہ گناہ ہیں جن کا بخشوانا حضور کے ذمہ کرم پر ہے۔ جیسے وکیل کہتا ہے میرا مقدمہ فتح ہو گیا۔ یعنی وہ مقدمہ جس کی پیروی میرے ذمہ ہے نہ یہ

مطلب کہ میں اس میں گرفتار ہوں۔ کیونکہ نبی گناہ سے معصوم ہیں۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكِتَابَ الْكَوْنُورَ۔ (سورہ کوثر: ۱)

ترجمہ: ہم نے تم کو کوثر دے دیا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (سورہ نشر: ۴)

ترجمہ: ہم نے تمہارا ذکر اونچا کر دیا۔

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انجام سے باخبر کئے گئے ہیں مگر یہ علم وحی کا ہے نہ کہ محض عقلی۔ لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ حضور تو اپنی امت کے انجام کی بھی خبر رکھتے ہیں قرآن میں حضور کو شاہد فرمایا اور گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ سے خبردار ہو۔ اسی لئے فرمایا حسن حسین جو انان جنت کے سردار ہیں ابو بکر جنتی ہیں فاطمہ الزہرہ جنتی ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۵

(الف) جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت نہیں کرتے وہاں مراد ہے اللہ کی مرضی کے خلاف اس کے مقابل ہدایت نہیں کرتے کہ رب چاہے کسی کو گمراہ کرنا اور نبی ہدایت کر دیں یا ناممکن ہے۔

(ب) جہاں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت کرتے ہیں وہاں مراد ہے باذن الہی ہدایت کرتے ہیں۔

الف کی مثال یہ ہے:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ۔ (سورہ قصص: ۵۶)

ترجمہ: بے شک تم ہدایت نہیں کرتے جسے محبت کرو لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

لطفیہ: اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے احببت فرمایا۔ اور اللہ کے لئے یشاء فرمایا دونوں جگہ یشاء نہیں بولا گیا۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق ہی سے محبت فرماتے ہیں۔ کیونکہ رحمت للعالمین ہیں اور آپ کو پسند ہے کہ سب کو ہی ہدایت ملے۔ مگر آپ کی اس محبت پر ہدایت نہیں ملتی۔ لیکن آپ اسی کی ہدایت چاہتے ہیں جس کی ہدایت رب چاہے جو فتانی اللہ ہو

وہ اپنی مشیت رب کی مشیت میں فنا کر دیتا ہے۔ اس کے بغیر چاہے چاہتا بھی نہیں رب تعالیٰ بھی ربوبیت کے لحاظ سے ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے کیونکہ رب العالمین ہے۔ اسی لئے ہادی بھیجے مگر چاہتا اس کی ہدایت ہے جس کی ہدایت میں حکمت ہے تو ہدایت نہ حضور کی محض محبت سے ملتی ہے نہ اللہ کی محض محبت سے ہاں رب کے ارادہ سے اور پھر حضور کے ارادے سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي
الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بَأْيَةٌ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى
الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ۔ (سورہ انعام: ۳۵)

ترجمہ: اور اگر ان کفار کا پھرنا آپ پر شاق گذرا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا اور آسمان میں زینہ پھران کے لئے نشانی لے آؤ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس تم نادان نہ بنو۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُشَاءُ۔ (سورہ بقرہ: ۲۷۲)

ترجمہ: آپ پر ان کی ہدایت نہیں لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں رب تعالیٰ کے خلاف مرضی ہدایت دینا مراد ہے یہ نہ نبی سے ممکن ہے نہ قرآن سے۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (سورہ شوریٰ: ۵۲)

ترجمہ: اور تم اے محبوب ہدایت کرتے ہو سیدھے راستے کی۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَامٌ۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۹)

ترجمہ: بے شک قرآن ہدایت دیتا ہے اس راستے کی جو سیدھا ہے۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ۔ (سورہ آل عمران: ۱۶۳)

ترجمہ: وہ نبی مسلمانوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ

الْهُدَى - (سورہ بقرہ: ۱۸۵)

ترجمہ: ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت اور راہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں ہیں۔

ان جیسی تمام آیات میں جن میں قرآن یا توریت یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی فرمایا گیا ہے ہدایت سے مراد اللہ کی مرضی سے راہ دکھانا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۶

(الف) جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ غیر خدا کے نام پر پکارا ہوا جانور حرام ہے وہاں ذبح کے وقت کسی کا نام پکارنا مراد ہے۔

(ب) جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ غیر خدا کے نام پر پکارا ہوا جانور حرام نہیں ہے حلال ہے ان میں زندگی کی حالت میں کسی کا نام پکارنا مراد ہے۔ جیسے بتوں کے نام پر چھوڑا ہوا جانور یا زید کی بکری عبدالرحیم کی گائے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

وَمَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ اللَّهِ - (سورہ بقرہ: ۱۷۳)

ترجمہ: اور حرام ہے وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو۔

وَمَا لَكُمْ إِلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ - (سورہ انعام: ۱۱۹)

ترجمہ: اور تمہارا کیا حال ہے کہ وہ جانور نہیں کھاتے جس پر بوقت ذبح خدا کا نام پکارا گیا۔

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ - (سورہ مائدہ: ۳)

ترجمہ: اور حرام ہے وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا جائے۔

ان تمام آیتوں میں اس جانور کے کھانے سے منع فرمایا گیا ہے جو کسی غیر خدا کے نام پر

ذبح کیا جائے کہ حرام کرنے والی یہی چیز ہے۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بُحَيْرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ

كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ - (سورہ مائدہ: ۱۰۳)

ترجمہ: نہیں مقرر کیا اللہ نے کان چرا ہوا اور نہ بجا اور نہ وصیلہ اور نہ جام۔ لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں۔

یہ جانور جو اس آیت میں مذکور ہوئے مشرکین عرب کی طرف سے بتوں کے نام پر چھوڑے جاتے تھے۔ یعنی زندگی میں ان پر غیر خدا کا نام پکارا جاتا تھا۔ اور مشرکین انہیں حرام سمجھتے تھے ان کے حرام سمجھنے کی تردید اس آیت میں کر دی گئی ہے اور انہیں حلال فرمایا گیا لہذا آج مشرکین کے چھوڑے ہوئے بجا حلال ہیں۔ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ۔

قاعدہ نمبر ۲۷

(الف) جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا یا گیا ہے کہ میں اپنے اور تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں وہاں اللہ کے بغیر مرضی ملکیت مراد ہے۔

جہاں فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنی کر دیتے ہیں وہاں بے عطاء الہی ارادے سے غنی کرنا اور دینا مراد ہے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ۔

(سورہ اعراف: ۱۸۸)

ترجمہ: تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے بھلے اور برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ۔ (سورہ یوسف: ۶۷)

اور میں تم سے دفع نہیں کر سکتا اللہ کے مقابل کوئی چیز۔

مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةٌ فِي نَفْسٍ يَعْقُوبَ۔

(سورہ یوسف: ۶۸)

ترجمہ: اور یعقوب نہیں دفع کر سکتے تھے ان سے اللہ کی کوئی مصیبت مگر یعقوب کے دل کی حاجت تھی جو پوری کر دی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں یہ مراد ہے کہ رب تعالیٰ کے اذن کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا ہر

چیز میں اس کی اجازت کا حاجت مند ہوں۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

أَغْنَاهُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ۔ (سورہ بقرہ: ۷۴)

ترجمہ: غنی کر دیا انہیں اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ (سورہ توبہ: ۵۹)

ترجمہ: اور اگر وہ راضی ہوتے اس پر جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ

زَوْجَكَ۔ (سورہ احزاب: ۳۷)

ترجمہ: جب آپ کہتے تھے اس سے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے اسے

نعمت دی کہ اپنی بیوی کو روکو۔

ان آیتوں سے پتہ لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنی کرتے ہیں نعمت دیتے ہیں ان

میں یہ ہی مراد ہے کہ اللہ کے حکم اللہ کے ارادہ اور اذن سے نعمتیں بھی دیتے ہیں اور فضل بھی

کرتے ہیں۔ لہذا دونوں قسم کی آیتوں میں تعارض نہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۸

(الف) جب رفع کا مفعول کوئی زمینی جسم ہو تو رفع کے معنی ہوں گے اونچی جگہ میں اٹھانا

چڑھانا اونچا کرنا۔

(ب) جب رفع کا مفعول کوئی زمینی جسم نہ ہو تو اس کے معنی ہوں گے روحانی بلندی مرتبہ کا اونچا

ہونا الف کی مثال یہ آیات ہیں۔

يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قُمْ فَاذْعَبْ وَارْتَعْزِبْ إِلَىٰ مَوْتِكَ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ سَبِيلٌ۔ (سورہ آل عمران: ۵۵)

(سورہ آل عمران: ۵۵)

ترجمہ: اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں

اور کافروں سے تمہیں پاک کرنے والا ہوں۔

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ۔ (سورہ یوسف: ۱۰۰)

ترجمہ: اور اٹھالیا یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر۔

وَرَفَعْنَا قَوْمَهُمُ الطُّورَ۔ (سورہ نساء: ۱۵۳)

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کے اوپر طور پہاڑ اٹھالیا۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ - (سورہ بقرہ: ۱۲۷)

ترجمہ: اور جب ابراہیم بیت اللہ کی دیواریں اونچی کر رہے تھے۔

ان آیتوں میں چونکہ رفع کا مفعول عیسیٰ علیہ السلام یا یوسف علیہ السلام کے والدین یا طور پہاڑ یا کعبہ کی دیوار ہے اور یہ سب زمینی جسم ہیں لہذا ان میں رفع کرنے کے معنی ہوں گے بلند جگہ میں پہنچانا۔ اٹھانا اونچا کرنا درجے بلند کرنا مراد نہ ہوگا۔

(ب) کی مثال یہ آیت ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ - (سورہ الم نشرح: ۴)

ترجمہ: ہم نے آپ کا ذکر اونچا کر دیا۔

مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ - (سورہ بقرہ: ۲۰۳)

ترجمہ: ان پیغمبروں میں بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا۔ اور بعض کے درجے اونچے کئے۔

فِي بُيُوتٍ أُذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُرَذَّرَ فِيهَا اسْمُهُ - (سورہ نور: ۳۶)

ترجمہ: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور ان میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

ان تمام آیتوں میں چونکہ رفع کا مفعول زمینی جسم نہیں بلکہ ذکر یا درجے یا خدا کا نام ہے۔ اس لئے یہاں مکانی بلندی مراد نہ ہوگی بلکہ روحانی بلندی مراد ہے۔ کیونکہ یہ ہی اس کے لائق ہے لہذا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو آیت آئی اِنْسِي رَافِعُكَ - اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمہیں آسمان پر اٹھانے والے ہیں یہ نہیں کہ تمہارے درجے بلند کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام زمینی جسم ہیں اور جسم کے لئے بلندی مکانی مناسب ہے۔

اعتراض: اگر اس آیت میں مکانی بلندی مراد ہے تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ یعنی آسمانوں میں رہتا ہو کیونکہ فرمایا گیا ہے۔ رَافِعُكَ اِلَىٰ اٰسْمَانِیٰ طرف اٹھانے والا ہوں خدا کی طرف کوئی ہے؟

جواب: یہاں خدا کی طرف اٹھانے سے مراد آسمان کی طرف اٹھانا ہے کیونکہ اگرچہ زمین و

آسمان ہر چیز خدا تعالیٰ ہی کی ہے لیکن آسمان خصوصیت سے تجلی گاہ الہی ہے کہ نہ وہاں کسی کی ظاہری بادشاہت ہے نہ کفر و شرک و گناہ لہذا آسمان پر جانا گویا خدا کے پاس جانا ہے اسی لئے فرمایا گیا۔ اءِ مِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیْهِدِیْنِ۔ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں۔ وہ مجھے ہدایت کرے۔ گا حالانکہ آپ شام کے ملک میں جا رہے تھے۔ مگر چونکہ شام آپ کی عبادت گاہ تھا اس لئے وہاں جانا رب کے پاس جانا قرار دیا گیا۔ اسی لئے مسجدوں کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے۔ خدا وہاں رہتا نہیں۔ مگر چونکہ وہاں کسی کا کام نہیں ہوتا اور نہ مسجد کسی انسان کی ملک ہے، لہذا وہ خدا کا گھر ہے۔

اعتراض: اس آیت میں فرمایا گیا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ۔ میں تمہیں وفات دوں گا اور اٹھاؤں گا یہاں وفات کا ذکر پہلے ہے۔ اور اٹھانے کا ذکر بعد میں معلوم ہوا عیسیٰ علیہ السلام کو موت کے بعد اٹھایا گیا نہ کہ موت سے پہلے (قادیانی)

جواب: اگر یہاں وفات کے معنی موت مان لئے جائیں تو بھی واؤ کے لئے ترتیب لازم نہیں، بہت جگہ ترتیب کے خلاف ہوتا ہے لہذا یہاں معنی یہ ہوئے کہ میں پہلے تمہیں اٹھاؤں گا پھر موت دوں گا جیسا کہ ان آیتوں میں ہے۔

وَاسْجُدْیْ وَارْکَعْیْ۔ (سورہ آل عمران: ۴۳)

ترجمہ: اے مریم تو سجدہ کرو اور رکوع کرو۔

خَلَقْکُمْ وَالذِّیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ۔ (سورہ بقرہ: ۲۱)

ترجمہ: اللہ نے پیدا کیا ہم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے۔

نَمُوْثٌ وَنَحْیًا۔ (سورہ جاثیہ: ۲۴)

ترجمہ: ہم مریں گے اور جنیں گے۔

خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔ (سورہ طہ: ۴)

ترجمہ: اللہ نے پیدا کیا زمین کو اور اونچے آسمانوں کو۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوَةَ۔ (سورہ ملک: ۲)

ترجمہ: اس اللہ نے پیدا کیا موت اور زندگی کو۔

وَلَقَدْ اَوْجِیْ اِلَیْکَ وَالذِّیْنَ مِنْ قَبْلِکَ۔ (سورہ زمر: ۶۵)

ترجمہ: اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو تم سے پہلے تھے۔

ان تمام آیتوں میں واؤ ترتیب کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اس آیت میں ہے اور اگر واؤ یہاں ترتیب بتائے تب متوفیک۔ میں جو وفات یو توفی مذکور ہے اس سے موت مراد نہیں۔ سلانا یا پورا لینا مراد ہے۔ قرآن شریف میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تمہیں سلا کر اپنی طرف اٹھاؤں گا یا میں تمہیں پورا پورا جسم مع روح اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِنرَاهِيْمَ الْبَدِي وَفِي**۔ یہاں وفی کے معنی ہیں پورا کیا فرماتا ہے۔ **يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ**۔ یہاں وفات کے معنی سلانا ہیں۔ یعنی رب تعالیٰ تم کو رات میں سلا دیتا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۹

(الف) جن آیتوں میں خدا کے سوا دوسرے سے ڈرنے کی ممانعت فرمائی گئی یا فرمایا گیا۔ کہ صرف اللہ ہی سے ڈرو وہاں عذاب کا خوف، حساب کا ڈر، پکڑ کا خوف، الوہیت اور کبریائی کا خوف مراد ہے کہ کسی کو معبود سمجھ کر نہ ڈرو یا رب تعالیٰ کے مقابل کسی سے خوف نہ کرو۔

(ب) جن آیتوں میں دوسرے سے ڈرنے کا حکم دیا گیا یا فرمایا گیا۔ کہ فلاں پیغمبر فلاں سے ڈرے وہاں تکلیف کا ڈر، ایذا پہنچانے کا خوف یا فتنہ کا خوف مراد ہے۔ تاکہ آیتوں میں تعارض نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ کبریائی کی ہیبت مومن کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی چاہئے اور دوسری قسم کے فتنہ تکلیف کا خوف مخلوق کا ہو سکتا ہے۔

الف کی مثال یہ آیات ہیں۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ ۖ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونَ۔ (سورہ بقرہ: ۴)

ترجمہ: تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔ اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي۔ (سورہ بقرہ: ۱۵۰)

ترجمہ: پس ان کافروں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ۔

(سورہ احزاب: ۳۹)

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ (سورہ آل عمران: ۱۷۵)

ترجمہ: پس ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

إِلَّا إِنْ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (سورہ یونس: ۶۲)

ترجمہ: خبردار ہو کہ اللہ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ان جیسی تمام وہ آیتیں جن میں غیر خدا سے ڈرنے کی ممانعت ہے۔ ان میں الوہیت کا خوف مراد ہے یا مخلوق کا وہ خوف جو رب کی اطاعت سے روک دے یہ ڈر ممنوع ہے۔
ب کی مثال یہ آیات ہیں۔

إِنَّ مِنْ أَوْلَادِكُمْ وَعَدُوِّكُمْ فَأَخَذُوا هُمْ۔ (سورہ تغابن: ۱۳)

ترجمہ: تمہاری بعض بیویوں اور بعض اولاد تمہاری دشمن ہیں ان سے ڈرتے رہو۔

قَالَا رَبَّنَا إِنَّا نَخَافُ أَنْ يُفْرِطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَى۔ (سورہ طہ: ۲۵)

ترجمہ: حضرت موسیٰ و ہارون نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہ فرعون ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی۔

فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَمُوسَى لَا تَخَفْ۔ (سورہ نمل: ۱۰)

ترجمہ: پھر موسیٰ نے اس لاشی کو دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور مڑ کر نہ دیکھا اے موسیٰ نہ ڈرو۔

فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى۔ (سورہ طہ: ۲۷)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر گئے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يُقْتَلُونِ۔ (سورہ قصص: ۲۳)

ترجمہ: کہا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب میں نے ان میں ایک آدمی مار ڈالا ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ۔ (سورہ ذریت: ۲۸)

ترجمہ: تو ابراہیم اپنے دل میں ان فرشتوں سے ڈر گئے وہ بولے آپ ڈریے نہیں۔

ان جیسی بہت سی وہ آیتیں جن میں مخلوق سے ڈرنے کا حکم ہے۔ یا ان سے ڈرنے کا ثبوت ہے ان میں وہی مراد ہے۔ جو عرض کیا گیا۔ یعنی تکلیف کا خوف یا فتنہ کا ڈر۔ اس قسم کے ڈرنے ایمان کے خلاف ہیں۔ اور نہ ولایت اور نبوت کے منافی۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام نبی ہیں۔ مگر سانپ سے فرعون سے ملائکہ سے خوف فرماتے ہیں۔ لہذا انبیاء اور اولیاء اللہ سے خوف کرنا کہ یہ ناراض ہو کر بددعائیں دیں گے اور ہم کو نقصان پہنچ جائے گا۔ ایمان کے خلاف نہیں بلکہ ایمان کو قوی کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے فرعونوں کا بیڑا غرق ہوا۔ نوح علیہ السلام کی بددعا سے ساری دنیا کے کافر ہلاک کر دیے گئے۔ معلوم ہوا۔ کہ ان کی بددعا خطرناک ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے بغیر کسی بندے کی بددعا کے کسی کو ہلاک نہ کیا۔

سچ تو ہے را خدا رسوا نہ کرد

تا دله صاحب دله نادم بدرد

قاعدہ نمبر ۳۰

(الف) جن آیتوں میں نبی سے کہلوایا گیا ہے کہ ہم تم جیسے بشر ہیں۔ وہاں مطلب یہ ہے کہ خالص بندے ہونے میں تم جیسے بشر ہیں۔ کہ جیسے تم نہ خدا ہونہ خدا کے بیٹے نہ خدا کے ساجھی شریک۔ ایسے ہی ہم نہ خدا ہیں نہ اس کے بیٹے نہ اس کے ساجھی خالص بندے ہیں۔

(ب) جن آیتوں میں نبی کو بشر کہنے پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے اور انہیں بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ جو نبی کی ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرتے ہوئے انہیں بشر کہے یا ان کی اہانت کرنے کے لئے بشر کہے یا یوں کہے کہ جیسے ہم محض بشر ہیں نبی نہیں ایسے ہی تم نبوت سے خالی ہو محض بشر ہو۔ وہ کافر ہے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ۔ (سورہ کہف: ۱۱۰)

ترجمہ: فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں کہ میری طرف وحی کی گئی۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ۔ (سورہ ابراہیم: ۱۱)

ترجمہ: ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تو تمہاری طرح انسان ہیں۔ مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔

ان جیسی تمام آیات میں یہی مراد ہے کہ ہم اللہ نہ ہونے میں اور خالص بندہ ہونے میں تم جیسے بشر ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ عام انسان پیغمبر کے برابر ہو جائیں۔ ان آیات کی تائید ان آیتوں سے ہو رہی ہے۔

وَمَا مِنْ ذَابِيَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَّمٌ أَمْثَالُكُمْ۔

(سورہ انعام: ۳۸)

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اڑتا ہو۔ مگر تم جیسی امتیں ہیں۔

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكُورَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ۔ (سورہ نور: ۳۵)

ترجمہ: اس اللہ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے۔

ان آیتوں میں تمام جانوروں کو انسانوں کی مثل فرمایا گیا۔ حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ تعالیٰ کے نور کو طاق اور چراغ سے مثال دی گئی۔ حالانکہ کہاں طاق اور چراغ اور کہاں رب کا نور۔ جیسے ان دونوں آیتوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہم جانوروں کی طرح یا رب کا نور طاق اور چراغ کی طرح اسی طرح نہیں کہا جاسکتا کہ ہم نبی کے برابر یا ان کی طرح ہیں۔ یہ تمثیل فقط سمجھانے کے لئے ہے۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدِيٰنَا وَإِنَّا فَكْفُرُوا وَتَوَلَّوْا وَاسْتَفْسَىٰ اللَّهُ۔ (سورہ تغابن: ۶)

ترجمہ: پس کافر بولے کیا بشر ہمیں ہدایت کرے گا لہذا وہ کافر ہو گئے پھر وہ پھر گئے اور اللہ بے پروا ہے۔

قَالَ لِمَ أَكُنُّ لِبَاسٍ جَدِّ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ۔

(سورہ حجرات: ۲۳)

ترجمہ: شیطان نے کہا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں۔ جسے تو نے بھتی مٹی سے بنایا جو سیاہ لیسدا رنگارے سے تھی۔

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ۔
(سورہ مومنون: ۳۳)

ترجمہ: تو جس قوم کے سرداروں نے کفر کیا وہ بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی۔
وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلُكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا الْخِيسِرُونَ۔ (سورہ مومنون: ۳۳)
ترجمہ: کفار نے کہا کہ اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو گے تو تم ضرور گھائے میں رہو گے۔

فَقَالُوا آتُونَا بَشَرِينَ مِثْلَنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ۔ (سورہ مومنون: ۳۷)
ترجمہ: فرعون نے بولے کیا ہم ایمان لائیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کر رہی ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں فرمایا گیا کہ پیغمبر کو بشر کہنا اولاً شیطان کا کام تھا۔ پھر ہمیشہ کفار نے کہا۔ مومنوں نے یہ کبھی نہ کہا اور ان کفار کے کفر کی سب سے بڑی یہ تھی کہ وہ انبیاء سے برابری کے دعویدار ہو کر انہیں اپنی طرح بشر کہتے تھے۔

نوٹ ضروری: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بارہا اپنی بندگی اور بشریت کا اعلان کرنا اس لئے تھا۔ کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام میں دو معجزے دیکھ کر انہیں خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ ایک تو ان کا بغیر دیکھے چاند پھٹتا ہوا۔ سورج لوٹتا ہوا دیکھا کنگر کلمہ پڑھتے دیکھے انگلیوں سے پانی کے چشمے بہتے دیکھے۔ اندیشہ تھا کہ وہ بھی حضور کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیں۔ اس احتیاط کے لئے بار بار اپنی بشریت کا اعلان فرمایا۔

تیسرا باب

مسائل قرآنیہ

اس باب میں ان ضروری مسائل کا ذکر ہوگا۔ جس کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ قرآن شریف سے صراحتاً ثابت ہے اور ان کے ثبوت میں صرف قرآنی آیات ہی پیش کی جائیں گی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرمائے۔

مسئلہ نمبر (۱)

کرامات اولیاء اللہ حق ہیں

جو عجیب و غریب حیرت انگیز کام نبی سے صادر ہو تو اگر نبوت کے ظہور سے پہلے صادر ہوئی اور ارہاس ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن شریف میں کلام فرمانا، یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کنکروں اور پتھروں کا بچپن میں سلام کرنا۔ اگر ظہور نبوت کے بعد ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا۔ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کو چیرنا، سورج کو واپس لانا اور جو ولی سے صادر ہو اسے کرامت کہتے ہیں اور جو عجیب و غریب کام کافر سے ہو وہ استدراج کہلاتا ہے جیسے دجال کا پانی برسانا۔ مردے زندہ کرنا ابھی تک اللہ کے فضل و کرم سے مسلمانوں میں کوئی فرقہ ایسا پیدا نہیں ہوا۔ جو معجزات کا انکار کرتا ہو قادیانی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان کے مسیح موعود میں کوئی معجزہ نہیں تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اصلی مسیح میں کوئی معجزہ نہ تھا اس لئے ان کے مثل مسیح میں کوئی معجزہ نہیں ورنہ معجزات کے وہ بھی قائل ہیں۔ خود قرآن کریم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ مانتے ہیں ہاں بہت لوگ کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ ساری کرامات گھڑے ہوئے قصے کہانی ہیں۔ قرآن سے ثبوت نہیں ہم وہ آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں جن میں کرامات کا صریح ذکر ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ - (سورہ آل عمران: ۳۷)

ترجمہ: جب مریم کے پاس ذکر یا علیہ السلام آتے تو بے موسم پھل پاتے تو کہا اے مریم تمہارے پاس یہ کہاں سے آئے تو بولیں یہ رب کے پاس سے آئے ہیں۔

حضرت مریم بنی اسرائیل کی ولیہ ہیں۔ ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ مقفل کو ٹھڑی میں بے موسم پھل انہیں غیب سے عطا ہوئے۔ یہ کرامت ولی ہے۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا - (سورہ کہف: ۲۵)

ترجمہ: اصحاب کہف غار میں تین سو برس ٹھہرے نو اوپر۔

اصحاب کہف نبی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے ولی ہیں۔ ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ غار میں تین سو نو برس سوتے رہے۔ اتنا عرصہ بے غذا سونا اور فنا نہ ہونا کرامت ہے۔

وَنَحْسَبُهُمْ آيَاتًا وَهُمْ رَقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ
وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ - (سورہ کہف: ۱۸)

ترجمہ: اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سو رہے ہیں اور ہم انہیں دائیں بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے غار کی چوکھٹ پر ہے۔

اس آیت میں اصحاب کہف جو اولیاء اللہ ہیں۔ ان کی تین کرامتیں بیان ہوئیں۔ ایک تو جاگنے کی طرح اب تک سونا۔ دوسرے رب کی طرف سے کروٹیں بدلنا اور زمین کا ان کے جسموں کو نہ کھانا اور بغیر غذا باقی رہنا تیسرے ان کے کتنے کا اب تک لیٹے رہنا یہ بھی ان کی کرامت ہے نہ کہ کتے کی۔

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ
طَرَفُكَ - (سورہ نمل: ۴۰)

ترجمہ: اور بولا وہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں تخت بلقیس آپ کے پاس لے آؤں گا۔ آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے۔

اس آیت میں آصف بن برخیا کے جو بنی اسرائیل کے نبی نہیں بلکہ ولی ہیں کئی کرامتیں

بیان ہوئیں بغیر کسی کے پوچھے یمن پہنچ جانا۔ وہاں سے اتنا وزنی تخت لے آنا اور یہ دور دراز سفر شام سے یمن تک جانا آنا ایک آن میں طے کر لینا۔

فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا
لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا۔ (سورہ کہف: ۷۱)

ترجمہ: دونوں موسیٰ و خضر علیہم السلام چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی کو توڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے اس لئے توڑ دیا کہ کشتی والے ڈوب جائیں۔

اس آیت کریمہ میں خضر علیہ السلام جو کہ غالباً کسی قوم کے ولی ہیں۔ ان کی یہ کرامت بیان کی کہ انہوں نے کشتی توڑ ڈالی مگر کشتی نہ ڈوبی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔
وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنِينَ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا۔

(سورہ کہف: ۸۰)

ترجمہ: حضرت خضر نے فرمایا کہ اس بچے کے ماں باپ مومن ہیں۔ ہم نے خوف کیا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر پر چڑھادے۔

وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا۔

ترجمہ: خضر نے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو تھیموں کا خزانہ ہے اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔

اس آیت میں خضر علیہ السلام کی یہ کرامت بیان ہوئی۔ کہ انہوں نے زمین کے نیچے کا دَفینہ معلوم کر لیا۔

ان جیسی بہت سی آیات میں اولیاء اللہ کی کرامات بیان ہوئیں۔ ان کا علم غیب طی الارض یعنی بہت جلد سفر طے کرنا۔ بے آب و غذا بہت عرصہ زندہ رہنا، غرضیکہ بہت کرامات کا ذکر

اللہ کے مقبول بندے باذن الہی مشکل کشا حاجت روادافع بلا ہیں
اللہ کے پیارے اللہ کے حکم سے بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں مشکلیں حل کرتے
ہیں۔ قرآن کریم اس کا اعلان فرما رہا ہے۔ دور و نزدیک ہر جگہ سے مافوق الاسباب مشکل کشائی
اور مدد کرتے ہیں۔

اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَالْقُوهُ عَلَىٰ رَجْهِ أَبِي يَأْتِ بِصِيرًا -

(سورہ یوسف: ۹۳)

ترجمہ: میرا یہ کرتہ لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دو۔ ان کی آنکھیں
کھل جائیں گی۔

فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بِصِيرًا - (سورہ یوسف: ۹۶)

ترجمہ: پھر جب خوشی سنانے والا آیا۔ تو وہ قمیص یعقوب کے منہ پر ڈال دی۔ اسی
وقت ان کی آنکھیں لوٹ آئیں۔

یعقوب علیہ السلام نابینا ہو گئے تھے۔ ان کی اس مصیبت کو یوسف علیہ السلام نے اپنی
قمیص کے ذریعہ دور فرمایا اور ان کی مشکل کشائی کی قمیص سے شفا دینا مافوق الاسباب مدد ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ - (سورہ یوسف: ۲۳)

ترجمہ: اور بے شک زلیخا نے قصد کر لیا یوسف کا اور یوسف علیہ السلام بھی ارادہ کر
لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔

یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے سات کوٹھڑیوں میں بند کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو
آپ نے سامنے یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اشارے سے منع فرما رہے ہیں۔ جس سے
آپ کے دل میں ادھر میلان نہ پیدا ہوا۔ یہ رب تعالیٰ کی برہان تھی۔ جس کا ذکر اس آیت میں
ہے تو یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر کی بند کوٹھڑی میں یوسف علیہ السلام کی
یہ مدد کی کہ انہیں بڑی آفت اور ارادہ گناہ سے بچا لیا۔ یہ ہے اللہ والوں کی مشکل کشائی اور
مافوق الاسباب امداد۔

وَأُبْرِئِ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُخِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ۔

(سورہ آل عمران: ۴۹)

ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے شفا دیتا ہوں ماور زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

اندھا کوڑھی ہونا بلا ہے جسے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے دفع کر دیتے ہیں۔ لہذا اللہ کے پیارے داع البلاء ہوتے ہیں یعنی مافوق الاسباب مشکل نشان فرماتے ہیں۔

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔

(سورہ بقرہ: ۶۰)

ترجمہ: ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنی لٹھی سے پتھر کو مارو۔ پس فوراً اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

بنی اسرائیل تیرے میدان میں پیاس کی آفت میں پھنسے تو رب تعالیٰ نے براہ راست انہیں پانی نہ دیا۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ آپ ان کے لئے داع البلاء بن جائیں۔ تا کہ انہیں پانی ملے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندے بحکم الہی پیاس کی بلا دور کرتے ہیں۔ مافوق الاسباب۔

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا۔

(سورہ مریم: ۱۹)

ترجمہ: جبریل نے مریم سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں آیا ہوں تاکہ تمہیں ستھرا بیٹا دوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبریل اللہ کے حکم سے بیٹا بخشتے ہیں۔ یعنی بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

الرُّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ (سورہ نساء: ۶۴)

ترجمہ: اے محبوب اگر یہ مجرم لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے پاس آ جائیں اور خدا نے مغفرت مانگیں اور آپ بھی ان کی سفارش کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت نے بتایا کہ جو گناہوں کی بیماری میں پھنس جائے وہ حضور کے شفا خانہ میں پہنچے وہاں شفا ملے گی آپ دافع البلاء ہیں اور مافوق الاسباب گناہ بخشوادیتے ہیں۔

أَرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ - (سورہ ص: ۴۳)

ترجمہ: اے ایوب زمین پر اپنا پاؤں مارو یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کا۔

ایوب علیہ السلام کی بیماری اس طرح دور فرمائی گئی کہ ان سے فرمایا گیا اپنا پاؤں زمین پر رگڑو۔ رگڑنے سے پانی کا چشمہ پیدا ہوا۔ فرمایا اسے پی لو۔ اور غسل فرما لو۔ پیئے اندرونی تکلیف دور ہوئی اور غسل سے بیرونی بیماری کو شفا ہوئی معلوم ہوا۔ کہ پیغمبروں کے پاؤں کا دھوون اللہ کے حکم سے شفا ہے۔ آج آب زمزم اس لئے شفا ہے کہ حضرت اسمعیل کی اڑی سے پیدا ہوا مدینہ پاک کی مٹی کو خاک شفا کہتے ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مس ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگ دافع بلا ہیں اور یہ برکتیں مافوق الاسباب ہیں۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلْتُ لِيْ
نَفْسِيْ - (سورہ طہ: ۹۶)

ترجمہ: پس میں نے فرشتے کے اثر سے ایک مٹھی مٹی لے لی۔ پس یہ مٹی اس
پچھڑے میں ڈال دی میرے دل نے یہی چاہا۔

سامری نے حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچی کی خاک اٹھالی۔ اور سونے کے
پچھڑے کے منہ میں ڈالی جس سے اس میں زندگی پیدا ہو گئی اور وہ آواز کرنے لگا یہ ہی اسی
آیت میں مذکور ہے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات بے جان دھات میں جان ڈال سکتے
ہیں۔ باذن اللہ۔

أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى
وَالْهَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ - (سورہ بقرہ: ۲۴۸)

ترجمہ: نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا۔ جس میں تمہارے رب کی
طرف سے دل کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون
کے ترکہ کی اٹھائے لائیں گے اسے فرشتے۔

بنی اسرائیل کو ایک صندوق رب تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ جس میں حضرت موسیٰ

علیہ السلام کی پگڑی، حضرت ہارون کی نعلین شریف وغیرہ تھے اور انہیں حکم تھا کہ جنگ میں اسے اپنے سامنے رکھیں۔ فتح ہوگی اس آیت میں یہی واقعہ مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات ان کی وفات کے بعد دافع البلاء ہیں۔ خیال رہے مٹی سے جان پڑنا، تبرکات سے فتح ہونا مافوق الاسباب مدد ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔ (سورہ انفال: ۳۳)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا۔ حالانکہ آپ ان میں ہیں۔

لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (سورہ فتح: ۲۵)

ترجمہ: اگر مسلمان مکہ سے نکل جاتے تو ہم کافروں پر عذاب بھیجتے۔

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (سورہ ذریت: ۳۵)

ترجمہ: پس نکال دیا ہم نے قوم لوط کی بستی سے ان مومنوں کو جو وہاں تھے۔

ان آیات میں فرمایا۔ کہ دنیا پر عذاب نہ آنے کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف فرما

ہونا ہے۔ نیز مکہ والوں پر فتح مکہ سے پہلے اس لیے عذاب نہ آیا کہ وہاں کچھ غریب مسلمان

تھے۔ قوم لوط پر عذاب جب آیا تو مومنین کو وہاں سے پہلے ہی نکال دیا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام

اور مومنین کے طفیل سے عذاب الہی نہیں آتا یہ حضرات دافع البلاء ہیں بلکہ آج بھی ہمارے اس

قدر گناہوں کے باوجود جو عذاب نہیں آتا یہ سب اس سبز گنبد کی برکت سے ہے۔

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا!

تسہی شافع برایا، تسہی دافع بلایا!

تسہی قاسم عطایا کوئی تم سا کون آیا!

اعتراض: قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بہت دفعہ پیغمبروں نے کسی کو دعایا بددعا دی۔ مگر

قبول نہ ہوئی پھر وہ مشکل کشا دافع البلاء کیسے ہوئے۔

جواب: یہ حضرات اللہ کے حکم سے دافع البلاء اور مشکل کشا ہیں۔ جہاں اذن الہی نہ ہو وہاں

بلا دافع نہ ہوگی ہر چیز کا یہی حال ہے کہ خدا کے حکم سے نفع یا نقصان دیتی ہے غرضیکہ انبیاء و اولیاء

مافوق الاسباب مدد کرتے ہیں مشکلیں آسان، مصیبت دور فرماتے ہیں۔

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

اللہ کے پیاروں کی زبان کن کی کنجی ہے جو ان کے منہ سے نکل جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پورا ہو جاتا ہے۔ اس پر قرآن شریف کی آیتیں گواہ ہیں۔

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَنْ تُخْلَفَهُ۔ (سورہ طہ: ۹۷)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا جا تیری سزا دنیا کی زندگی میں یہ ہے کہ تو کہتا پھرے گا کہ چھو نہ جانا اور بے شک تیرے لئے ایک وعدے کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا۔

موسیٰ علیہ السلام سامری سے ناراض ہو گئے کیونکہ اس نے پھڑا بنا کر لوگوں کو مشرک کر دیا تھا۔ تو آپ کے منہ سے نکل گیا۔ جا تیرے جسم میں یہ تاثیر پیدا ہو جائے گی کہ جس سے تو چھو جائے تو اسے بھی بخار آ جائے۔ اور تجھے بھی۔ ایسا ہی ہوا۔ اور وہ لوگوں سے کہتا پھرتا تھا۔ کہ مجھے کوئی نہ چھو نا اور فرمایا کہ یہ تو دنیا کی سزا ہے۔ آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔

وَأَمَّا الْآخِرُ فَيُضَلُّ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ ط قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ ۝ (سورہ یوسف: ۴۱)

ترجمہ: اور لیکن دوسرا قیدی پس سولی دیا جائے گا اور پھر پرندے اس کا سر کھائیں گے فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے ہو۔

یوسف علیہ السلام سے جیل میں ایک قیدی نے اپنی خواب بیان کی۔ آپ نے تعبیر دی کہ تجھے سولی ہوگی وہ بولا۔ کہ میں نے خواب تو کچھ بھی نہ دیکھا تھا میں تو مذاق میں کہتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو جو میرے منہ سے نکل گیا وہ رب تعالیٰ کے ہاں فیصلہ ہو گیا پتہ لگا کہ ان کی زبان رب کا قلم ہے۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَيَّ أَمْوَالِيهِمْ وَاشْدُدْ عَلَيَّ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ۔ (سورہ یونس: ۸۸)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب فرعونوں کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے پس یہ نہ ایمان لائیں جب تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعونوں کے لئے تین بددعائیں کیں ایک یہ کہ ان کے مال ہلاک ہو جائیں۔ دوسرے اپنے جیتے جی یہ ایمان نہ لائیں تیسرے یہ کہ مرتے وقت ایمان لائیں اور پھر ایمان قبول نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فرعونوں کا روپیہ پیسہ پھل غلہ سب پتھر ہو گیا اور ایمان کی توفیق زندگی میں نہ ملی۔ اور ڈوبتے وقت فرعون ایمان لایا اور بولا۔ امت رب موسیٰ و ہارون۔ میں حضرت موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتا ہوں مگر ایمان قبول نہ ہوا۔ دیکھو فرعون کے سوا کوئی کافر قوم ایمان لا کر نہ مری جو کلیم اللہ کے منہ سے نکلا وہ ہی ہوا۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ -

(سورہ بقرہ: ۱۲۶)

ترجمہ: جب ابراہیم نے عرض کیا کہ مولیٰ اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور یہاں کے باشندوں کو طرح طرح کے پھل دے۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ - (سورہ بقرہ: ۱۲۸)

ترجمہ: ابراہیم نے دعا کی کہ ہماری اولاد میں ہمیشہ ایک جماعت فرمانبردار رکھ۔

رَبَّنَا وَأَنْبِئْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ - الْآيَةُ -

(سورہ بقرہ: ۱۲۹)

ترجمہ: اے رب ہمارے اسی مسلم جماعت میں وہ رسول آخری بھیج جو ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْنِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ

الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ - (سورہ ابراہیم: ۳۷)

ترجمہ: اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک جنگل میں بسائی ہے جس میں

کھیتی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے رب ہمارے اس لئے کہ نماز

قائم رکھیں تو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی حسب ذیل دعاؤں کا ذکر فرمایا۔

(۱) اس جنگل کو شہر بنادے (۲) شہر امن والا (۳) یہاں کے باشندوں کو روزی اور پھل

دے (۴) ہماری اولاد سب کافر نہ ہو جائے۔ ہمیشہ کچھ مسلمان ضرور رہے۔ (۵) اس مومن

اولاد میں نبی آخر الزمان پیدا ہوں (۶) لوگوں کے دل اس بستی کی طرف مائل فرمادے (۷) یہ لوگ نماز قائم رکھیں۔

آج بھی دیکھ لو کہ یہ سات دعائیں کیسی قبول ہوئیں۔ وہاں آج تک مکہ شریف آباد ہے آپ کی ساری اولاد کافر نہ ہوئی۔ سید صاحبان سب گمراہ نہیں ہو سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی مومن جماعت میں پیدا ہوئے۔ وہاں باوجودیکہ کھیتی باڑی نہیں مگر رزق اور پھل کی کثرت ہے ہر جگہ قحط سے لوگ مرتے ہیں مگر وہاں آج تک کوئی قحط سے نہیں مرا مسلمانوں کے دل مکہ شریف کی طرف کیسے مائل ہیں۔ وہ دن رات دیکھنے میں آ رہا ہے کہ فاسق و فاجر بھی مکہ پر فدا ہیں۔

نوٹ ضروری: حضرت ابراہیم کے منہ سے نکل گیا کہ بِسْوَادٍ غَيْرِ ذِي زُرْعٍ بے کھیتی والا جنگل۔ تاثیر تو دیکھو۔ کہ اب تک وہ جگہ ریٹلی ہی ہے۔ کہ وہاں کھیتی ہو سکتی ہی نہیں یہ ان کی زبان کی تاثیر ہے۔ اور کیوں نہ ہو رب تعالیٰ نے فرمایا اپنا لڑکا ذبح کر دو۔ عرض کیا بہت اچھا۔ فرمایا اپنے کو نمرود کی آگ میں ڈال دو۔ عرض کیا بہت اچھا فرمایا۔ اپنے بچے بیوی کو ویران جنگل میں بے آب و دانہ چھوڑ آؤ عرض کیا بہت اچھا۔ یہ نہ پوچھا کہ کیوں؟ جب وہ رب تعالیٰ کی اتنی مانتے ہیں تو رب بھی ان کی مانتا ہے۔ جلیل نے کہا۔ خلیل نے مانا۔ غرضیکہ ان کی زبان کن کی کنجی ہے۔

وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ ذَيَارًا ۝ إِنَّكَ إِن

تَذَرْنَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ (سورہ نوح: ۲۶-۲۷)

ترجمہ: اور نوح نے عرض کیا کہ اے رب میرے زمین پر کافروں میں سے کوئی

رہنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک اگر تو انہیں چھوڑے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں

گے اور نہ جنس گے مگر بدکار ناشکر کو۔

سورہ نوح کی ان آخری تین آیتوں میں نوح علیہ السلام کی تین دعائیں ذکر ہوئیں۔ سارے کافروں کو ہلاک کر دے کہ اب ان کی اولاد بھی کافر ہی ہوگی۔ میری اور میرے ماں باپ کی مغفرت کر۔ اور جو میرے گھر میں پناہ لے لے۔ اسے بھی بخش دے ان دعاؤں کو رب تعالیٰ نے حرف بحرف قبول فرمایا۔ سارے عالم کے کافر غرق کر دیے گئے آپ کے ماں باپ کی مغفرت کی گئی اور جس نے کشتی میں پناہ لی۔ اسے بچا لیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے نبوت کی عینک سے ان کی ہونے والی اولاد تک کا حال معلوم کر لیا کہ وہ کافر ہی ہوگی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ان حضرات کی زبانیں کن کی کنجی ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ انبیاء کرام کی جو دعا ارادہ الہی کے خلاف ہوتی ہے اس سے انہیں روک دیا جاتا ہے تاکہ ان کی زبان خالی نہ جائے۔ اور یہ ان کی انتہائی عظمت ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا اِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هَذَا اِنَّهُ قَدْ جَاءَ اَمْرٌ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اِلَيْهِمْ عَذَابٌ
غَيْرُ مَرْدُوْدٍ۔ (سورہ ہود: ۷۶)

ترجمہ: اے ابراہیم اس دعا سے اعراض کر و قوم لوط پر عذاب آنے والا ہے۔ نہیں لوٹ سکتا۔

لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِنْهُمْ مَا تَاَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ۔ (سورہ توبہ: ۸۴)
ترجمہ: آپ منافقین میں سے کسی پر جو مر جائے نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام نے قوط لوط کے لئے دعا فرمائی۔ لیکن چونکہ ان کی نجات ارادہ الہی کے خلاف تھی لہذا انہیں اس سے روک دیا گیا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافق پر جنازہ سے روک دیا گیا۔ کیونکہ اس نماز میں میت کے لئے دعا بخشش ہوتی ہے اور منافقین کی بخشش ارادہ الہی کے خلاف ہے۔ لہذا آپ کو اور آپ کے صدقے سے سب کو اس سے منع کر دیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات کی دعا قبول ہو تو بھی ان کی عظمت اور ان کی دعا کسی وجہ سے قبول نہ بھی ہو سکے۔ تو بھی ان کی عظمت ہے ان کی مثل کوئی ہو سکتا ہی نہیں۔

مسئلہ نمبر (۴)

محبوبانِ خدا اور سے سنتے دیکھتے ہیں

اللہ کے پیارے بندے نزدیک دور کی چیزیں دیکھتے ہیں اور دور کی آہستہ آواز بھی باذن الہی سنتے ہیں قرآن کریم اس پر گواہ ہے۔

قَالَتْ نَمَاءٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ
وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔

(سورہ نمل: ۱۸-۱۹)

ترجمہ: ایک چیونٹی بولی کہ اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں۔ سلیمان و ران کا لشکر بے خبری میں تو سلیمان اس چیونٹی کی آواز سن کر مسکرا کر بنے۔

چیونٹی کی آواز نہایت باریک جو ہم کو قریب سے بھی معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کئی میل دور سے سنی۔ کیونکہ وہ اس وقت چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی جب آپ کا لشکر ابھی اس جنگل میں داخل نہ ہوا تھا اور لشکر تین میل میں تھا۔ تو آپ نے یہ آواز یقیناً تین میل سے زیادہ فاصلہ سے سنی۔ رہا چیونٹیوں کا یہ کہنا کہ وہ بے خبری میں کچل دیں۔ اس سے مراد بے علمی نہیں ہے بلکہ ان کا عدل و انصاف بتانا مقصود ہے کہ وہ بے قصور چیونٹی کو بھی نہیں مارتے۔ اگر تم کچلی گئیں تو امن کی وجہ سے صرف ان کی بے توجہی ہوگی کہ تمہارا خیال نہ کریں اور تم کچلی جاؤ۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْ لَا أَن
تُفِينَدُونَ۔ (سورہ یوسف: ۹۴)

ترجمہ: جب قافلہ مصر سے جدا ہوا یہاں ان کے باپ نے کہا کہ بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر تم مجھے سٹھا ہوا نہ کہو۔

یعقوب علیہ السلام کنعان میں ہیں اور یوسف علیہ السلام کی قیص مصر سے چلی ہے۔ اور آپ نے خوشبو یہاں سے پالی یہ نبوت کی طاقت ہے۔

قَالَ الْبَدِيُّ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا إِنِّي كَبِهَ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ

طَرَفُكَ۔ (سورہ نمل: ۴۰)

ترجمہ: اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس حاضر کر دوں گا۔ آپ کے پلک مارنے سے پہلے۔

آصف شام میں ہیں اور بلقیس کا تخت یمن میں اور فوراً لانے کی خبر دے رہے ہیں اور لانا جانے کے بغیر ناممکن ہے معلوم ہوا کہ وہ اس تخت کو یہاں سے دیکھ رہے ہیں یہ ہے ولی کی نظر۔

وَأَنْبِئُكُمْ لِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ۔ (سورہ آل عمران: ۴۹)

ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس کی جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو جمع کرتے ہو۔

عیسیٰ علیہ السلام کی آنکھ گھروں کے اندر جو ہو رہا ہے اسے دور سے دیکھ رہی ہے کہ کون کھا رہا ہے اور کیا رکھ رہا ہے۔ یہ ہے نبی کی قوت نظر۔

إِنَّهُ يَرَىٰ كُمْ هُوَ وَقَبِيلَهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔ (سورہ اعراف: ۲۷)

ترجمہ: وہ ابلیس اور اس کے قبیلہ تم سب کو دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي نُكَلِّمُكُمْ۔ (سورہ سجدہ: ۴)

ترجمہ: فرما دو تم سب کو موت کا فرشتہ موت دے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

شیطان اور اس کی ذریت کو گمراہ کرنے کے لئے ملک الموت کو جان نکالنے کے لئے یہ

طاقت دی کہ عالم کے ہر انسان بلکہ ہر جاندار کو دیکھ لیتے ہیں۔ تو انبیاء و اولیاء کو جو رہبر و ہادی ہیں۔ سارے عالم کی خبر ہونا لازم ہے تاکہ دوا کی طاقت بیماری سے کم نہ ہو۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ۔

(سورہ حج: ۲۷)

ترجمہ: اور لوگوں کو حج کا اعلان سنا دو وہ آئیں گے تمہارے پاس پیدل اور ہر اونٹنی

پر۔

ابراہیم علیہ السلام کی آواز تمام انسانوں نے سنی۔ جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔

وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ

الْمُؤَقِّنِينَ - (سورہ انعام: ۷۵)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں اور رب تعالیٰ نے وہ بینائی بخشی کہ انہوں نے تحت الثریٰ سے عرش اعلیٰ تک دیکھ لیا۔ کیونکہ خدا کی بادشاہی تو ہر جگہ ہے اور ساری بادشاہی انہیں دکھائی گئی۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ - (سورہ فیل: ۱)

ترجمہ: کیا نہ دیکھا آپ نے کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا کیا؟

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ - (سورہ فجر: ۶)

ترجمہ: کیا نہ دیکھا آپ نے اے محبوب کہ آپ کے رب نے قوم عاد سے کیا کیا؟

اصحاب فیل کی تباہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے چالیس دن پہلے ہے اور قوم عاد و ثمود پر عذاب آنا حضور کی ولادت شریف سے ہزاروں برس پہلے ہے۔ لیکن ان دونوں قسم کے واقعوں کے لئے رب تعالیٰ نے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا۔ الم تر کیا آپ نے یہ واقعات نہ دیکھے یعنی دیکھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نبی کی نظر گذشتہ آئندہ سب کو دیکھتی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات دوزخ میں مختلف قوموں کو عذاب پاتے دیکھا حالانکہ ان کا عذاب پانا قیامت کے بعد ہوگا۔ اس لئے رب تعالیٰ نے فرمایا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلٰی الْمَسْجِدِ

الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَنٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ

الْبَصِیْرُ - (سورہ بنی اسرائیل: ۱)

ترجمہ پاک ہے وہ اللہ جو راتوں رات لے گیا اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں بے شک وہ بندہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نے اگلے پچھلے واقعات اللہ کی ذات صفات

نشانیاں قدرت سب کو دیکھا۔

اعتراض: یعقوب علیہ السلام کی نظر اور قوتِ شامہ اگر اتنی تیز تھی کہ مصر کے حالات معلوم کر لئے تو چالیس سال تک فراقِ یوسف میں کیوں روتے رہے ان کے رونے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یوسف علیہ السلام سے بے خبر تھے۔

جواب: اس کا آسان جواب تو یہ ہے کہ انبیاء کی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہیں جب چاہتا ہے تب انہیں ادھر متوجہ کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے ادھر متوجہ نہیں فرماتا۔ بے علمی اور بے توجہی کچھ اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کا گریہ عشقِ الہی میں تھا یوسف علیہ السلام اس کا سبب ظاہری تھے مجاز حقیقت کا پل ہے ورنہ آپ یوسف علیہ السلام کے ہر حال سے واقف تھے خود قرآن کریم نے ان کے کچھ قول ایسے نقل فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتے تھے۔ فرماتا ہے:

قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ يٰبَنِيَّ
اذْهَبُوا فَتَحَسُّوْا مِنْ يُوْسُفَ وَآخِيهِ وَلَا تَأْيِسُوا مِنْ رُوْحِ اللَّهِ -

(سورہ یوسف: ۸۶-۸۷)

ترجمہ: میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اے بچو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ سے ناامید نہ ہو۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا - (سورہ یوسف: ۸۳)

ترجمہ: قریب ہے کہ اللہ ان تینوں یہوداً بنیامین، یوسف کو میرے پاس لائے گا۔ پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ برادرانِ یوسف علیہ السلام بنیامین کو مصر میں چھوڑ کر آئے تھے۔ مگر آپ فرماتے ہیں یوسف اور اس کے بنیامین بھائی کا سراغ لگاؤ یعنی وہ دونوں ایک ہی جگہ ہیں۔ دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ دوبارہ مصر میں بظاہر یہود اور بنیامین دونوں گئے تھے۔ مگر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ ان تینوں کو میرے پاس لائے گا تیسرے کون تھے وہ یوسف علیہ السلام ہی تو تھے۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاٰحَادِيْثِ -

(سورہ یوسف: ۶)

ترجمہ: اے یوسف تمہیں اللہ اسی طرح نبوت کے لئے چنے گا۔ اور تمہارا باتوں کا انجام بتائے گا۔

خود تعبیر دے چکے ہیں کہ تم نبی بنو گے اور علم تعبیر دیے جاؤ گے اور ابھی تک وہ تعبیر ظاہر نہ ہوئی تھی اور آپ جانتے تھے کہ یہ خواب سچا ہے۔ ضرور ظاہر ہوگا۔

اعتراف: حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ملک کی خبر نہ ہوئی ہد ہد نے کہا۔

أَحْطَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجَنَّتُكَ مِنْ سَبَابِ بَنِي إِسْرَائِيلَ - (سورہ نمل: ۲۲)

ترجمہ: میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی اور میں آپ کے پاس سب سے سچی خبر لایا ہوں۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

قَالَ سَتَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ - (سورہ نمل: ۲۷)

ترجمہ: فرمایا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔

اگر آپ ملک بلقیس سے واقف ہوتے تو بلقیس کے پاس خط بھیج کر یہ تحقیق کیوں

فرماتے۔ کہ ہد ہد سچا ہے یا جھوٹا معلوم ہوا کہ آپ بلقیس سے بے خبر تھے اور ہد ہد خبردار تھا۔ پتہ

لگا کہ نبی کے علم سے جانور کا علم زیادہ ہو سکتا ہے۔ (وہابی دیوبندی)

جواب: ان آیات میں رب تعالیٰ نے کہیں نہ فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کو علم نہ تھا۔ ہد ہد نے

بھی آ کر یہ نہ کہا کہ آپ کو بلقیس کی خبر نہیں۔ وہ کہتا ہے۔ أَحْطَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ - میں وہ چیز

دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی۔ یعنی نہ آپ وہاں گئے تھے نہ دیکھ کر آئے تھے۔ یہ کہاں

سے پتہ لگا کہ آپ بے خبر بھی تھے۔ اگر بے خبر ہوتے تو جب آصف کو حکم دیا کہ بلقیس کا تخت لاؤ

تو آصف نے کہا کہ حضور میں نے وہ جگہ دیکھی نہیں۔ نہ مجھے خبر ہے۔ کہ اس کا تخت کہاں رکھا

ہے آپ ہد ہد کو میرے ساتھ بھیجیں۔ وہ راستہ دکھائے تو میں لا دوں گا نہ کسی سے راستہ پوچھنا نہ

پتہ دریافت کیا بلکہ آنا فانا حاضر کر دیا۔ اگر وہ تخت ان کی نگاہوں کے سامنے نہ تھا تو لے کیسے

آئے۔۔ جب آصف کی نگاہ سے تخت غائب نہیں تو حضرت سلیمان سے کیسے غائب ہو گا مگر ہر

کام کا ایک وقت اور ایک سبب ہوتا ہے۔ بلقیس کے ایمان لانے کا یہ ہی وقت تھا اور ہد ہد کو اس

کا سبب بنانا منظور تھا۔ تاکہ پتہ لگے کہ پیغمبروں کے درباری جانور بھی لوگوں کو ایمان دیا کرتے

ہیں۔ اس لئے اس سے پہلے آپ نے بلقیس کی خبر نہ دی۔
آپ کا تحقیق فرمانا بے علمی کی دلیل نہیں ورنہ رب تعالیٰ بھی قیامت میں تمام مخلوق کے
اعمال کی تحقیق فرما کر فیصلہ کرے گا تو چاہئے کہ وہ بھی بے خبر ہو۔

مسئلہ نمبر (۵)

مردے سنتے ہیں اور محبوبین بعد وفات مدد کرتے ہیں

اس مسئلہ کی تحقیق پہلے بابوں میں ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ مردے سنتے
ہیں اور زندوں کے حالات دیکھتے ہیں کچھ اجمالی طور سے یہاں عرض کیا جاتا ہے۔

فَاخَذَتْهُمْ الرُّجْفَةُ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جِثْمِينَ ۝ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ
يَقَوْمَ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ
النَّاصِحِينَ۔ (سورہ اعراف: ۷۸-۷۹)

ترجمہ: پس پکڑ لیا قوم صالح کو زلزلے نے تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے
پڑے رہ گئے پھر صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا کہ اے میری قوم میں نے
تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی۔ اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں
کو پسند نہیں کرتے۔

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَقَوْمَ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ
فَكَيْفَ آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ۔ (سورہ اعراف: ۹۳)

ترجمہ: تو شعیب نے ان مرے ہوؤں سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم میں
تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہیں نصیحت کی تو کیوں کر غم کروں
کافروں پر۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ صالح علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام نے ہلاک شدہ قوم پر
کھڑے ہو کر ان سے یہ باتیں کیں۔

وَسئَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا
يَعْبُدُونَ۔ (سورہ زخرف: ۲۵)

ترجمہ: ان رسولوں سے پوچھو جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے کیا ہم نے رحمن کے سوا اور خدا ٹھہرائے ہیں جو پوجے جائیں۔

گذشتہ نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وفات پا چکے تھے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ وفات یافتہ رسولوں سے پوچھو کہ ہم نے شرک کی اجازت نہ دی تو ان کی امتیں ان پر تہمت لگا کر کہتی ہیں۔ کہ ہمیں شرک کا حکم ہمارے پیغمبروں نے دیا ہے اگر مردے نہیں سنتے تو ان سے پوچھنے کے کیا معنی؟ بلکہ اس تیسری آیت سے تو یہ معلوم ہوا کہ خاص بزرگوں کو مردے جواب بھی دیتے ہیں اور وہ جواب بھی سن لیتے ہیں اب بھی کشف قبور کرنے والے مردوں سے سوال کر لیتے ہیں۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتول کافروں سے پکار کر فرمایا کہ بولو میرے تمام فرمان سچے تھے یا نہیں۔ فاروق اعظم نے عرض کیا کہ بے جان مردوں سے آپ کلام کیوں فرماتے ہیں۔ تو فرمایا وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ دفن کے بعد جب زندے واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے اسی لئے ہم نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے ہیں اور کھانا کھانے والے استنجا کرنے والے سوتے ہوئے کو سلام کرنا منع ہے کیونکہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔ تو جو جواب نہ دے سکے اسے سلام کرنا منع ہے۔ اگر مردے نہ سنتے ہوتے تو قبرستان جاتے وقت انہیں سلام نہ کیا جاتا اور نماز میں حضور کو سلام نہ ہوتا۔

ضروری ہدایت: زندگی میں لوگوں کے سننے کی طاقت مختلف ہوتی ہے۔ بعض قریب سے سنتے ہیں جیسے عام لوگ اور سلن دور سے بھی سن لیتے ہیں جیسے پیغمبر اور اولیاء مرنے کے بعد یہ طاقت بڑھتی ہے۔ گھٹی نہیں لہذا عام مردوں کو ان کے قبرستان میں جا کر پکار سکتے ہیں دور سے نہیں۔ لیکن انبیاء اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دور سے بھی پکار سکتے ہیں کیونکہ وہ جب زندگی میں دور سے سنتے تھے تو بعد وفات بھی سنیں گے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ سے سلام عرض کرو۔ مگر دوسرے مردوں کو صرف قبر پر جا کر دور سے نہیں۔

دوسری ہدایت: اگرچہ مرنے کے بعد روح اپنے مقام پر رہتی ہے لیکن اس کا تعلق قبر سے ضرور رہتا ہے کہ عام مردوں کو قبر پر جا کر پکارا جائے تو سنیں گے مگر اور جگہ سے نہیں۔ جیسے سونے والا آدمی کہ اس کی ایک روح نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے لیکن اگر اس کے جسم کے پاس کھڑے

ہو کر آواز دو تو سننے کی دوسری جگہ سے نہیں سنتی۔

اعتراض: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نماز وغیرہ میں سلام کیا جائے اس میں یہ نیت نہ ہو کہ آپ سن رہے ہیں۔ بلکہ جیسے کسی سے سلام کہلا کر بھیجتے ہیں یا کسی کو خط میں سلام لکھتے ہیں ایسے ہی سلام کیا جائے کیونکہ دور کے آدمی کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں اور پاس والے کا سلام خود حضور سنتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (وہابی)

جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تمہارے عقیدے کے یہ بھی خلاف ہے کہ تم تو کہتے ہو کہ مردے سنتے ہی نہیں اور آیات پیش کرتے ہو اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر انور میں سے سن لیا۔ تو تمہارے قول کے خلاف ہو گیا دوسرے یہ کہ جب کسی کے ہاتھ سلام کہہ کر بھیجتے ہیں تو اسے خطاب کر کے السلام علیکم نہیں کہتے بلکہ جانے والے کو کہتے ہیں کہ ہمارا سلام کہہ دینا ہم لوگ نماز وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خط تو لکھتے نہیں۔ تمہارے قول کے مطابق فرشتوں سے کہلا کر بھیجتے ہیں تو اس صورت میں یہ نہ کہا جاتا کہ اے نبی تم پر سلام ہو بلکہ یوں کہا جانا چاہئے کہ اے فرشتو! حضور سے ہمارا سلام کہنا۔ خطاب فرشتوں سے ہونا چاہئے تھا تیسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ دور والے کا سلام نہیں سنتے صرف یہ ہے کہ دور والے کا سلام ملائکہ پیش کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ملائکہ بھی پیش کرتے ہوں اور سرکار خود بھی سنتے ہوں جیسے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں تو خدا کیا ان کے اعمال خود نہیں جانتا ضرور جانتا ہے مگر پیشی بھی ہوتی ہے۔

اعتراض: مردے نہیں سنتے قرآن کریم فرما رہا ہے۔

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مِّنَ الْقُبُورِ۔ (سورہ فاطر: ۲۲)

ترجمہ: تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ وَمَا

أَنْتَ بِهَادِي الْعُمَىٰ عَنِ ضَلَالَتِهِمْ۔ (سورہ نمل: ۸۰-۸۱)

ترجمہ: پس تم نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار۔ جب وہ پیٹھ

دے کر پھریں اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ۔

ان آیات میں صاف بتایا گیا کہ قبر والے اور مردے نہیں سنتے۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کے قائل ہو کہ جو قبر انور پر سلام پڑھا جائے وہ سرکار سن لیتے ہیں۔ وہ بھی اس آیت کے خلاف ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ تم اندھوں کو گمراہی سے نہیں نکال سکتے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہزاروں اندھے ہدایت پر آگئے تیسرے یہ کہ یہاں قبر والوں اور مردوں اندھوں اور بہروں سے مراد وہ کفار ہیں جن پر مہر ہو چکی جن کے ایمان کی توقع نہیں۔ اسے خود قرآن کریم بتا رہا ہے۔ چنانچہ تمہاری پیش کردہ انہی آیات کے آخر میں یہ ہے۔

إِنْ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ۔ (سورہ نمل: ۸۱)

ترجمہ: تم اس کو سنا بتاتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں اور وہ مسلمان ہوں۔

یہ سورہ نمل اور سورہ روم میں دونوں جگہ ہے اگر وہاں اندھے بہرے مردے سے مراد یہ اندھے اور مردے ہوتے تو ان کے مقابل ایمان اور اسلام کا ذکر کیوں ہوتا۔ پتہ لگا کہ اس سے دل کے مردے دل کے اندھے مراد ہیں انہیں مردہ بہرہ اس لئے فرمایا کہ جیسے مردے پکار سے نفع اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ایسے ہی یہ لوگ ہیں نیز قرآن کریم کافروں کے بارے میں فرماتا ہے۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ۔ (سورہ بقرہ: ۱۸)

یہ کفار بہرے، گونگے، اندھے ہیں۔ پس وہ نہ لوٹیں گے۔

أَوْ مَنْ كَانَ مِيتًا فَآخِیْنُهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا یَمْشِیْ بِهِ فِی النَّاسِ كَمَنْ مِثْلُهُ

فِی الظُّلُمِتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ط كَذَٰلِكَ زَیِّنَ لِلْكَافِرِیْنَ مَا كَانُوا

یَعْمَلُونَ۔ (سورہ انعام: ۱۲۲)

ترجمہ: اور کیا وہ جو مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور کر

دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہوگا جو اندھیروں میں ہے ان سے

نکلنے والا نہیں یوں ہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کر دیے گئے ہیں۔

اس آیت میں مردے سے مراد کافر زندگی سے مراد ہدایت اندھیروں سے مراد کفر روشنی

سے مراد ایمان ہے یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیات کی تفسیر ہے۔

مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهِ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ۝

(سورہ بنی اسرائیل: ۷۴)

ترجمہ: جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستے سے بہکا ہوا ہے۔

اس میں بھی اندھے سے مراد دل کا اندھا ہے نہ کہ آنکھ کا اندھا، بہر حال جن آیتوں میں اندھوں، مردوں، بہروں کے نہ سننے نہ ہدایت پانے کا ذکر ہے۔ وہاں کفار مراد ہیں بلکہ مردے مدد بھی کرتے ہیں۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ۔ (سورہ آل عمران: ۸۱)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے نبیوں کا عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس رسول تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریں تو تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا حالانکہ وہ پیغمبر آپ کے زمانہ میں وفات پا چکے تو پتہ لگا۔ کہ وہ حضرات بعد وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لائے اور روحانی مدد بھی کی۔ چنانچہ سب نبیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے معراج کی رات نماز پڑھی۔ یہ اس ایمان کا ثبوت ہوا حج و دواع میں بہت سے پیغمبر آپ کے ساتھ حج میں شریک ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام نے اسلام والوں کی مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں۔ آخر میں عیسیٰ علیہ السلام بھی ظاہری مدد کے لئے آئیں گے۔ اسوات کی مدد ثابت ہوئی۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔ (سورہ نساء: ۶۴)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو تمہارے پاس آ جائیں پھر خدا سے مغفرت مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے دعاء مغفرت کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے توبہ قبول ہوتی ہے اور یہ مدد زندگی سے خاص نہیں بلکہ قیامت تک یہ حکم ہے یعنی بعد وفات بھی ہماری توبہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم ہی کی مدد سے قبول ہوگی بعد وفات مدد ثابت ہوئی۔ اسی لئے آج بھی حاجیوں کو حکم ہے کہ مدینہ منورہ میں سلام پڑھتے وقت یہ آیت پڑھ لیا کریں۔ اگر یہ آیت فقط زندگی کے لئے تھی تو اب وہاں حاضری کا اور اس آیت کے پڑھنے کا حکم کیوں ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ (سورہ انبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لئے رحمت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کی رحمت ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی جہان تو رہے گا اگر آپ کی مدد اب بھی باقی نہ ہو۔ تو عالم رحمت سے خالی ہو گیا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ (سورہ سبأ: ۲۸)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر۔

اس للناس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آئے اور

آپ کی یہ مدد تا قیامت جاری ہے۔

وَكَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا

بِهِ۔ (سورہ بقرہ: ۸۹)

ترجمہ: اور یہ بنی اسرائیلی کافروں کے مقابلہ میں اسی رسول کے ذریعہ سے فتح کی

دعا کرتے تھے پھر جب وہ جانا ہوا رسول ان کے پاس آیا تو یہ ان کا انکار کر

بیٹھے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے بھی لوگ آپ کے نام کی

مدد سے دعائیں کرتے۔ اور فتح حاصل کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد دنیا میں

آنے سے پہلے شامل حال تھی تو بعد بھی رہے گی۔ اسی لئے آج بھی حضور کے نام کا کلمہ مسلمان

بناتا ہے۔ درود شریف سے آفات دور ہوتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے فائدہ ہوتا

ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات سے بنی اسرائیل جنگوں میں فتح حاصل کرتے تھے یہ سب بعد

وفات کی مدد ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی حیات حقیقی زندہ ہیں۔ ایک

آن کے لئے موت طاری ہوئی اور پھر دائمی زندگی عطا فرمادی گئی قرآن کریم تو شہیدوں کی

زندگی کا بھی اعلان فرما رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ثبوت یہ ہے کہ زندوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ فلاں عالم ہے حافظ ہے قاضی ہے اور مردوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ عالم تھا حافظ تھا۔ زندوں کے لئے ”ہے“ اور مردوں کے لئے ”تھا“ استعمال ہوتا ہے نبی کا کلمہ جو صحابہ کرام آپ کی زندگی میں پڑھتے تھے وہی کلمہ قیامت تک پڑھا جائے گا۔ کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ صحابہ کرام بھی کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اور ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں اگر آپ زندہ نہ ہوتے تو ہمارا کلمہ بدل جانا چاہئے تھا ہم کلمہ یوں پڑھتے۔ کہ ”حضور اللہ کے رسول تھے“ جب آپ کا کلمہ نہ بدلا تو معلوم ہوا کہ آپ کا حال بھی نہ بدلا لہذا آپ اپنی زندگی شریف کی طرح ہی سب کی مدد فرماتے ہیں۔ ہاں اس زندگی کا ہم کو احساس نہیں۔

مسئلہ نمبر (۶)

یادگاریں قائم کرنا اور بڑی تاریخوں پر خوشی منانا

جس تاریخ یا جس دن کبھی کوئی نعمت آئی ہو تا قیامت وہ تاریخ معظم ہو جاتی ہے اس تاریخ میں یادگاریں منانا، خوشیاں منانا، خوشی میں عبادتیں کرنا حکم قرآن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ۔ (سورہ بقرہ: ۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ

أَلْفِ شَهْرٍ۔ (سورہ قدر: ۱-۲-۳)

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن شب قدر میں اتارا۔ اور تمہیں کیا خیال کہ شب قدر کیا

ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ شب قدر اور ماہ رمضان کی اتنی عظمت ہے کہ شب قدر تو

ہزار ماہ سے افضل ہوگی۔ اور ماہ رمضان باقی مہینوں سے بہتر ہو گیا اور اس کا نام قرآن میں آیا

اس کے سوا کسی مہینہ کا نام قرآن میں نہ آیا۔ محض اس لئے کہ یہ مہینہ اور یہ رات قرآن کے

نزول کا وقت ہے۔ قرآن تو ایک دفعہ اتر چکا مگر ان کی یہ عظمت ہمیشہ کے لئے ہوگئی۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ (سورہ صبحی: ۸)

ترجمہ: اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ۝ (سورہ یونس: ۵۸)

ترجمہ: فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ وہ ان کی دھن دولت سے بہتر ہے۔

وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ۔

ترجمہ: اے موسیٰ بنی اسرائیل کو اللہ کے دن یاد دلا دو۔ جن دنوں میں ان پر نعمتیں اتریں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوْلَادِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ۔

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا کہ یا رب ہم پر آسمان سے دسترخوان اتار کہ وہ ہمارے لئے اگلوں پچھلوں کی عید ہو اور یہ تیری طرف سے نشانی ہو۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ کہ بنی اسرائیل کو انعامات کی تاریخیں یاد دلاتے رہو اور ان کی یادگاریں قائم کرو اور عیسیٰ علیہ السلام نے نبی دسترخوان کے آنے کی تاریخ کو اپنے اگلے پچھلے سارے عیسائیوں کے لئے عید قرار دیا۔ لہذا میلاد شریف گیارہویں شریف بزرگوں کے عرس فاتحہ چالیسواں تیجہ وغیرہ سب جائز ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ کی نعمت کی یادگاریں ہیں۔ یادگاریں منانا حکم قرآنی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ۔ (سورہ مائدہ: ۷)

ترجمہ: اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے۔

اعتراف: مسلم و بخاری کی روایت میں ہے کہ جمعہ کا روزہ نہ رکھو۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کو روزے سے خاص نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ کسی دن کا تعین منع ہے۔ چونکہ میلاد اور عرس میں تاریخ مقرر ہوتی ہے۔ لہذا منع ہے (وہابی)

جواب: اس کا جواب اسی حدیث میں آگے ہے کہ اگر جمعہ کسی ایسی تاریخ میں آجائے جس کے روزے کے تم عادی ہو تو رکھو۔ یعنی اگر کسی کی عادت بارہویں کے روزے کی ہے اور جمعہ بارہویں کو آگیا تو رکھ لے نیز فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ صرف جمعہ کو روزہ نہ رکھے۔ بلکہ آگے پیچھے ایک دن اور بھی ملائے۔ معلوم ہوا کہ مقرر کرنا منع نہیں۔ بلکہ جمعہ کے روزہ کی ممانعت ہے۔ ممانعت کی وجہ کچھ اور ہے کیا وجہ ہے کہ اس کے متعلق علماء کے بہت سے قول ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے اور عید کو روزہ منع ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے اس کا روزہ منع ہے یعنی یہ مشابہ عید کے ہے دوسرے یہ کہ جمعہ کا دن کام کاج کا ہے۔ غسل کرنا، کپڑے تبدیل کرنا جمعہ کی تیاری کرنا، خطبہ سننا، نماز جمعہ پڑھنا۔ ممکن ہے کہ روزے کی وجہ سے تکلیف ہو۔ لہذا ان کاموں کی وجہ سے روزہ نہ رکھے جیسے حاجی کو نوایں تاریخ بقر عید کا روزہ اور حاجی کو بقر عید کی نماز مکروہ ہے اس لئے کہ وہ دن اس کے کام کے ہیں۔ روزے سے اس کے کاموں میں حرج ہو گا تیسرے یہ کہ صرف جمعہ کے روزے میں یہود سے مشابہت ہے۔ کہ وہ صرف ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں تم اگر جمعہ کا روزہ رکھو تو آگے پیچھے ایک دن اور ملا لو۔ تاکہ مشابہت نہ رہے چوتھے یہ کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ دو شنبہ کا روزہ کیسا ہے۔ فرمایا کہ اسی دن ہماری ولادت ہے اسی دن نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔ لہذا روزہ رکھو اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ اسی خوشی میں رکھا کہ اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی۔

اگر یادگاریں منانا برا ہوتا تو یہ یادگاریں کیوں منائی جاتیں۔

اعتراض: چونکہ میلاد شریف اور عرس میں لوگ بہت حرام کام بھی کرتے ہیں لہذا یہ منع ہے۔

جواب: قاعدہ غلط ہے کوئی سنت حرام کام کے ملنے سے ناجائز نہیں ہو جاتی۔ نکاح سنت ہے مگر لوگوں نے اس میں ہزاروں خرافات ملا دیں تو نکاح کو نہیں روکا جاتا بلکہ ان چیزوں سے منع کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر (۷)

بزرگوں کی جگہ کی تعظیم اور وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے جس جگہ کوئی ولی رہتے ہوں یا رہے ہوں یا کبھی بیٹھے ہوں وہ جگہ حرمت والی ہے وہاں عبادت اور دعا زیادہ قبول ہوتی ہے اس کی تعظیم کرو دعا مانگو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَاذْخُلُوا
الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتِكُمْ ۗ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ -
(سورہ بقرہ: ۵۸)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے کہا کہ داخل ہو تم اس بستی میں پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک خوب کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور نیکی والوں کو اور زیادہ دیں گے۔

اس آیت میں بتایا گیا کہ جب بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہونے کا وقت آیا تو ان سے کہا گیا کہ بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے گھسو اور گناہ کی معافی چاہو۔ بیت المقدس نبیوں کی بستی ہے اس کی تعظیم کرا لی گئی کہ سجدہ کرتے ہوئے جاؤ اور وہاں جا کر توبہ کرو۔

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا - (سورہ آل عمران: ۹۷)

جو اس مکہ میں داخل ہو گیا امن والا ہو گیا۔

أُولَئِكَ يَرَوْنَ أَنَا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيَتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ
أَلْبَابِ الْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ - (سورہ عنکبوت: ۶۷)

ترجمہ: کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرم شریف کو امن والا بنایا اور ان کے آس پاس کے لوگ اچک لئے جاتے ہیں کیا باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

ان آیتوں سے پتہ لگا کہ حضرت خلیل اللہ کی بستی جو کعبہ معظمہ کا شہر ہے۔ بہت حرمت والا

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ (سورہ آل عمران: ۳۸)

ترجمہ: وہاں مریم کے پاس زکریا نے دعا مانگی عرض کیا کہ اے رب مجھے اپنی طرف سے ستمری اولاد دے بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا۔

(سورہ کہف: ۲۱)

ترجمہ: اور جو اس معاملہ پر غالب آئے وہ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر اولاد کی دعا مانگی۔ تاکہ قرب ولی کی وجہ سے دعا جلد قبول ہو اور مسلمانوں نے اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنائی۔ تاکہ ان کی برکت سے زیادہ قبول ہوا کرے۔

لَا أُقِيمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ۔ (سورہ بلد: ۱-۲)

وَالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سَيْنِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ۔ (سورہ تین: ۱-۲-۳)

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی جبکہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

ترجمہ: قسم ہے انجیر کی زیتون اور طور سینا پہاڑ کی اور اس امانت والے شہر کی۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جس جگہ اللہ کے بندے ہوں وہ جگہ ایسی حرمت والی ہو جاتی ہے کہ اس کی رب قسم فرماتا ہے۔

ان آیات سے یہ بھی پتہ لگا کہ بزرگوں کے چلے جہاں انہوں نے عبادت کی وہاں جا کر نماز پڑھنا، دعا کرنا، اس جگہ کی تعظیم کرنا باعث ثواب ہے اسی لئے مدینہ منورہ میں ایک عبادت کا ثواب پچاس ہزار ہے اور مکہ مکرمہ میں ایک عبادت کا ثواب ایک لاکھ۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ جگہ اللہ کے پیاروں کی ہے ریل اگرچہ مساوی لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی صرف اسٹیشن پر ہے اللہ کے بندوں کی جگہ رحمت خدا کے اسٹیشن ہیں۔

مسئلہ نمبر (۸)

سچے مذہب کی پہچان

اسلام میں آج بہت سے فرقے ہیں اور ہر فرقہ اپنے کو حق کہتا ہے اور ہر ایک قرآن سے اپنا مذہب ثابت کرتا ہے۔ قرآن سے پوچھو کہ سچا مذہب کونسا ہے وہ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ - (سورہ توبہ: ۱۱۹)
ترجمہ: اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ -

(سورہ فاتحہ: ۵-۶)

ترجمہ: ہم کو سیدھے رستے کی ہدایت دے اور ان کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاؤِهِمْ أَقْتَدِهِ - (سورہ انعام: ۹۰)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو تم ان ہی کی راہ پر چلو۔

قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَالِإِلَهَ ابْنِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ -

(سورہ بقرہ: ۱۳۳)

ترجمہ: اولاد یعقوب نے کہا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادوں

ابراہیم اسمعیل اسحاق کے معبودوں کو پوجیں گے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ - (سورہ احزاب: ۲۱)

ترجمہ: تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھی پیروی ہے۔

قُلْ بَلْ مِثْلَ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا - (سورہ بقرہ: ۱۳۵)

ترجمہ: فرما دو بلکہ ہم پیروی کریں گے ابراہیم کے دین کی جو ہر برائی سے دور

ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَ ثَمِيرًا -

(سورہ نساء: ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ حق اس پر کھل چکا اور

مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے
دورخ میں داخل کریں گے وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ
الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ (سورہ بقرہ: ۱۴۳)

ترجمہ: اور ایسے ہی ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول
تم پر نگہبان گواہ ہوں۔

ان مذکورہ آیتوں سے معلوم ہوا کہ سچے مذہب کی پہچانیں دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس
مذہب میں سچے لوگ یعنی اولیاء اللہ صالحین، علماء ربانی ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ عام مومنین کا
مذہب ہو۔ چھوٹے چھوٹے فرقے جن میں اولیاء صالحین نہیں وہ غلط راستے ہیں۔ اس آیت کی
تفسیر و حدیث ہے۔ اَتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ۔ بڑے گروہ کی پیروی کرو یعنی حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ سے اب تک جس مذہب پر عام مسلمان رہے ہوں۔ وہ قبول کرو۔ یہ دونوں
علائقے آج صرف مذہب اہل سنت میں پائی جاتی ہیں، قادیانی، شیعہ، وہابی، دیوبندی، چکڑالوی
میں نہ اولیاء اللہ تھے نہ ہیں۔ تمام چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی اسی سنی مذہب میں گذرے
ہیں۔ اور اسی مذہب میں آج ہیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، ان سے حاجتیں مانگنا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ماننا وغیرہ تمام چیزیں عام مسلمانوں کا مذہب رہا اور ہے۔ اس کی
تحقیق کے لئے ہماری کتاب جاء الحق کا مطالعہ کرو۔

لطیفہ: ہر قوم کی تاریخ اس کے نام سے معلوم کرو۔ قوموں کے موجودہ نام تاریخی نام ہیں۔ ہم
اس پر چمک روشنی ڈالتے ہیں۔

مرزائی: اس فرقہ کی پیدائش مرزا غلام احمد قادیانی کے وقت سے ہے۔ یعنی بارہویں صدی کی
پیداوار ہے۔ اس جماعت کی عمر سو برس ہے۔

چکڑالوی: اس فرقے کی پیدائش عبداللہ چکڑالوی پنجابی کے وقت سے ہوئی یعنی اس کی عمر
ایک سو پندرہ سال ہے۔

اثنا عشری شیعہ: اس فرقہ کی پیدائش بارہ اماموں کے وقت سے ہوئی۔ کیونکہ اثنا عشر کے معنی
ہیں بارہ امام۔ جب بارہ امام پیدا ہوئے تو یہ فرقہ ظہور میں آیا۔ اس لئے اس کی عمر تقریباً گیارہ

سو برس ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سو سال بعد میں ہوا۔ خیال رہے۔ کہ ان شیعہ عقیدہ میں امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ جو قرآن لے کر چھپ گئے ہیں قریب قیامت آئیں گے۔

وہابی: خواہ دیوبندی ہوں یا غیر مقلد اس فرقے کی پیداوار عبدالوہاب نجدی کے وقت میں ہوئی لہذا اس کی عمر ایک سو پچھتر سال ہے۔ یعنی گیارہویں صدی میں پیدا ہوا۔ بابی۔ بہائی: ان دونوں فرقوں کی پیداوار بہاء اللہ اور عبداللہ باب کے زمانہ میں ہوئی۔ ان کی عمر سو برس سے بھی کم ہے۔

اہلسنت و الجماعت: جب سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آئی۔ تب سے یہ مذہب آیا یعنی جو عمر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہی اس مذہب کی ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں کی عام جماعت کا یہی مذہب ہے لہذا اس فرقے کا نام ہوا اہلسنت و الجماعت سنت رسول اور جماعت مسلمین والا فرقہ۔

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ یہ فرقہ حق ہے۔ اگرچہ قرآن پاک کا ترجمہ سب کرتے ہیں۔ حدیثیں سب دبائے پھرتے ہیں۔ اور علماء سارے فرقوں میں ہیں مگر صادقین یعنی اولیاء کاملین، حضور غوث پاک، خواجہ اجمیر، خواجہ بہاء الدین نقشبند، شیخ شہاب الدین سہروردی، گذشتہ اولیاء اللہ اور موجودہ اولیاء کرام تونہ شریف، سیال شریف، گولڑہ شریف، علی پور شریف، بٹالہ شریف وغیرہ تمام آستانے والے اسی مذہب پر ہیں۔ لہذا ان آیات نے صاف طور پر بتایا کہ یہ ہی مذہب حق ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی پر ہم سب کو رکھے اور اسی پر خاتمہ کرے۔ آمین!

مسئلہ نمبر (۹)

دم درود کرنا، پڑھ کر پھونکنا

بعض لوگ صوفیاء کرام کے تعویذ، دم، جھاڑ، پھونک کا انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ کھانے کمانے کے ڈھنگ ہیں قرآن میں اس کا ثبوت نہیں۔ بلکہ جو ہوا پیٹ میں سے نکلتی ہے وہ گرم اور بیماری والی ہوتی ہے۔ وہ پھونک بیمار کرے گی۔ شفا نہ دے گی۔ مگر یہ خیال قرآن کے خلاف ہے۔

قرآن کریم نے دم کرنے اور پھونکنے کی تاثیر کا اعلان فرمایا ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں۔
پھونکنے میں تاثیر ہے۔

فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتَ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ۔ (سورہ حجر: ۲۹)

ترجمہ: رب تعالیٰ نے فرمایا۔ تو جب میں آدم کے جسم کو ٹھیک کر لوں اور ان میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے روح پھونک کر آدم علیہ السلام کو زندگی بخشی۔ رب تعالیٰ کا پھونکنا وہ ہے جو اس کی شان کے لائق ہو۔ مگر لفظ پھونکنے کا استعمال فرمایا گیا۔ بلکہ جان کو روح اسی واسطے کہتے ہیں کہ وہ پھونکی ہوئی ہوا ہے۔ روح کے معنی ہوا پھونک نہیں۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا
وَصَدَقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ لَهَا مِنَ الْغَنِيِّينَ۔ (سورہ تحریم: ۱۲)

ترجمہ: اللہ بیان فرماتا ہے عمران کی بیٹی مریم کا جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اپنی طرف سے اس میں روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں ہوئی۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت جبریل نے گریبان میں دم کیا۔ جس سے آپ حاملہ ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اسی لئے آپ کا لقب روح اللہ بھی ہے اور کلمۃ اللہ بھی یعنی اللہ کا دم یا اللہ کا کلمہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کچھ پڑھ کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر دم کیا۔ جس سے یہ فیض دیا۔ اب بھی شفا وغیرہ کے لئے پڑھ کر دم ہی کرتے ہیں۔

أَلَمْ يَخْلُقْ لَكُمْ مِنَ الطَّيْرِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخْ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ
وَأَلْبَرِي الْأَشْجَمَ وَالْأَبْرَصَ وَأَخِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ۔

(سورہ آل عمران: ۲۹)

ترجمہ: فرمایا عیسیٰ نے کہ میں بناتا ہوں تمہارے لئے پرندے کی صورت۔ پھر اس میں دم کرتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور کوڑھی اندھے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام دم کر کے مردے زندہ کرتے تھے کوڑھی اور

اندھوں کو اچھا کرتے تھے۔ یہاں بھی دم سے ہی یہ فیض دیے گئے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ۔

(سورہ زمر: ۶۸)

ترجمہ: اور پھر پھونکا جائے گا صور میں تو بے ہوش ہو جائیں گے وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ (سورہ نبا: ۱۸)

ترجمہ: جس دن پھونکا جائے گا صور میں پس آؤ گے تم فوج در فوج۔

معلوم ہوا قیامت کے دن صور میں پھونکا جائے گا۔ جس سے مردے زندہ ہوں گے۔

غرضیکہ ابتداء انتہا اور بقا ہمیشہ فیض دم سے ہوا۔ اور ہوتا ہے اور ہو گا اسی لئے آج بھی صوفیا

قرآن کریم پڑھ کر دم کرتے ہیں۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بیماروں پر قرآن

شریف پڑھ کر دم فرماتے تھے۔ کیونکہ جیسے پھولوں سے چھو کر ہوا میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے ایسے

ہی جس زبان سے قرآن شریف پڑھا گیا ہو اس سے چھو کر جو ہوا آئے گی وہ شفا دے گی۔ اسی

طرح تبرکات سے شفا ملتی ہے جیسا کہ اسی باب کے شروع میں آیات سے ثابت کیا گیا۔

مسئلہ نمبر (۱۰)

سارے صحابہ برحق ہیں

قرآن کریم صحابہ کی حقانیت و صداقت کا اعلان فرما رہا ہے۔ فرماتا ہے۔

أَلَمْ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ (سورہ بقرہ: ۱-۲)

ترجمہ: وہ بلند درجہ کتاب (قرآن) شک کی جگہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا۔ کہ قرآن میں کوئی شک و تردید نہیں۔ شک کی چار صورتیں ہو سکتی

ہیں۔ یا تو بھیجنے والا غلطی کرے یا لانے والا غلطی کرے یا جس کے پاس آیا ہو وہ غلطی کرے یا

جنہوں نے اس سے سن کر لوگوں کو پہنچایا انہوں نے دیانت سے کام نہ لیا ہو۔ اگر ان چاروں

درجوں میں کلام محفوظ ہے تو واقعی شک و شبہ کے لائق نہیں۔ قرآن شریف کا بھیجنے والا اللہ

تعالیٰ۔ لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام؛ لینے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور سے

لے کر ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) اگر قرآن شریف اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تو محفوظ رہے لیکن صحابہ کرام سچے نہ ہوں اور ان کے ذریعہ قرآن ہم کو پہنچے تو یقیناً قرآن میں شک پیدا ہو گیا۔ کیونکہ فاسق کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا** اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لاوے تو تحقیق کر لیا کرو اب قرآن کا بھی اعتبار نہ رہے گا قرآن پر یقین جب ہی ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے تقویٰ و دیانت پر یقین ہو۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ۔ (الآیة) (سورہ بقرہ: ۲-۳)

ترجمہ: قرآن ہدایت ہے ان متقیوں کی جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ الخ
یعنی اے کافرو! جن پر ہیزگاروں یعنی جماعت صحابہ کو تم دیکھ رہے ہو۔ انہیں قرآن نے ہی ہدایت دی اور یہ لوگ قرآن ہی کی ہدایت سے ایسے اعلیٰ متقی بنے ہیں قرآن کریم نے ہی ان کی کایا پلٹ دی اگر قرآن کا کمال دیکھنا ہو تو ان صحابہ کرام کا تقویٰ دیکھو۔ اس آیت میں قرآن نے صحابہ کرام کے ایمان و تقویٰ کو اپنی حقانیت کی دلیل بنایا۔ اگر وہاں ایمان و تقویٰ نہ ہو تو قرآن کا دعویٰ بلا دلیل رہ گیا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ (سورہ انفال: ۷۳)

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے رسول کو جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ وہ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اس آیت میں صحابہ کرام، مہاجرین اور انصار کا نام لے کر انہیں سچا مومن، متقی اور مغفور

فرمایا گیا۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ

فَضْلًا مِّنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ

الضَّالِقُونَ۔ (سورہ حشر: ۸)

ترجمہ: ان فقیر ہجرت والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے

اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ ورسول کی مدد کرتے ہیں وہ ہی سچے ہیں۔

اس آیت میں تمام مہاجر صحابہ کو نام و پتہ بتا کر سچا کہا گیا ہے یعنی یہ ایمان میں سچے اعمال میں سچے اور اقوال کے پکے ہیں۔

وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (سورہ حشر: ۹)

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے پہلے اس سے شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیے گئے اور اپنی جان پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں بہت محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہ ہی کامیاب ہے۔
اس آیت میں انصار مدینہ کو نام لے کر پتہ بتا کر کامیاب فرمایا گیا معلوم ہوا کہ سارے مہاجرین و انصار سچے اور کامیاب ہیں۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۗ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً
مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا ۗ وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ۔

(سورہ حدید: ۱۰)

ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔

اس آیت نے بتایا کہ سارے صحابہ سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن وہ خلفاء راشدین جو فتح مکہ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار رہے وہ بہت بڑے درجہ والے ہیں۔ ان کے درجہ تک کسی کے وہم و گمان کی رسائی نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے ساری دنیا کو قلیل یعنی تھوڑا فرمایا اور اتنے بڑے عرش کو عظیم یعنی بڑا فرمایا۔ لیکن ان خلفاء راشدین کے درجہ کو

چھوٹا نہ کہا۔ بڑا فرمایا بلکہ اعظم یعنی بہت ہی بڑا فرمایا۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى وَلَسَوْفَ يَرْضَى -

(سورہ بیل: ۱۷-۲۱)

ترجمہ: اور دوزخ سے بہت دور رکھا جائے گا وہ سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جب آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھاری قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا کفار نے حیرت سے کہا کہ شاید حضرت بلال کا آپ پر کوئی احسان ہوگا۔ جس کا بدلہ ادا کرنے کے لئے آپ نے اتنی بڑی قیمت سے خرید کر آزاد کیا۔ ان کفار کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی اس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حسب ذیل خصوصی صفات بیان ہوئے۔

ان کا دوزخ سے بہت دور رہنا۔ ان کا سب سے بڑا متقی ہونا۔ یعنی اتنی ان کا بے مثل سخی ہونا۔ ان کے اعمال طیبہ طاہرہ کا ریا سے پاک ہونا خالص رب کے لئے ہونا اور جنت میں انہیں رب تعالیٰ کی طرف سے ایسی نعمتیں ملنا جس سے وہ راضی ہو جائیں۔

لطیفہ: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا: وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى۔ آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: وَلَسَوْفَ يَرْضَى۔ عنقریب صدیق راضی ہو جائیں گے معلوم ہوا کہ آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قرب ہے۔

يَأْتِيهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (سورہ انفال: ۶۳)

ترجمہ: اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کی پیروی کرنے والے یہ مومن کافی ہیں۔

یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر نازل ہوئی۔ جس میں فرمایا گیا کہ آپ کو اللہ کافی ہے اور عالم اسباب میں عمر کافی ہیں۔

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ (الآیۃ)

(سورہ فتح: ۲۹)

ترجمہ: جو صحابہ ان نبی کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت آپس میں نرم ہیں۔
ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ - (الآیۃ)
(سورہ فتح: ۲۹)

إِلَىٰ إِنْ قَالَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ - (سورہ فتح: ۲۹)

ترجمہ: یہ جماعت صحابہ وہ ہیں جن کی مثال توریت و انجیل میں اس کھیت سے دی گئی ہے۔ جس نے اپنا پٹھانکا لایہاں تک کہ فرمایا تا کہ ان سے کافروں کے دل چلیں۔
اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے صحابہ کے نام کے ڈنکے ہم نے توریت و انجیل میں بجا دیے وہ تو میری ہری ہری کھیتی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر میں تو خوش ہوتا ہوں اور میرے دشمن رافضی جلتے ہیں۔

لطیفہ: قرآن کریم نے بعض لوگوں پر صاف صاف فتویٰ کفر دیا۔ ایک تو نبی کی توہین کرنے والے اور دوسرے صحابہ کے دشمن۔ صحابہ کرام کے دشمنوں پر رب تعالیٰ نے کفر کا فتویٰ دیا کسی اور سے نہ دلوا یا۔

ثَانِيَانِ إِذْهُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ - (سورہ توبہ: ۴۰)

ترجمہ: ابوبکر دو میں کے دوسرے ہیں جبکہ وہ غار میں ہیں جب فرماتے تھے رسول اپنے ساتھی سے غم نہ کر۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری۔ اس میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب غار میں یار کو لے کر بیٹھے اور مار سے اپنے کو کٹوا یا۔ اس آیت نے ابوبکر صدیق کی صحابیت کا صراحتاً اعلان فرمایا۔ ان کی صحابیت ایسی ہی قطعی اور یقینی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت۔ کیونکہ جس قرآن نے توحید و رسالت کا صراحتاً اعلان کیا اسی قرآن نے صدیق کی صحابیت کا ڈنکا بجایا۔ لہذا ان کی صحابیت و عدالت پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا۔ اور ان کی صحابیت کا منکر ایسا ہی ہے بے دین ہے جیسے توحید و نبوت کا منکر ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ -

(سورہ آل عمران: ۱۳۹)

ترجمہ: نہ ست پڑو تم لوگ نہ غمگین ہو اور تم ہی بلند ہو اگر تم سچے مومن ہو۔
 عَدَّ وَاللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي
 الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ وُدِّيْنَهُمُ الَّذِي
 ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔ (سورہ نور: ۵۵)
 ترجمہ: اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور
 انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور جمادے گا ان
 کے لئے ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند کیا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن
 سے بدل دے گا۔

ان دو آیتوں میں مسلمانوں سے دو شرطوں پر چند وعدے کئے گئے ہیں شرطیں ایمان اور
 تقویٰ کی ہیں۔ ان سے وعدہ ہے (۱) بلندی (۲) خلافت دنیا (۳) خوف کے بعد امن بخشنا
 (۴) دین کو مضبوط کرنا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو بلندی بھی زمین میں خلافت بھی
 بخشی۔ امن بھی عطا کیا۔ اور ان کے زمانہ میں دین کو ایسا مضبوط فرمایا کہ آج اس مضبوطی کی وجہ
 سے اسلام قائم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دونوں شرطیں بھی پوری کیں اور وہ مومن بھی
 رہے اور پرہیزگار متقی بھی ورنہ انہیں یہ چار نعمتیں نہ دی جاتیں۔

یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی گئیں۔ ورنہ قرآن کریم کی بہت سی آیات ان حضرات کے
 فضائل میں ہیں اور کیوں نہ ہوں۔ یہ حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کا مظہر ہیں جیسے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رب تعالیٰ کے کمال کا نمونہ ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 تنقیص رب تعالیٰ کے کمال کا انکار ہے۔ ایسے ہی ان کا انکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کا
 انکار ہے استاد کا زور علمی شاگردوں کی لیاقت سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر صف اول کی نماز فاسد ہو
 تو پچھلی صفوں کی نماز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ امام کو دیکھنے والی صف اول ہی ہے اگر انجن کے
 پیچھے والا ڈبہ انجن سے کٹ کر رہ جائے تو پچھلے ڈبے کبھی سفر نہیں کر سکتے۔ وہ حضرات اسلام کی
 صف اول ہیں اور ہم آخری صفیں۔ وہ گاڑی کا اگلا ڈبہ ہم پچھلے۔ اگر وہ ایمان سے رہ گئے تو ہم
 کیسے مومن ہو سکتے ہیں؟

اعتراض: ان آیتوں کے نزول کے وقت تو یہ سب مومن تھے۔ مگر حضور کی وفات کے بعد

خلافت کا حق چھین کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے نکل گئے یہ آیات اس وقت کی ہیں بعد سے انہیں کوئی تعلق نہیں۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں:

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اگر خلفاء راشدین کا انجام اچھا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے فضائل قرآن شریف میں بیان نہ فرماتا۔ نیز رب تعالیٰ نے ان مذکورہ آیتوں میں خبر دی کہ یہ دوزخ سے بہت دور رہیں گے۔ ہم انہیں اتنا دیں گے کہ وہ راضی ہو جائیں گے ہم نے ان سب سے جنت کا وعدہ کر لیا۔ یہ باتیں انجام بخیر سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ حضرات ایمان سے پھر گئے ہوتے تو اہل بیت اطہار خصوصاً حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہو سکتا ہے جو مومن متقی ہو۔ بلکہ جیسے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفین میں جنگ کی اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں جان دیدی۔ مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا۔ اس وقت بھی وہ جنگ کرتے۔

تیسرے یہ کہ جیسے صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد ان کی خلافتیں میراث کے طور پر ان کی اولاد کو نہ ملیں۔ بلکہ جس پر سب کا اتفاق ہو گیا وہ خلیفہ ہو گیا اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں نہ میراث تھی نہ کسی کی ملکیت بلکہ رائے عامہ پر ہی انتخاب ہوا۔

چوتھے یہ کہ پیغمبر کی میراث مال نہیں بلکہ علم ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ۔ (سورہ نمل: ۱۶) ترجمہ: اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے علیہم السلام اور فرمایا کہ ہم کو پرندوں کی بولی کا علم دیا گیا۔ دیکھو داؤد علیہ السلام کے بہت بیٹے تھے مگر وارث صرف حضرت سلیمان ہوئے اور مال کے نہیں بلکہ علم کے وارث ہوئے اسی لئے نبی کی بیویاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث نہ پاسکیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہ فرمائی۔

اعتراض: تم کہتے ہو کہ سارے صحابہ متقی پرہیزگار ہیں حالانکہ قرآن شریف انہیں فاسق کہہ رہا

ہے۔ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ مِّنْ بَنِيكُمْ فَتَبَيَّنُوا - (سورہ حجرات: ۶)

اے مومنو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔

ولید بن عقبہ صحابی نے آ کر خبر دی تھی کہ فلاں قوم نے زکوٰۃ نہ دی۔ اس پر یہ آیت

اتری۔ جس میں ولید صحابی کو فاسق کہا گیا اور فاسق متقی نہیں ہو سکتا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں ان کو فاسق نہ کہا گیا۔ بلکہ ایک قانون بیان کیا

گیا کہ آئندہ اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیقات کر لیا کرو دوسرے یہ کہ اس خاص وقت میں ان

کو فاسق گنہگار کہا گیا۔ صحابی سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے وہ معصوم نہیں ہاں اس پر قائم نہیں رہتے

توبہ کی توفیق مل جاتی ہے جیسے حضرت ماغر سے زنا ہو گیا۔ مگر بعد میں ایسی توبہ نصیب ہوئی کہ

سبحان اللہ۔

مسئلہ نمبر (۱۱)

عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ پیدا ہوئے

سارے مسلمانوں کا عقیدہ تھا اور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے بغیر باپ

کے پیدا فرمایا اور اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ مگر اب موجودہ زمانہ میں قادیانیوں نے اس کا انکار

کیا ان کی دیکھا دیکھی بعض بھولے جاہل مسلمان بھی اس ظاہری مسئلہ کے منکر ہو گئے اور کہنے

لگے کہ قرآن سے یہ ثابت نہیں حالانکہ قرآن شریف اس کا بہت زور شور سے اعلان فرما رہا ہے

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ

فَيَكُونُ ۗ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنُ مِنَ الْمُتَرَدِّينَ -

(سورہ آل عمران: ۵۹-۶۰)

ترجمہ: بے شک عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے کہ اسے مٹی سے

بنایا پھر اس سے فرمایا کہ ہو جاوہ فوراً ہو جاتا ہے یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف

سے تم شک والوں میں سے نہ ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تشبیہ دی کہ جیسے آدم علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ ایسے ہی آپ بھی۔ جب آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے نہ ہوئے تو اے عیسائیو! عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے کب ہو سکتے ہیں؟ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عام انسانوں کی طرح ہوتی تو انہیں آدم علیہ السلام سے تشبیہ نہ دی جاتی۔

قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمَسِّنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا قَال
كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً
مِّنَّا۔ (سورہ مریم: ۱۰-۲۱)

ترجمہ: مریم نے جبریل سے کہا کہ میرے بیٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ مجھے تو کسی مرد نے چھوا بھی نہیں۔ فرمایا ایسے ہی ہوگا تمہارے رب نے فرمایا کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے اور تاکہ بنائیں ہم اس بچہ کو لوگوں کے لئے نشان اور اپنی طرف سے رحمت۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے بیٹا ملنے کی خبر پر حیرت کی کہ بغیر مرد کے بیٹا کیسے پیدا ہوگا۔ اور انہیں رب کی طرف سے جواب ملا۔ کہ اس بچہ سے رب تعالیٰ کی قدرت کا اظہار مقصود ہے لہذا ایسے ہی بغیر باپ کے ہوگا اگر آپ کی پیدائش معمول کے مطابق تھی تو تعجب کے کیا معنی اور رب تعالیٰ کی نشانی کیسی؟

فَإِنَّتُ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا۔

(سورہ مریم: ۲۷)

ترجمہ: تو انہیں گود میں اپنی قوم کے پاس لائیں بولے اے مریم تو نے بہت بری بات کی۔

معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر لوگوں نے حضرت مریم کو بہتان لگایا اور آپ خاندوالی ہوئیں تو اس بہتان کی کیا وجہ ہوتی۔

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا قَالِ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ۔

(سورہ مریم: ۲۹-۳۰)

ترجمہ: پھر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا وہ بولے ہم کیسے باتیں کریں ماں سے جو پالنے میں بچہ ہے۔ بچہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی گویائی دی اور آپ نے خود اپنی ماں کی پاک دامنی اور رب تعالیٰ کی قدرت بیان فرمائی اگر آپ کی پیدائش باپ سے ہے تو اس معجزے اور گواہی کی ضرورت نہ تھی۔

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ۔ (سورہ نساء: ۱۷۱)

ترجمہ: عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور رب کی طرف سے ایک روح۔

اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کو مریم کا بیٹا فرمایا۔ حالانکہ اولاد کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ماں کی طرف آپ کا اگر والد ہوتا تو آپ کی نسبت اسی کی طرف ہونی چاہئے تھی۔ نیز قرآن کریم نے کسی عورت کا نام نہ لیا اور نہ کسی کی پیدائش کا واقعہ اس قدر تفصیل سے بیان فرمایا چونکہ آپ کی پیدائش عجیب طرح صرف ماں سے ہے۔ لہذا ان بی بی کا نام بھی لیا۔ اور واقعہ پیدائش پورے ایک رکوع میں بیان فرمایا نیز انہیں کلمتہ اللہ اور اللہ کی روح فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی پیدائش ایک کلمہ سے ہے۔ اور آپ کی روح مافوق الاسباب آئی ہے۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ۔ (سورہ آل عمران: ۴۶)

ترجمہ: عیسیٰ کلام کریں گے لوگوں سے پالنے سے اور کچی عمر میں اور خاص نیکوں میں ہوں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت بچپن اور بڑھاپے میں کلام کرنا ہے۔ بچپن میں کلام کرنا تو اس لئے معجزہ ہے کہ بچے اتنی عمر میں بولا نہیں کرتے اور بڑھاپے میں کلام کرنا اس لئے معجزہ ہے کہ آپ بڑھاپے سے پہلے آسمان پر گئے اور وہاں سے آ کر بوڑھے ہو کر کلام کریں گے۔

ان آیات مذکورہ بالا سے روز روشن کی طرح آپ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ظاہر ہوا۔

اعتراض: اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انسان بلکہ سارے حیوانات کو نطفے سے پیدا فرمائے۔ اور قانون کی مخالفت ناممکن ہے لہذا عیسیٰ علیہ السلام کا خلاف قانون پیدا ہونا غیر ممکن ہے رب تعالیٰ

صاف فرما رہا ہے۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔

(سورہ دھر: ۲)

ترجمہ: بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو ماں باپ کے مخلوط نطفے سے کہ ہم اسے آزمائیں پس ہم نے اسے سننے دیکھنے والا بنا دیا۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا۔

(سورہ فرقان: ۵۴)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کر دی۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ۔ (سورہ انبیاء: ۳۰)

ترجمہ: اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔ (سورہ فاطر: ۴۳)

ترجمہ: اور تم ہرگز اللہ کے قانون کو بدلتا ہوانہ پاؤ گے۔

وَلَا تَجِدَ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۷۷)

ترجمہ: اور تم ہمارا قانون بدلتا ہوانہ پاؤ گے۔

ان آیتوں سے دو باتیں معلوم ہوں گی ایک یہ کہ تمام انسان اور حیوانات کی پیدائش کا

قانون یہ ہے کہ اس کی پیدائش نطفے سے ہو۔ دوسرے یہ کہ خدا کے قانون میں تبدیلی ناممکن ہے

اگر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ مانی جائے۔ تو ان آیات کے خلاف ہوگا۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی الزامی جواب تو یہ ہے کہ آدم

علیہ السلام بغیر نطفے کے پیدا ہوئے۔ ہمارے سروں میں جوئیں چار پائی میں کھٹل پیٹ اور زخم

میں کیڑے بغیر نطفے کے دن رات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ برسات میں کیڑے پھل میں جانور

بغیر نطفے کے پیدا ہوتے ہیں۔ بتاؤ یہ قانون کے خلاف کیوں ہوا۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء خود قانون الہی ہیں یعنی رب تعالیٰ

کا یہ قانون ہے کہ نبی اور ولی پر حیرت انگیز باتیں ظاہر ہوں۔ تو آپ کا بغیر باپ پیدا ہونا اس

معجزے کے قانون کے ماتحت ہے تمہاری پیش کردہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق خدا کے

قانون میں تبدیلی نہیں کر سکتی۔ اگر خالق خود کرے تو وہ قادر ہے انسان کی پیدائش نطفے سے ہونا قانون ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر نطفے کے ہونا قدرت ہے ہم قانون کو بھی مانتے ہیں اور قدرت کو بھی۔ رب تعالیٰ قانون کا پابند نہیں ہم پابند ہیں۔

دیکھو قانون یہ ہے کہ آگ جلا دے مگر ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلا یا یہ قدرت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ۔ (سورہ انبیاء: ۶۹)

ترجمہ: ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

اسی طرح اور بہت سارے معجزات کا حال ہے اللہ تعالیٰ قادر و قیوم ہے جو چاہے کرے اس کی قدرتوں کا انکار کرنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ رب تعالیٰ ہم سب کو اس راستہ پر چلائے جو اس کے نیک بندوں کا ہے اور اس زمانہ کی ہواؤں سے ہمارا ایمان محفوظ رکھے۔ آمین
یارب العالمین۔

وَصَلَّىٰ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ۝ آمِينَ بِرَحْمَتِهِ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

ناچیز

احمد یار خاں

۵ ذیقعد ۱۳۷۱ھ یوم دوشنبہ مبارکہ

”یہ کتاب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ دوشنبہ کو شروع ہو کر ۵ ذیقعد ۱۳۷۱ھ دوشنبہ کو یعنی ایک ماہ بارہ دن میں اختتام کو پہنچی۔ جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے۔ وہ مجھ گنہگار کے لئے حسرت خاتمہ کی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے مجھے کلمہ طیبہ پر خاتمہ نصیب کرے اور مجھ گنہگار کی مغفرت فرمادے۔ اسی لالچ میں یہ محنت کی ہے۔“

احمد یار خاں

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھسنا نور کا

یوں کہا کرتے تھے سنی داستان اہل بیت
حسین کی کہانی حسنین کی زبانی

ذبح عظیم

شہید اعظم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ
کی سیرت پاک مستند و معتبر حوالوں کے ساتھ

مؤلفی

سید آرزو رسول حسنین میاں نظمی مارہروی
سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ

قادی پبلشرز

مقام فرید

صیانت مبارکہ

حضرت فرید الدین مسعود گنجی شکر رحمۃ اللہ علیہ
پاکپتن شریف

مصنف
صاحب تراویح مفتی محمد اقبال کھڑا
مبلغ بادشاہی مسجد
لاہور

ناشر
قادیانی پبلشرز

شانِ حَبِیبِ الرَّحْمٰنِ

مِنْ آيَاتِ الْقُرْآنِ

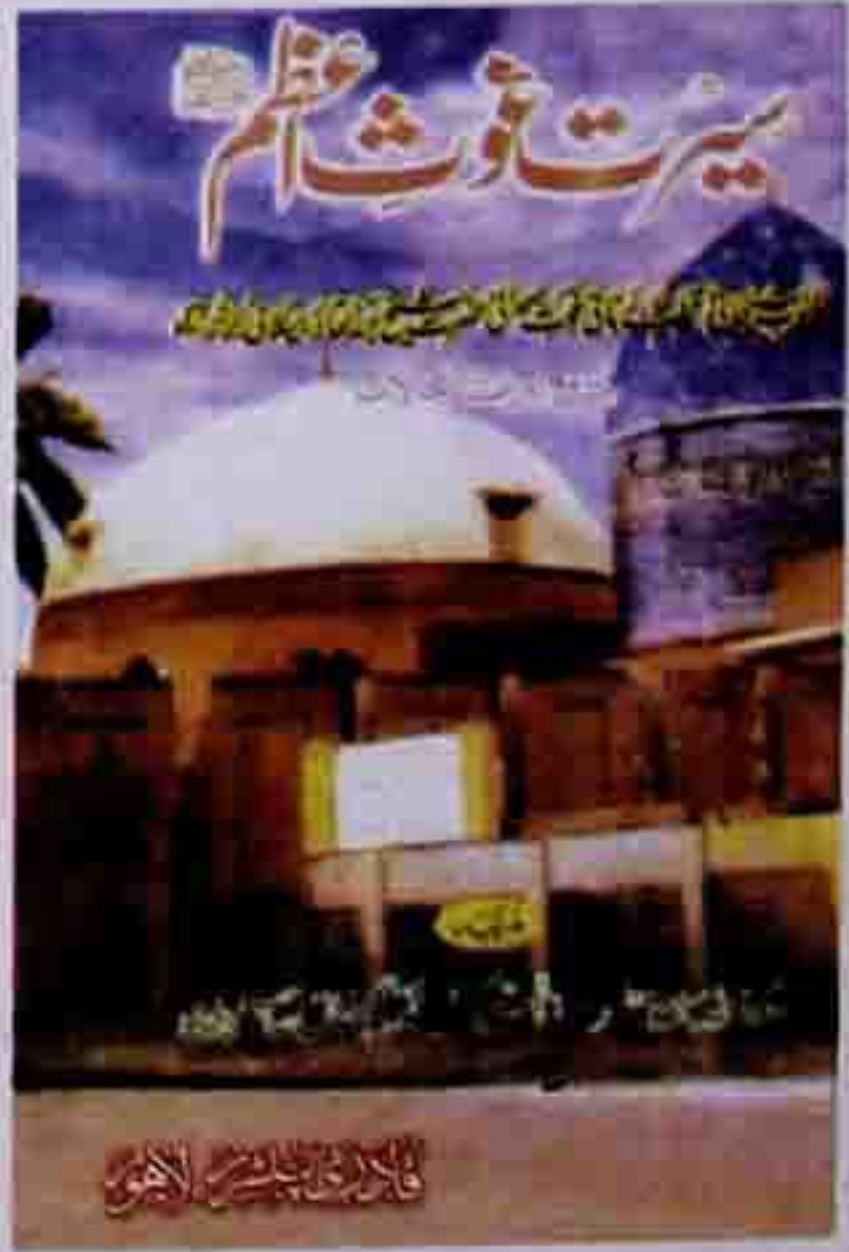
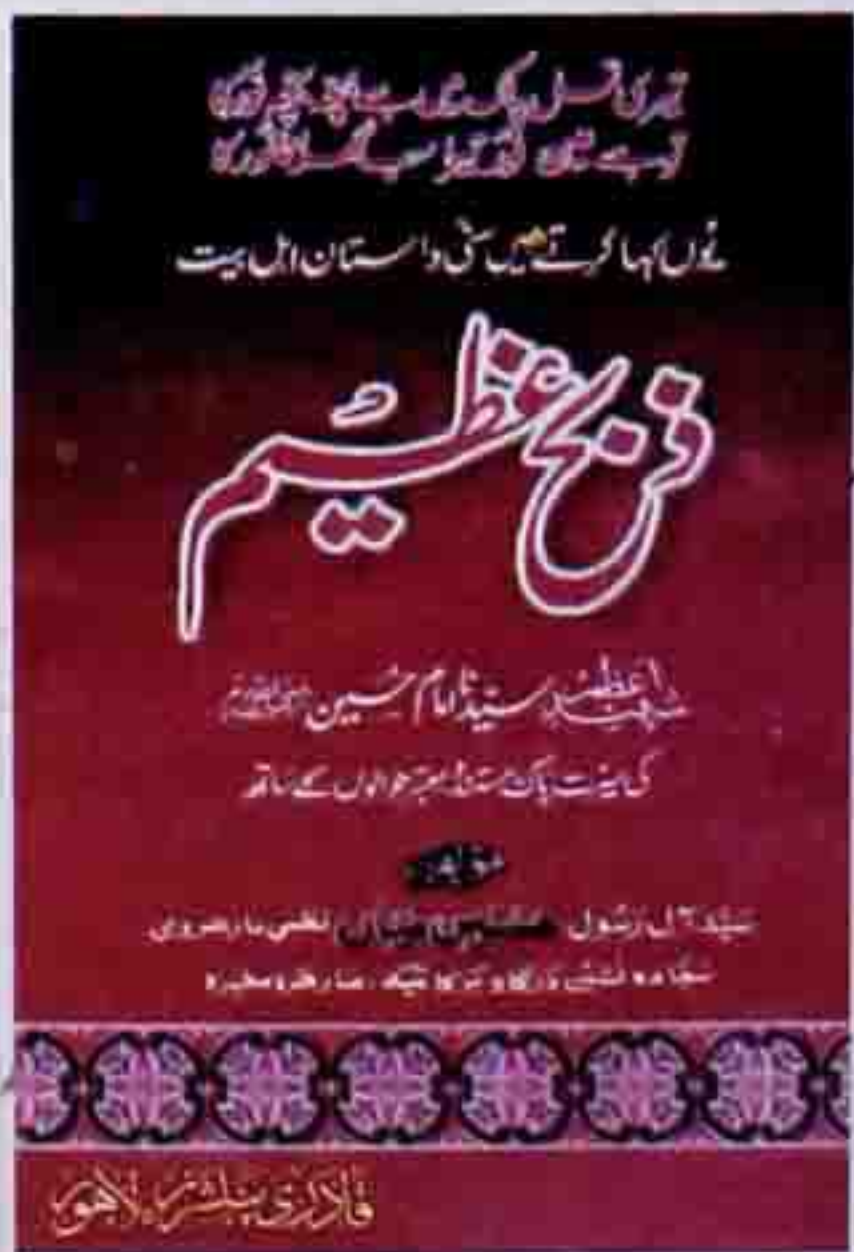
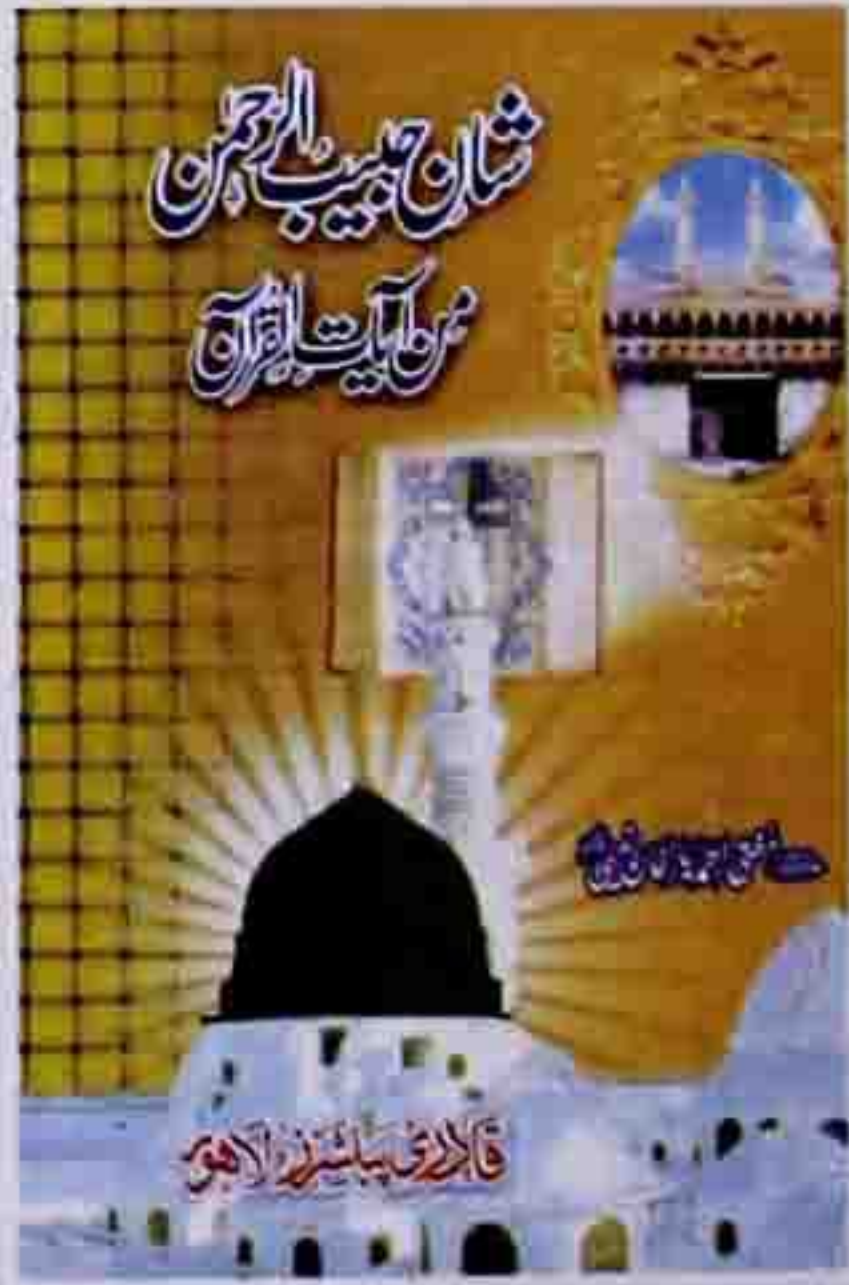
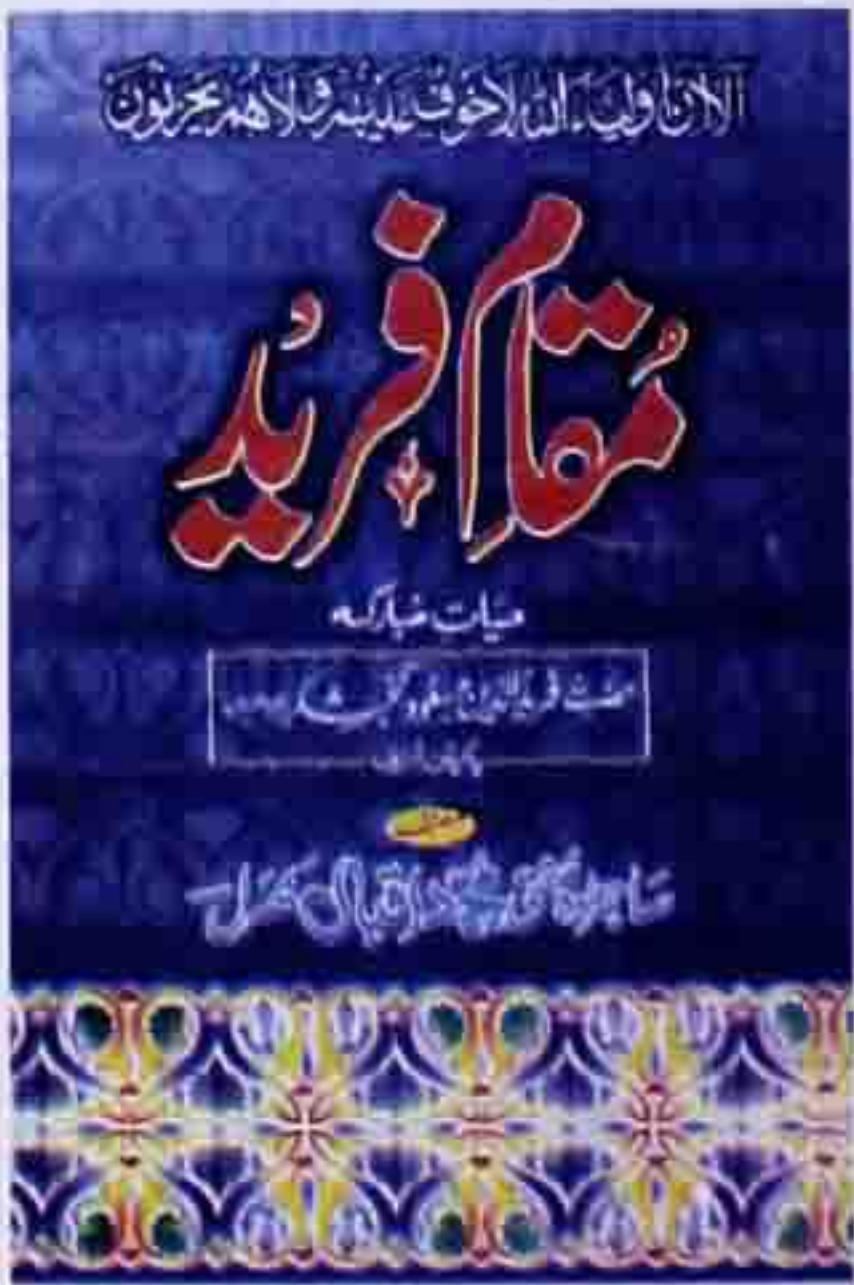
مصنف

حکیم الامت مفتی احمد سعید یار خان نعیمی

ناشر

قادی پبلشرز

منظور منزل، 42۔ اردو بازار، لاہور



فلاذی بی بی بی بی بی